كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم آياتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون

چوں در کریمہ صدر قولہ یتلو ویعلمکم الکتب بر فضائل علم نظم و معنی و قولہ یزکیکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک و قولہ والحکمۃ بر فضیلت علم اسرار و علم حصول دال باوضح بیان ست وانساں جزو لاینفک تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرار ست از علم دین ہمیک عیان ست و باتفاق اہل مذاق مثنوی را در کتب ایں فن خاص شان ست لکن از اغلاق مختاج تبیان ست بنا علیہ ایں شرح اردو کہ معنونش ا

کلید مثنوی

[illegible] ازاں ست بالفاظ و عبارت مولوی شبیر علی و مولوی حبیب احمد سلمہما اللہ [illegible] معانی یعنی مولانا محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم بمنزلہ لسان ترجمان ست) ودر اصل [illegible] مکان ست و مسائل البطون تقریر نمودہ کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق [illegible] اغلاط البطون دور رسانیدہ کہ موجب اطمینان و امان ست و حاجت باظہار [illegible] سید المحتاج [illegible] از بیان ست ہم در مطابع سپردہ و باہتمام خاکسار ناظم حقیر محمد شبیر علی عفی عنہ

در مطابع [illegible] واقع [illegible] طبع گرد[illegible]

رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید دفتر ثالث کلید مثنوی

از حضرت قبلہ و کعبہ مولانا المولوی الحاج القاری الشاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم تعالیٰ

بعد حمد اللہ قسام الہدیٰ — ثم تسلیم علی خیر الوریٰ

تم من فیض الجلال المعنوی — شرح ثانی الشطر من نے المثنوی

مرحبا شبیر بخ بخ یا حبیب — خذ تماما من شرحہ اوفی النصیب

فاشرحا الثالث بجد و اجتہاد — طالبین العون من رب العباد

ہکذا ما بعدہ باقی الشطور — نور نور فوق نور فوق نور؎

؎ فی ایتان لفظ النور اربع مرات اشارة الی ان عدد ہذہ الدفاتر التی شرحت بہذا الطرز اربع من الثانی الی الخامس وفی نسخة اشارة الی کون کل الدفاتر ستة ۱۲ منہ مد ظلہم ـ

ربع اول از دفتر سوم مثنوی معنوی مع سوم به کلید مثنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح حبیبی

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار — این سوم دفتر که سنت شد سه بار

بر کشا گنجینهٔ اسرار را — در سوم دفتر بهل اعذار را

قوتت از قوت حق مے زہد — نز عروقے کز حرارت می جہد

این چراغ شمس کو روشن بود — نز فتیله و پنبه و روغن بود

سقف گردون کو چنین دائم بود — نز طناب و استنے قائم بود

قوت جبریل از مطبخ نه بود — بود از دیدار خلاق ودود

ہم چنین این قوت ابدال حق — ہم ز حق دان نز طعام و نز طبق

جسم شان را ہم ز نور اسرشته اند — تا ز روح و از ملک بگذشته اند

چونکه موصوفی باوصاف جلیل — بر تو آتش شد گلستان چون خلیل

گردد آتش بر تو هم برد و سلام ۔ ای عناصر مر مزاجت را غلام

هر مزاجی را عناصر مایه است ۔ این مزاجت برتر از هر پایه است

این مزاجت در جهان منبسط ۔ وصف وحدت را کنون شد ملتقط

ای دریغا عرصهٔ افهام خلق ۔ سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق

ای ضیاء الحق بحذق رای تو ۔ حلق بخشد سنگ را حلوای تو

کوه طور اندر تجلی حلق یافت ۔ تا که می نوشید و می را بر نتافت

صَارَ دَکًّا مِّنْهُ وَانْشَقَّ الْجَبَلُ ۔ هَلْ رَاَیْتُمْ مِّنْ جَبَلْ رَقْصَ الْجَمَلُ

لقمه بخشی آید از هر کس بکس ۔ حلق بخشی کار یزدانست و بس

حلق بخشد جسم را و روح را ۔ حلق بخشد بهر هر عضوی جدا

این گهی بخشد که اجلالی شوی ۔ از دغا و از دغل خالی شوی

تا نگوئی سر سلطان را بکس ۔ تا نریزی قند را پیش مگس

گوش آنکس نوشد اسرار جلال ۔ کو چو سوسن صد زبان افتاد لال

حلق بخشد خاک را لطف خدا ۔ تا خورد آب و بروید صد گیا

باز حیوان را بجنبد حلق و لب　　تا گیاهش را خورد اندر طلب

چون گیاهش خورد حیوان گشت زفت　　گشت حیوان لقمهٔ انسان و رفت

باز خاک آمد شد اکال بشر　　چون جدا شد از بشر روح و بصر

ذره‌ها دیدم دهانشان جمله باز　　گر بگویم خوردشان گردد دراز

برگها را برگ از انعام او　　دایگان را دایه لطف عام او

رزقها را رزقها او می دهد　　زانکه گندم بے غذائے کے چرد

نیست شرح این سخن را منتهی　　پارهٔ گفتم بدان زان پاره‌ها

جمله عالم آکل و ماکول دان　　باقیان را مقبل و مقبول دان

این جهان و ساکنانش منتشر　　وان جهان و سالکانش مستمر

این جهان و عاشقانش منقطع　　اهل آن عالم مخلد مجتمع

پس کریم آنست کو خود را دهد　　آب حیوانے که ماند تا ابد

باقیات الصالحات آمد کریم　　رسته از صد آفت و اخطار و بیم

گر هزار انند یک تن بیش نیست　　چون خیالات عدد اندیش نیست

آکل و ماکول را حلق است و نای
غالب و مغلوب را عقل است و رای

حلق بخشید او عصای عدل را
خورد او چندان عصا و حبل را

واندرو افزون نشد زان جمله اکل
زانکه حیوانی نبودش اکل و شکل

مر یقین را چون عصا هم حلق داد
تا بخورد او هر خیالاتی که زاد

پس معانی را چو اعیان حلقهاست
رازق حلق معانی هم خداست

پس ز ماهی تا به مه از خلق نیست
که بجذب مایه او را حلق نیست

حلق نفس از وسوسه خالی شود
میهمانی وحی اجلالی شود

حلق جان از فکر تن خالی شود
وانگهی روزیش اجلالی شود

حلق عقل و دل چو خالی شد ز فکر
یافت او بی هضم معده رزق بکر

شرط تبدیل مزاج آمد بدان
کز مزاج بد بود مرگ بدان

چون مزاج آدمی گل خوار شد
زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شد

چون مزاج زشت آن تبدیل یافت
رفت زشتی وز رخش چون شمع تافت

دایهٔ کو شیرخواره طفل را
تا نعم [illegible] ها کند او را غذا

دایهٔ کو طفل شیرآموز را — تا به نعمت خوش کند بدپوز را
گر ببندد راه یک پستان برو — برگشاید راه صد بستان برو
زانکه پستان شد حجاب آن ضعیف — از هزاران نعمت و خوان و رغیف
پس حیات ماست موقوف فطام — اندک اندک جهد کن تم الکلام
چون جنین بد آدمی بد خون غذا — از نجس مومن برد پاکے کذا
چون جنین بد آدمی خون خوار بود — بود او را بود از خون تار و پود
از فطام خون غذایش شیر شد — وز فطام شیر لقمه گیر شد
وز فطام لقمه لقمانی شود — طالب و مطلوب پنهانی شود
گر جنین را کس بگفتی در رحم — هست بیرون عالمی بس منتظم
یک زمینی خرمی با عرض و طول — اندرو بس نعمت و بس اکول
کوه‌ها و بحرها و دشت‌ها — بوستانها باغ‌ها و کشت‌ها
آسمانی بس بلند و پرضیا — آفتاب و ماهتاب و صد سها
از شمال و از جنوب و از دبور — باغها دارد عروسیها و سور

در صفت ناید عجائب ہائے آں — تو دریں ظلمت چہ در امتحاں

خوں خوری در چار میخ تنگنا — در میان حبس انجاس و عنا

او بحکم حال خود منکر بُدے — زیں رسالت معرض و کافر شدے

کایں محالست و فریب است و غرور — زانکہ وہم کور از یں معنیست دور

جنس چیزے چوں ندید ادراک او — نشنود ادراک منکرناک او

ہمچنانکہ خلق عام اندر جہاں — زاں جہاں ابدال می گویندشاں

کیں جہاں چاہیست بس تاریک و تنگ — ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ

ہیچ در گوش کسے زایشاں نرفت — کایں طمع آمد حجاب ژرف و زفت

گوش را بندد طمع از استماع — چشم را بندد غرض از اطلاع

ہمچنانکہ آں جنیں را طمع خوں — کاں غذائے اوست در اوطان دوں

از حدیث ایں جہاں محجوب کرد — خون تن را بر دلش محبوب کرد

زیں ہمہ انواع نعمت ماند فرد — غیر خوں او می نداند چاشت خورد

بر تو ہم طمع خوشی ایں جہاں — شد حجاب آں خوشی جاوداں

(۸)

طمع ذوق ایں حیات پر غرور　از حیات راستینت کرد دور

پس طمع کورت کند نیکو بداں　بر تو پوشاند یقیں را بے گماں

حق ترا باطل نماید از طمع　در تو صد کوری فزاید از طمع

از طمع بیزار شو چوں راستاں　تانہی پا بر سر آں آستاں

کاندراں در چوں درآئی وارہی　از غم و شادی قدم بیروں نہی

چشم جانت روشن و حق بیں شود　بے ظلام کفر نور دیں شود

پند پیراں را پذیرا شو بجاں　تارہی از خوف و مانی در اماں (۹)

بشنو اکنوں قصۂ تمثیل آں　تا بیابی در حقیقت نور آں

اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر بھی معرض اظہار میں لائیے اسلئے کہ تثلیث سنت ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ ایک مضمون کو تین بار بیان فرماتے تھے کبھی ایک ہی عنوان سے جبکہ اختلال فی السماع کا اندیشہ ہو۔ اور کبھی عنوان بدلکر جبکہ اختلال فی الفہم محتمل ہو اور ہر دو صورت میں تمکین فی اذہان السامعین بھی مقصود ہوتی تھی پس آپ نے مضمون توحید و اصلاح روح و ضرورت شیخ کو دو بار تو مختلف عنوانوں سے ہر دو دفتر سابق میں بیان فرما دیا ہے تیسری بار تیسرے عنوان سے اور بیان فرما دیجئے تاکہ سنت پر بھی عمل ہو جائے اور یہ مضامین عالیہ اچھی طرح سمجھ میں آکر اذہان میں راسخ ہو جائیں آپ کو جو کچھ عذر ہوں سبکو چھوڑ دیجئے اور تیسرے دفتر میں اسرار کا خزانہ کھولدیجئے اعذار آپ کو مغلوب نہیں کر سکتے بلکہ آپ اعذار کو مغلوب کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کی قوت قوت الٰہیہ ہے جو آپ کو حق سبحانہٗ کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور وہ قوت نہیں جو ان رگوں کی مضبوطی سے پیدا ہوتی ہے جو حرارت سے متحرک ہوتی ہیں کہ آپ اعذار سے مغلوب ہو سکیں کسی پا بند اسباب ظاہرہ کو شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ منشا قوت تو عروق ہی ہیں پھر کوئی ایسی قوت کیونکر ہو سکتی ہے جسکا منشا عروق نہوں کیونکہ مسببات کیلئے دو قسم کے اسباب ہوتے ہیں

اولاً اسباب ظاہرہ عادیہ دوم اسباب مخفیہ غیر عادیہ چنانچہ نظائر اور مثالیں بیر شاہد ہیں جن سے چشم پوشی نہیں
ہو سکتی مثلاً چراغ کی روشنی سبب ہے تیل بتی وغیرہ سے مگر آفتاب کی روشنی کیلئے نہ تیل کی ضرورت ہے نہ بتی کی
علی ہذا سقف خیمہ وغیرہ ستونوں اور رسیوں سے قائم ہوتی ہے لیکن سقف فلک کیلئے نہ ستون کی ضرورت ہے
نہ رسی کی حاجت خود قوت ہی کو لو جبرئیل کو حق سبحانہ نے شدید القوی ذو مرہ فرمایا ہے حالانکہ اُن کی قوت کھانے
پینے اور رگ و ریشہ سے مستفاد نہیں بلکہ وہ ایسی دیدار حق سبحانہ سے مستفاد ہیں جو اُن کی استعداد کے مناسب ہے
پس یوں ہی ابدال اور دیگر اہل اللہ کی قوت بھی حق سبحانہ سے مستفاد ہے نہ کہ کھانے پینے وغیرہ سے اگر منشا اس
اشتباہ کا یہ ہو کہ تم اُن کے اجسام کو اپنے اجسام کے مماثل دیکھ رہے ہو لہذا اُن کی قوت کو بھی اپنی قوت پر قیاس
کرتے ہو تو یہ بھی غلط ہے اسلئے کہ اُن کے اجسام تمہارے اجسام سے گو دیکھنے میں مشابہ معلوم ہوں مگر حقیقت میں مماثل
نہیں کیونکہ ان کے رگ و ریشہ میں نور پیوست ہو گیا ہے اسلئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان کے جسم کا خمیر نور سے ہوا ہے
حتیٰ کہ ان کے اجسام لطافت معنویہ میں دیگر اشخاص کی ارواح سے اور فرشتوں کی اجسام سے بھی بڑھ گئے ہیں پھر تم کو
ان سے کیا نسبت اور تمہارا ان کو اپنے اوپر قیاس کرنا کہاں تک صحیح ہے (اب دفع دخل مقدر سے فارغ ہو کر پھر حسام الدین
کو خطاب فرماتے ہیں) آپ تو حق سبحانہ کے اوصاف سے موصوف اور متخلق باخلاق اللہ ہیں آپ معمولی اعذار سے
کیا متاثر ہوتے کیونکہ آپ تو بڑے بڑے عوارض سے بھی متاثر نہیں ہوتے دیکھو آتش شہوات و غضب کسقدر تیز ہے مگر خلیل
کی طرح آپ کے لئے گلستاں اور ٹھنڈی اور غیر مضر بنگئی کیوں نہ ہو کہ یہ آتش ناشی ہے عناصر سے پس جبپر عناصر غالب
ہونگے اسکے لئے یہ آتش بھی مضر ہوگی اور جسکے عناصر مغلوب ہوں گے اسکے لئے یہ آتش بھی غیر مضر ہوگی چنانچہ عناصر
آپکے مزاج کے غلام ہیں پھر یہ آتش آپ کو کیا مضر ہو سکتی ہے آپ کا مزاج تو ایک نرالا مزاج ہے کیونکہ تمام مزاجوں کا
مادہ عناصر اربعہ ہیں لیکن آپکا مزاج سب سے فائق ہے کہ اُس کا مادہ عناصر نہیں بلکہ اس عالم فراخ میں آپ کے مزاج نے
بوجہ تخلق باخلاق اللہ کے صفت اتحاد بحق سبحانہ حاصل کر لی ہے جس سے آپ کو مزاج خاص حاصل ہوا ہے جسمیں عناصر کو
دخل نہیں جسکی بنا پر جسطرح عناصر حق سبحانہ کیلئے مغلوب و مقہور ہیں یونہی وہ عناصر آپکے مزاج کے بھی مغلوب و مقہور
ہونگے پس اب وہ شبہ مندفع ہو گیا جو ہمارے اس قول پر واقع ہو سکتا تھا کہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں لیکن
افسوس کہ مخلوق کی افہام کا میدان نہایت تنگ ہے کہ آپ کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اور خواہ مخواہ کے شبہات
پیدا کرتے ہیں بات یہ ہے کہ ارواح مخلوق کیلئے اس غذا کے مناسب حلق بھی نہیں کہ یہ غذائے ادراک حقیقت ان کے
اندر پہونچ سکے لیکن اے ضیاء الحق والدین آپ کی مہارت تامہ و کمال کے سبب یہ حلوائے شیریں یعنی معرفت حقیقت
حال پتھر میں بھی حلق پیدا کر سکتا ہے اور پتھر کے اندر بھی یہ غذا پہونچکر اسکو آپ کی حقیقت حال سے واقف کر سکتی ہے
یہ تو پھر بھی انسان ہیں اور گو نہ استعداد رکھتے ہیں پس اگر آپ چاہیں تو اُن کا آگاہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں یہ میرا کورا
ہی دعوی نہیں بلکہ میں اس دعوی پر دلیل رکھتا ہوں دیکھو کوہ طور پتھر ہی تو تھا مگر تجلی کیلئے اسمیں حلق پیدا ہو گیا حتی کہ
اُس نے وہ شراب تجلی پی لی اور اتنی پی کہ برداشت نہ کر سکا بلکہ پھٹ گیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا بھلا بتلاؤ کہیں تم نے

پتھر کو بھی اونٹ کی طرح وجد میں دیکھا ہے ہرگز نہیں پھر کوہ طور کی یہ حالت کیسے ہوگئی کیا وہ شراب پیئے بغیر ہوگئی ہرگز نہیں پھر کیا شراب کے مناسب حلق پیدا ہو گیا تھا اور خدا نے پیدا کر دیا تھا اسکے ساتھ ایک مقدمہ اور شامل کرو جو سابق سے معلوم ہو چکا ہے وہ یہ کہ ممدوح الصدر متصف باوصاف حق سبحانہ اور متحد بحق جل عظمتہ بوحدۃ الاصطلاحیہ ہیں اور تصرف میں جارحہ حق سبحانہ ہیں اسکے ملانے سے صاف نتیجہ نکل آیا کہ ممدوح الصدر پتھر میں حلق پیدا کر سکتے ہیں اسکے بعد مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر شخص دوسرے شخص کو کھانا دے سکتا ہے مگر حلق نہیں دیسکتا حلق صرف حق سبحانہ عطا کر سکتے ہیں کبھی بواسطہ جارحہ جیساکہ اوپر مذکور ہوا اور کبھی بلاواسطہ جیساکہ آگے مذکور ہوگا (ف) یہاں ایک شبہ واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اسکو تسلیم کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا دیتا ہے نیز یہ بھی مانا گیا ہے کہ مولانا حسام الدین حلق دے سکتے ہیں اور کھانا دینا اور حلق دینا حقیقۃً دونوں فعل حق سبحانہ کے ہیں پس اگر بالنظر الی الحقیقۃ عباد سے اسکی نفی کیجائے تو دونوں منفی ہونگے اور اگر بالنظر الی الظاہر عباد کیلئے ان کو ثابت کیا جائے تو دونوں ثابت ہونگے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو بندوں کیلئے ثابت کیا گیا اور دوسرے کو عباد سے نفی کر کے ذات حق سبحانہ میں منحصر کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعطائے طعام میں قدرت و اختیار عبد کو دخل ہے گو وہ قدرت و اختیار بھی موہوب من اللہ ہے اسلئے اسکو بندوں کے لئے ثابت کیا گیا۔ اور اعطائے حلق میں قدرت و اختیار عبد کو دخل نہیں بلکہ وہاں محض قدرت الٰہیہ کام کرتی ہے اگرچہ ظہور اس فعل کا عبد کے ہاتھوں ہوتا ہے اسلئے اسکو عبد سے اتنا تعلق نہیں جتنا کہ اعطائے طعام کو لہذا اسکو اس سے نفی کیا گیا اور صرف حق سبحانہ کے لئے ثابت کیا گیا میں محض تقریب فہم کے لئے اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں گو یہ حقیقی مثال نہیں کیونکہ حق سبحانہ مثال سے منزہ ہیں وللہ المثل الاعلیٰ۔ مثلاً ایک آدمی ایک وقت پیدل چلتا ہے اور دوسرے وقت ریل میں سفر کرتا ہے پہلی صورت میں وہ اپنی قوت سے جا رہا ہے اور دوسری صورت میں انجن کی قوت سے اس صورت میں یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ آدمی ایک گھنٹہ میں چالیس میل سفر کر سکتا ہے یہ تو ایسا ہے جیساکہ اوپر مولانا حسام الدین کو کہا گیا ہے کہ آپ پتھر کو حلق دے سکتے ہیں اور یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آدمی مثلاً چار میل تو ایک گھنٹہ میں چل سکتا ہے مگر چالیس میل چلنا صرف انجن کا کام ہے یہ ایسا ہے جیساکہ بیان کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا تو دے سکتا ہے مگر حلق دینا حق سبحانہ ہی کا کام ہے اس وقت حصر بھی صحیح ہوگا اور تناقض بھی نہ ہوگا اور اعطائے طعام اور اعطائے حلق میں فرق بھی ظاہر ہو جائیگا واللہ اعلم اور معلوم ہوا کہ اعطائے حلق حق سبحانہ کا کام ہے اب سمجھو کہ وہ ہر چیز کو اسکے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں وہ جسم کو جسم کے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں اور روح کو روح کے مناسب اور ہر ہر عضو کو جدا جدا ان کے مناسب مگر روح کو اپنی اصلی غذا کھانے کیلئے۔ اور اسرار و معارف الٰہیہ سے بہرہ ور ہونے کے لئے اسی وقت حلق عطا فرماتے ہیں جبکہ وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے اور دغا و دغل و دیگر ملکات سیئہ سے پاک صاف ہو جائے اسمیں علاوہ دیگر مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ آدمی اسرار الٰہیہ کو فاش نہ کر سکے تاکہ وہ ان قند کے مثل لذیذ علوم مکاشفہ کو نااہلوں کے سامنے جو کہ [illegible] کے مانند ہیں بیان نہ کرنے لگے کیونکہ جو چیز آسانی سے ملتی ہے اسکی قدر نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا

کہ اسرار حق سبحانہ کو وہ ہی معلوم کرسکتا ہے جو سوسن کی طرح سو زبانیں رکھتا ہو لیکن گونگا ہو یعنی زبان رکھتا ہو مگر ظاہر نہ کرسکے اور یہ ایسے وقت ممکن ہے جبکہ اسکو اسکی قدر ہو اور یہ بات حاصل ہوتی ہے ریاضات و مجاہدات میں مشقت اٹھانے اور ملکات رذیلہ کو دور کرنے سے اس سے اس شرط کی ضرورت ہوئی جو حق سبحانہ اپنی عنایت سے خاک کو بھی حلق عطا فرماتے ہیں مگر اس کے مناسب حتی کہ وہ پانی سے غذا حاصل کرتی ہے اور انواع و اقسام کے نباتات پیدا ہوتے ہیں پھر حیوان کو حلق عطا فرماتے ہیں حتی کہ وہ نباتات کو کھا جاتا ہے اور نباتات کو کھا کر حیوان موٹا تازہ ہوتا ہے تو انسان اسکو حلق کے ذریعہ سے کھا جاتا ہے جو اسکو عطا ہوا ہے اور حیوان کا صفایا ہو جاتا ہے اب پھر مٹی کی باری آتی ہے اور وہ اپنے اس حلق سے جو اسکے مناسب اسکو عطا ہوا ہے انسان کو کھا جاتی ہے جبکہ اسکی روح و حواس وغیرہ اس سے جدا ہو جاتے ہیں اسکے علاوہ میں نے بہت سے ذرے اپنی نظر کشفی سے دیکھے ہیں جنکو ان کے مناسب حلق عطا کیا گیا ہے اور وہ اپنی مناسب غذا کیلئے منہ کھولے ہوئے ہیں جنکی خوراک کی اگر میں تفصیل بیان کروں تو بہت طول ہو جاوے حق سبحانہ نے اپنے انعام سے پتوں کو بھی سامان تغذی عطا فرمایا ہے اور اس کا لطف تمام مربیوں کی بھی تربیت فرماتا ہے وہ رزقوں کو بھی رزق عطا کرتا ہے کیونکہ گندم وغیرہ بلا غذا کے کیسے نشو و نما پاسکتے ہیں اس گفتگو کی کوئی انتہا نہیں یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے خوب سمجھ لو کہ اسکے بے تعداد حصوں میں سے ایک مختصر سا حصہ ہے خلاصہ یہ کہ تمام عالم آپس میں ایک دوسرے کو کھاتا اور اسکو فنا کرتا ہے اور جو آکلیت و ماکولیت مخصوصہ کے قبضہ سے باہر ہیں وہی صاحب اقبال اور مقبول حق سبحانہ ہیں یہ عالم ناسوت اور اسکے رہنے والے یعنی وہ لوگ جو اسمیں منہمک ہیں سب منتشر اور فانی ہیں اور وہ عالم مخفی اور اسکے رہنے والے مستمر اور ابدی ہیں دنیا اور اسکے عشاق ختم ہو جانے والے ہیں اور وہ عالم علوی اور اسکے متعلقین ہمیشہ رہنے والے اور متحد و متفق ہیں کہ ان میں بوجہ عدم تخالف اغراض کے اختلاف نہیں (ف یاد رکھو کہ اہل اللہ کو جو باقی کہا ہے سو اس بقاء سے بقاء حیات روحانی مراد ہے اور فنا غیر اہل اللہ سے مراد عدم حیات روحانی ہے خواہ موت روحانی کے ضمن میں متحقق ہو خواہ عدم کے ضمن میں تمام کے آکل و ماکول ہونے اور اہل اللہ کے اس قضیہ سے خارج ہونے سے مراد یہ ہے کہ جملہ عالم آکلیت و ماکولیت مخصوصہ میں منہمک ہے اور اہل اللہ منہمک نہیں گو فی الجملہ آکلیت و ماکولیت مخصوصہ ان سے بھی متعلق ہے اب نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ فانی تو اہل اللہ بھی ہیں کہ وہ مرتے ہیں اور روح تو کفار وغیرہ کی بھی باقی رہنے والی ہے اور آکل و ماکول سے تو اہل اللہ بھی خارج نہیں وجہ اندفاع ظاہر ہے) جب یہ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے سوا سب فانی ہیں تو کریم اور بھلا مانس اور اچھا شخص وہی ہے جو اپنی روح کو آب حیات یعنی معرفت حق سبحانہ سے سیراب کرے جس سے کہ اسکو حیات روحانی ابدی حاصل ہو باقیات الصالحات کا اصل مصداق یہی شخص ہے کہ اس کے لیے حکم ہے لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون نہ ان کو کوئی خوف ہے نہ ہلاک روحانی وغیرہ کا خطرہ و اندیشہ۔ ان لوگوں کی ایک عجیب صفت یہ ہے کہ جسکی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اگر یہ ہزاروں بھی ہوں تب بھی ایک نفس سے زیادہ نہیں کیونکہ سب کا مقصود واحد ہوتا ہے اسلئے ان میں اتحاد و یگانگت ہوتی ہے اور ایسے جدا اور متباین نہیں ہوتے جیسے اس

شخص کے خیالات جو اعداد کا خیال کرتا ہو کہ اس کا ہر خیال دوسرے خیال کے مبائن ہوتا ہے کیونکہ ایک کا خیال دو کے خیال کے خلاف ہے اور دو کا تین کے اور تین کا چار کے علی ہذالقیاس جنکا مطمح نظر کلیت و ماکولیت ہے اور جو انہیں میں منہمک ہیں اُن کے لئے تو حلق وہ نالی ہی ہے جس سے وہ کھاتے یا کھائے جاتے ہیں یعنی ان پر تو حیوانیت کا غلبہ ہے اور جو اپنے نفس پر غالب اور مغلوب حق ہیں ان پر روحانیت غالب ہے اور ان کو عقل ورائے عطا ہوئی ہے یہانتک مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدل قائم کرنے والی اور ظلم کو دفع کرنے والی لاٹھی کو بھی حلق عطا فرمایا تھا کہ وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیونکو کھا گئی تھی مگر چونکہ اس کا اکل اور اُسکی شکل عام حیوانوں کی طرح نہ تھی گو وہ بھی حقیقۃً حیوان تھی کیونکہ اُسکو اکل سے دیگر حیوانات کی طرح تغذی مقصود نہ تھی نیز اسکی حیوانیت اصلی نہ تھی بلکہ عارضی تھی کہ بوقت ضرورت اُسکو حاصل ہو جاتی تھی اور پھر فنا ہو جاتی تھی اسلئے اسمیں اس اکل سے کوئی زیادتی نہ ہوتی تھی نیز اس عصائے موسی علیہ السلام کی طرح حق سبحانہ نے یقین کو بھی حلق عطا فرمایا ہے کہ وہ ان خیالات فاسدہ کو کھا جاتا ہے جو آدمی کے اندر پیدا ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حق سبحانہ نے صرف اجسام ہی کو حلق عطا نہیں فرمایا بلکہ معانی کو بھی عطا فرمایا ہے جو ان کے مناسب ہے اور حلق معانی کو بھی حق سبحانہ غذا دیتے ہیں پس خلاصہ یہ ہے کہ نیچے سے اوپر تک کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے مناسب حلق نہ رکھتی ہو اور غذا حاصل نہ کرتی ہو پس روح کے لئے بھی حلق ہے اور وہ بھی غذا حاصل کرتی ہے کبھی غذا اصلی اور کبھی عارضی وساوس وغیرہ اُسکی غذائے عارضی ہیں اور حقائق و معارف غذائے اصلی جب تک کہ وہ غذائے عارضی سے منتفع ہوتی ہے اور وساوس و شکوک سے غذا حاصل کرتی ہے اسوقت تک غذائے اصلی سے محروم رہتی ہے اور جبکہ اس غذا کو چھوڑ دیتی ہے اُسوقت اُسکی الہام حق سے مہمانی کیجاتی ہے اور جب روح کو فکر جسم سے نجات حاصل ہوتی ہے اُسوقت اُسکو حق سبحانہ تعلق رکھنے والا رزق یعنی معرفت الٰہیہ عطا ہوتا ہے اور جب عقل و دل فکر اصلاح جسم سے فارغ ہوتے ہیں اسوقت انکو نیا رزق ملتا ہے جسکو ہضم معدہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور تبدیل مزاج اسلئے مشروط ہے کہ سوء مزاج سوء مزاج والے کے لئے مہلک ہے وہ ضرور ہلاک کر کے چھوڑتا ہے اور جب تک اُسکی اصلاح نہ ہو اُسوقت تک کوئی غذا عادۃً مفید نہیں ہوتی مثلاً جب آدمی مٹی کھانے کا عادی ہوتا ہے تو اُسکی رنگت زرد ہو جاتی ہے اور بیمار اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے خواہ کیسی ہی قوی غذا کھائے بالآخر فنا ہو جاتا ہے اور جبکہ سوء مزاج جاتا رہا تو اُسکی خرابی بھی رفع ہو جاتی ہے اور جو غذا کھاتا ہے اُس سے اُس کا چہرہ شمع کی مانند چمکنے لگتا ہے اسلئے اس روحانی غذا کیلئے تبدیل مزاج روح ضروری ہے ایک تو مماثلت اس سیئی الاخلاق والملکات شخص کو گلخوار سے ہے جیسے کہ اوپر معلوم ہوا دوسری مشابہت اُسکو طفل شیر خوار سے ہے کہ جسطرح وہ دودھ کے سبب اغذیہ نفیسہ سے محروم ہے یوں ہی یہ شخص اس غذائے عارضی یعنی ملکات سیئہ و اخلاق رذیلہ کے سبب بہترین و اصلی غذا یعنی معرفت حق سبحانہ سے محروم ہے پس کاش کوئی شخص ایسا ہو کہ جسطرح دایہ طفل شیر خوار کا دودھ چھڑا کر دیگر نعمتوں کو اُسکی غذا بناتی اور اُسکے برے مُنہ کو جو دودھ پینے کا عادی ہو گیا تھا دوسری نعمتوں سے اچھا کرتی اور اُسکی چاٹ لگاتی ہے یوں ہی وہ شخص اُسکو بھی ان اغذیہ فاسدہ یعنی ملکات رذیلہ سے چھوڑا کر اچھی غذاؤں پر لگا دے

۱۳

کہ اسرار حق سبحانہ کو وہ ہی معلوم کر سکتا ہے جو سوسن کی طرح سو زبانیں رکھتا ہو لیکن گونگا ہو یعنی زبان رکھتا ہو
مگر ظاہر نہ کر سکے اور یہ ایسے وقت ممکن ہے جبکہ اسکو اسکی قدر ہو اور یہ بات حاصل ہوتی ہے ریاضات و مجاہدات
میں مشقت اٹھانے اور ملکات رذیلہ کو دور کرنے سے اس سے اس شرط کی ضرورت ہوئی جو حق سبحانہ اپنی عنایت سے
خاک کو بھی حلق عطا فرماتے ہیں مگر اس کے مناسب حتی کہ وہ پانی سے غذا حاصل کرتی ہے اور انواع واقسام کے نباتات
پیدا ہوتے ہیں پھر حیوان کو حلق عطا فرماتے ہیں حتی کہ وہ نباتات کو کھاتا ہے اور نباتات کو کھا کر حیوان موٹا تازہ
ہوتا ہے تو انسان اسکو حلق کے ذریعہ سے کھاتا ہے جو اسکو عطا ہوا ہے اور حیوان کا صفایا ہو جاتا ہے اب
پھر مٹی کی باری آتی ہے اور وہ اپنے اس حلق سے جو اسکے مناسب اسکو عطا ہوا ہے انسان کو کھا جاتی ہے جبکہ اسکی
روح وحواس وغیرہ اس سے جدا ہو جاتے ہیں اسکے علاوہ میں نے بہت سے ذرے اپنی نظر کشفی سے دیکھے ہیں جنکو ان کے
مناسب حلق عطا کیا گیا ہے اور وہ اپنی مناسب غذا کیلئے منہ کھولے ہوئے ہیں جنکی خوراک کی اگر میں تفصیل بیان
کروں تو بہت طول ہو جاوے حق سبحانہ نے اپنے انعام سے پتوں کو بھی سامان تغذی عطا فرمایا ہے اور اس کا
لطف تمام مربیوں کی بھی تربیت فرماتا ہے وہ رزقوں کو بھی رزق عطا کرتا ہے کیونکہ گندم وغیرہ بلا غذا کیسے نشو ونما
پا سکتے ہیں اس گفتگو کی کوئی انتہا نہیں یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے خوب سمجھ لو کہ اسکے بے تعداد حصوں میں سے
ایک مختصر سا حصہ ہے خلاصہ یہ کہ تمام عالم آپس میں ایک دوسرے کو کھاتا اور اسکو فنا کرتا ہے اور جو آکلیت و ماکولیت
مخصوصہ کے قبضہ سے باہر ہیں وہی صاحب اقبال اور مقبول حق سبحانہ ہیں یہ عالم ناسوت اور اسکے رہنے والے یعنی
وہ لوگ جو انہیں منہمک ہیں سب منتشر اور فانی ہیں اور وہ عالم مخفی اور اسکے رہنے والے مستمر اور ابدی ہیں دنیا اور اسکے
عشاق ختم ہو جانے والے ہیں اور وہ عالم علوی اور اسکے متعلقین ہمیشہ رہنے والے اور متحد و متفق ہیں کہ ان میں بوجہ
عدم تخالف اغراض کے اختلاف نہیں (ف) یاد رکھو کہ اہل اللہ کو جو باقی کہا ہے سو اس بقاء سے بقاء حیات
روحانی مراد ہے اور فنا غیر اہل اللہ سے مراد عدم حیات روحانی ہے خواہ موت روحانی کے ضمن میں متحقق ہو خواہ
عدم کے ضمن میں تمام کے آکل و ماکول ہونے اور اہل اللہ کے اس قضیہ سے خارج ہونے سے مراد یہ ہے کہ جملہ عالم
آکلیت و ماکولیت مخصوصہ میں منہمک ہے اور اہل اللہ منہمک نہیں گو فی الجملہ آکلیت و ماکولیت مخصوصہ ان سے بھی متعلق ہے
اب یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ فانی تو اہل اللہ بھی ہیں کہ وہ مرتے ہیں اور روح تو کفار وغیرہ کی بھی باقی رہنے والی ہے
اور آکل وماکول سے تو اہل اللہ بھی خارج نہیں وجہ اندفاع ظاہر ہے) جب یہ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے سوا سب فانی
ہیں تو کریم اور بھلا مانس اور اچھا شخص وہی ہے جو اپنی روح کو آب حیات یعنی معرفت حق سبحانہ سے سیراب کرے جس سے
کہ اسکو حیات روحانی ابدی حاصل ہو باقیات الصالحات کا اصل مصداق یہی شخص ہے کہ اس کے لئے حکم ہے
لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون نہ ان کو کوئی خوف ہے نہ ہلاک روحانی وغیرہ کا خطرہ واندیشہ۔ ان لوگوں کی
ایک عجیب صفت یہ ہے کہ جسکی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اگر یہ ہزاروں بھی ہوں تب بھی ایک نفس سے زیادہ نہیں
کیونکہ سب کا مقصود واحد ہوتا ہے اسلئے ان میں اتحاد و یگانگت ہوتی ہے اور ایسے جدا اور متباین نہیں ہوتے جیسے اس

شخص کے خیالات جو اعداد کا خیال کرتا ہو کہ اس کا ہر خیال دوسرے خیال کے مباین ہوتا ہے کیونکہ ایک کا خیال دو
کے خیال کے خلاف ہے اور دو کا تین کے اور تین کا چار کے علی ہذا القیاس جنکا مطمح نظر اکلیت و ماکولیت ہے اور جو انہیں میں
منہمک ہیں اُن کے لئے تو حلق وہ نالی ہی ہے جس سے وہ کھاتے یا کھائے جاتے ہیں یعنی ان پر تو حیوانیت کا غلبہ ہے
اور جو اپنے نفس پر غالب و مغلوب حق ہیں ان پر روحانیت غالب ہے، اور ان کو عقل ورائے عطا ہوئی ہے۔ یہانتک
مضمون ارشادی کو ختم کرکے پھر مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدل قائم
کرنے والی اور ظلم کو دفع کرنے والی لاٹھی کو بھی حلق عطا فرمایا تھا کہ وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا گئی تھی مگر چونکہ
اس کا اکل اور اُسکی شکل عام حیوانوں کی طرح نہ تھی گو وہ بھی حقیقۃ حیوان تھی کیونکہ اُسکو اکل سے دیگر حیوانات کی طرح تغذی
مقصود نہ تھی نیز اسکی حیوانیت اصلی نہ تھی بلکہ عارضی تھی کہ بوقت ضرورت اُسکو حاصل ہوجاتی تھی اور پھر فنا ہوجاتی
تھی اسلئے اسمیں اس اکل سے کوئی زیادتی نہ ہوتی تھی نیز اس عصائے موسی علیہ السلام کی طرح حق سبحانہ نے یقین کو بھی
حلق عطا فرمایا ہے کہ وہ ان خیالات فاسدہ کو کھا جاتا ہے جو آدمی کے اندر پیدا ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حق
سبحانہ نے صرف اجسام ہی کو حلق عطا نہیں فرمایا بلکہ معانی کو بھی عطا فرمایا ہے جو ان کے مناسب ہے اور حلق معانی کو
بھی حق سبحانہ غذا دیتے ہیں پس خلاصہ یہ ہے کہ نیچے سے اوپر تک کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے مناسب حلق نہ رکھتی
ہو اور غذا حاصل نہ کرتی ہو پس روح کے لئے بھی حلق ہے اور وہ بھی غذا حاصل کرتی ہے کبھی غذا اصلی اور کبھی عارضی وساوس
وغیرہ اُسکی غذائے عارضی ہیں اور حقائق و معارف غذائے اصلی جب تک کہ وہ غذائے عارضی سے منتفع ہوتی ہے اور
وساوس و شکوک سے غذا حاصل کرتی ہے اسوقت تک غذائے اصلی سے محروم رہتی ہے اور جبکہ اس غذا کو چھوڑ دیتی ہے
اسوقت اُسکی الہام حق سے مہمانی کیجاتی ہے اور جب روح کو فکر جسم سے نجات حاصل ہوتی ہے اُسوقت اُسکو حق سبحانہ سے
تعلق رکھنے والا رزق یعنی معرفت الٰہیہ عطا ہوتا ہے اور جب عقل و دل فکر اصلاح جسم سے فارغ ہوتے ہیں اسوقت اُنکو
نیا رزق ملتا ہے جسکو ہضم معدہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور تبدیل مزاج اسلئے مشروط ہے کہ سوء مزاج سوء مزاج والوں کے
لئے مہلک ہے وہ ضرور ہلاک کرکے چھوڑتا ہے اور جب تک اُسکی اصلاح نہو اُسوقت تک کوئی غذا عادۃً مفید نہیں ہوتی
مثلاً جب آدمی مٹی کھانے کا عادی ہوتا ہے تو اُسکی رنگت زرد ہوجاتی ہے اور بیمار اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے خواہ کیسی
ہی قوی غذا کھائے بالآخر فنا ہوجاتا ہے اور جبکہ سوء مزاج جاتا رہا تو اُسکی خرابی بھی رفع ہوجاتی ہے اور جو غذا کھاتا ہے
اُس سے اُس کا چہرہ شمع کی مانند چمکنے لگتا ہے اسلئے اس روحانی غذا کیلئے تبدیل مزاج روح ضروری ہے ایک تو مماثلت
اس سیئ الاخلاق والملکات شخص کو گلخوار سے ہے جیسے کہ اوپر معلوم ہوا دوسری مشابہت اُسکو طفل شیرخوار سے ہے کہ
جسطرح وہ دودھ کے سبب اغذیہ نفیسہ سے محروم ہے یوں ہی یہ شخص اس غذائے عارضی یعنی ملکات سیئہ و اخلاق رذیلہ
کے سبب بہترین و اصلی غذا یعنی معرفت حق سبحانہ سے محروم ہے پس کاش کوئی شخص ایسا ہو کہ جسطرح دایہ طفل شیرخوار کا
دودھ چھڑا کر دیگر نعمتوں کو اُسکی غذا بناتی اور اُسکے پرسے منہ کو جو دودھ پینے کا عادی ہوگیا تھا دوسری نعمتوں سے اچھا کرتی
اور اُسکی چاٹ لگاتی ہے یوں ہی وہ شخص اُسکو بھی ان اغذیہ فاسدہ یعنی ملکات رذیلہ سے چھوڑا کر اچھی غذاؤں پر لگائے

۱۳

یعنی اُسکو معرفت الٰہی کی چاٹ لگا دے دایہ جسوقت بچہ سے پستان چھوڑاتی ہے تو وہ اُس کا نقصان نہیں کرتی بلکہ سو باغوں کی راہ اُسپر کھولکر اُسکو بہت بڑی محرومی سے بچاتی ہے کہ وہ اُسکی سبب انواع و اقسام کے میوے کھانیکے قابل ہوتا ہے کیونکہ پستان اس کمزور بچہ کے لئے ہزاروں نعمتوں و طرح طرح کے کھانوں اور روٹیوں سے مانع تھا اس لئے اس مانع کو دور کردیا جس سے وہ محرومی سے بچ گیا پس اسی طرح سمجھ لو کہ ہماری حیات روحانی بھی اخلاق رذیلہ کے چھوڑنے پر منحصر ہے اگر شیخ ان کو چھوڑانا چاہے تو چین بجبین نہ ہونا چاہئے بلکہ اگر دفعۃً ممکن نہو تو آہستہ آہستہ ان کے چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہئے انشاء اللہ ایک دن تمکو وہ دولت عظمیٰ حاصل ہو جائیگی اور اُس شیرخوار کی طرح تم بھی محرومی سے بچ جاؤ گے اس تدریجی ترقی کی نظیر ہم تمکو محسوسات میں دکھلاتے ہیں۔ دیکھو جب آدمی شکم مادر میں تھا تو خون حیض اُسکی غذا تھی اور اپنی جنین ہونے کی حالت میں خون کھاتا تھا اور اُسکی ہستی کا دارومدار اسی خون پر تھا لیکن جب خون چھوٹا تو دودھ غذا ہوا گو اب بھی خون ہی کھا رہا ہے کیونکہ دودھ کا مادہ بھی خون ہی ہے لیکن حالت اولیٰ سے یہ حالت بہتر ہے کہ وہ ناپاک تھا یہ پاک ہے جب دودھ چھوٹتا ہے تو کھانا کھانا شروع کرتا ہے جو کہ پہلی دونوں غذاؤں سے بہتر غذا ہے اور جب یہ ظاہری غذا چھوٹتی ہے تو اُسوقت وہ ایک عارف ہوتا ہے اور حق سبحانہ کا طالب ہو کر غذائے روحانی سے متمتع ہوتا ہے یوں ہی مومن نجاسات روحانیہ سے رفتہ رفتہ پاک ہوتا ہے اور یونہی فیونما اُسکی حالت بدلتی رہتی ہے اور ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے تمکو اس کا یقین نہ آئیگا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ تمھاری حالت ایسی ہے جیسے بچہ شکم اگر اس بچہ سے کوئی کہے کہ شکم سے باہر منتسق النظام اور نہایت خوبی سے سجا ہوا ایک عالم ہے اور ایک سرسبز و شاداب بہت لمبی چوڑی زمین ہے اسمیں بہت سی نعمتیں اور بے انتہا کھانے کی چیزیں ہیں اسمیں پہاڑ ہیں دریا ہیں جنگل ہیں باغیچہ اور چمن ہیں کھیتیاں ہیں ایک عالیشان اور منور آسمان اسمیں ایک سورج ہے ایک چاند ہے اور سیکڑوں ستارے ہیں باد شمالی و جنوب پچھوا اور پروا ہوائیں چلتی ہیں بہت سے باغ ہیں بیاہ شادیاں ہوتی ہیں غرضکہ وہ عالم ایسا ہے کہ اُسکے عجائبات بیان سے باہر ہیں تو اس زحمت میں پڑا ہوا کیا کر رہا ہے تو تنگ شکنجہ میں پڑا ہوا خون کھا رہا ہے قید خانہ میں محبوس ہے گندگی میں لتھڑا ہوا ہے مصیبت میں گرفتار ہے تو وہ اپنی حالت کے لحاظ سے ان سب امور واقعیہ کا انکار کریگا اور اس پیام رسانی سے اعراض کریگا اور خلاف ورزی کریگا کبھی نہ مانیگا اور یہ کہے گا کہ یہ محال ہے فطرت کے خلاف ہے فریب ہے دھوکا ہے کیونکہ اسپر اندھے وہم کا غلبہ ہے اور وہم ان امور سے دور ہے جس شئے کی جنس کو اُس کے ادراک نے دیکھا ہی نہیں اُسکو اُس کا سرایا انکار ادراک کبھی تسلیم نہیں کر سکتا بس اسی طرح عام مخلوق کی حالت ہے جسمیں تو بھی داخل ہے کہ ابدال اور اہل اللہ ان کے سامنے عالم مخفی کی حالت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عالم ایک کنواں ہے جو تاریک و تنگ ہے اس سے باہر ایک اور عالم ہے جسمیں نہ اس عالم کی بو ہے نہ رنگ بلکہ بالکل نرالا ہے مگر کسی کے کان پر بھی جوں نہیں رینگتی اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ طمع اسکے لئے ایک زبردست حجاب ہو گئی ہے اور طمع وہ بری بلا ہے کہ کان کو خلاف مطلوب کے سننے سے روک دیتی ہے اور آنکھ کو دیکھنے سے باز رکھتی ہے جسطرح کہ جنین کو اس خون کی طمع تھی جو کہ اُس کے

(۱۴)

ذلیل وطن میں اسکی غذا ہے اس جہان کے متعلق گفتگو کے سننے سے روکدیا اور جسم کے خون ہی کو اسکے دل کا محبوب ومرغوب بنا دیا لہذا وہ ان طرح طرح کی نعمتوں سے محروم ہو گیا اور بجز خون کے اسکو کوئی غذا کھانا نصیب ہی نہ ہوا یونہی تیرے لئے بھی اس عالم کی خوشی حجاب ہو گئی اور تجھکو اس ابدی خوشی سے محروم کر دیا۔ اور حیات کی لذت کی طمع نے جو فی الحقیقت ایک دھوکے کی ٹٹی ہے تجھکو حقیقی اور سچی حیات سے دور کر دیا پس خوب سمجھ لو کہ طمع وہ بری بلا ہے کہ آدمی کو اندھا کر دیتی ہے اور حق کو پوشیدہ کر دیتی ہے طمع ہی کے باعث تمکو حق باطل نظر آتا ہے اور طمع ہی سیکڑوں پردے آنکھوں پر ڈالتی ہے پس تمکو چاہیے اور مخلص لوگوں کی طرح طمع سے دست بردار ہونا چاہیے تاکہ اس آستانہ پر قدم رکھ سکو جسمیں داخل ہونے کے بعد تمام رنج ومحن سے چھوٹ جاؤگے اور تمہاری روح منور اور حق بین ہو جائے اور سراپا نور دین بجائے جسمیں ظلمت کفر کا نام ونشان بھی نہو مشایخ کی بات تمکو جان ودل سے قبول کرنی چاہیے تاکہ خوف مکروہات دنیا وعقبیٰ سے چھوٹ کر باسول اور مصداق لاخوف علیھم ہو جاؤ اب تمکو اسکی مثال میں ایک قصہ سننا چاہیے تاکہ تم کو اس سے نور بصیرت حاصل ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱۵)

شرح شبیری

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار	ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لے آو اسلئے کہ سنت تین بار کرنا ہے۔ دفتر دوم کے دیباچہ کے شعر اول کے ذیل میں مولانا حسام الدین کا اور مولانا کا علاقہ تو بیان کر دیا گیا ہے کہ دونوں پیر بھائی ہیں مگر مولانا حسام الدین کی تکمیل مولانا رومی ؒ ہی سے ہوئی اور فیض اُن ہی سے ملا ہے مگر چونکہ پیر بھائی ہیں اسلئے مولانا اُن کا ادب بہت کرتے ہیں اور اُن کو اس طرح خطاب کرتے ہیں گویا کہ مولانا ان سے مستفیض ہیں اور کچھ عجیب بھی نہیں ہے اسلئے کہ بعض مرتبہ بڑوں کو چھوٹوں سے فیض ہو جاتا ہے اگرچہ وہ تھوڑا ہی سہی مگر یہاں قطع نظر اس سے مولانا کو صرف پیر بھائی ہونے ہی کا بہت ادب ہے اور کیوں نہ ہو آخر اپنے شیخ کی یادگار ہوتی ہے بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے کسقدر محبت کرتا ہے مگر ہاں چھوٹے کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے کو خورد ہی سمجھے لہذا اس لحاظ سے مولانا فرماتے ہیں کہ بھائی ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لکھ ڈالو اسلئے کہ ایک کام کو تین بار کرنا سنت ہے لہذا اس تیسرے دفتر کو لکھ ڈالو اب یہاں بعض نادان معترضین نے کچھ اعتراضات کیے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جب مولانا اس دفتر کے لکھنے کی وجہ

یہ بیان فرماتے ہیں کہ سنت تین دفعہ کرنا ہے تو پھر اسی پر کفایت کرتے آگے چوتھا دفتر کیوں لکھا بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں جو آیا ہے وہ تو ایک کام کے تین بار کرنے کو آیا ہے تو اگر مولانا دفتر اول ہی کو تین بار مکرر لکھتے تب تو یہ صحیح تھا اور جب وہ الگ الگ لکھے اور یہ الگ تو پھر کیسے صحیح ہوگا اسلئے کہ حدیث میں کہاں ہے کہ تین کام کیا کرو بلکہ وہاں تو یہ ہے کہ ایک کام کو تین بار کیا کرو اول کا تو جواب یہ ہے کہ مولانا نے جو یہ مصلحت لکھی ہے کہ سنت تین بار کرنا ہے تو اس میں مصلحت کا انحصار نہیں ہے بلکہ منجملہ اور مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور جواب دوسرے کا یہ ہے کہ مولانا کی تمام مثنوی میں دو مضمون ہیں ایک توحید دوسری ضرورت شیخ کامل ہی مضمون مختلف عنوانات سے آیا ہے لہذا جب مولانا نے اول دو دفتر لکھے تھے ان میں یہی مضمون تھا تو اب فرماتے ہیں کہ اسی مضمون کو پھر تیسری مرتبہ بھی بیان کرتے ہیں اسلئے بعض احادیث میں جو ایسا آیا ہے کہ راوی کہتا ہے کہ حضور نے یوں فرمایا یا یوں تو محدثین نے لکھا ہے کہ حضور بعض مرتبہ تو ایک بات کو تین مرتبہ ایک لفظ سے فرماتے تھے مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ایک ہی مضمون کو مختلف الفاظ سے تعبیر فرماتے تھے جیسے کہ استاد کہ ایک ہی تقریر کو بہ تبدیل الفاظ بیان کیا کرتا ہے پس جو کہ ایک راوی کو یاد رہا اس نے وہ الفاظ کہے اور دوسرے نے دوسرے کہے اسی طرح مولانا کی مثنوی میں بھی مضمون تو ایک ہی ہے مگر اسکی تعبیر مختلف ہے اور اس کا ماخذ خود حدیث سے نکل آیا فللہ الحمد اور اس قسم کے اور بھی بہت اور واہی شبہات کئے ہیں اور ان کے جوابات دئے ہیں جنکا بیان طول ہے اور بے فائدہ لہذا قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر کشا گنجینۂ اسرار را   در سوم دفتر بہل اعذار را

یعنی اسرار کے خزانہ کو کھول دیجئے اور تیسرے دفتر میں عذروں کو ترک کر دیجئے مطلب یہ کہ اگرچہ وہ اعذار جو کہ آپکو دوسرے دفتر کے شروع کے وقت تھے اب بھی ہیں یعنی غلبۂ توجہ الی الحق اور استغراق عالم غیب کا مگر اب اس تیسرے دفتر میں ان عذروں کو چھوڑ دیجئے اور ان کی پرواہ نہ کیجئے اسلئے کہ۔

قوت از قوت حق می زہد   نہ عروقی کز حرارت می جہد

یعنی آپ کی قوت تو قوت حق سے جوش مار رہی ہے نہ کہ عروق سے کہ حرارت کی وجہ سے کود رہی ہوں یہاں سے مولانا حسام الدین کا صاحب فاضل ہونا بیان فرماتے ہیں کہ آپ ان اعذار کی پرواہ نہ کیجئے اسلئے کہ یہ اعذار آپ کی اس قوت اور کمال کے سامنے کیا چیز ہیں آپ کی قوت قوت حق ہے اسکو ان ظاہری اسباب سے کیا تعلق جو قوت کہ ان اسباب ظاہری سے پیدا ہوتی ہے وہ تو ناقص ہوتی ہے اور عوارضات اسکو مغلوب کر سکتے ہیں مگر آپ کی قوت تو وہ قوت ہے کہ اسکو کوئی مغلوب ہی نہیں کر سکتا آپ کی شان بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کی ہے آگے ایک مثال فرماتے ہیں

ایں چراغ شمس کو روشن بود   نز فتیلہ و پنبہ و روغن بود

یعنی یہ سورج کا چراغ جو روشن ہے نہ بتی اور روئی اور تیل سے ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جسطرح چراغ شمس بلے اسباب ظاہر کے روشن ہے اسی طرح آپ کی قوت کو بھی ان اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے انعدام سے اُس قوت کا انعدام لازم ہو آگے دوسری اسی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

سقف گردوں کو چنیں دائم بود — نز طناب واستنے قائم بود

یعنی سقف گردوں کہ جو ایسی دائم ہے وہ طناب اور ستون سے قایم نہیں ہے بلکہ صرف قدرت حق اُس کو سنبھالے ہوئے ہے اسباب ظاہر کچھ بھی نہیں اور تیسری اسی کی مثال ہے کہ۔

قوت جبریل از مطبخ نبود — بود از دیدار خلاق وجود

یعنی قوت جبریل علیہ السلام کی کسی باورچیخانہ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اُس خلاق وجود ذات کے دیدار سے تھی مطلب یہ ہے کہ دیکھو جبریل علیہ السلام میں جو قوت ہے وہ کہیں اغذیہ مقوی کھانے کی وجہ سے تو نہیں ہے بلکہ وہ اُس دیدار حق کی وجہ سے ہے جو کہ اُن کی استعداد کے قابل ہے اُس سے اُن کے اندر ایک بہت بڑی قوت تو یہ آگئی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۱۷)

ہمچنیں ایں قوت ابدال حق — ہم ز حق داں نز طعام و نز طبق

یعنی اسی طرح ابدال حق کی قوت کو بھی حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھو نہ کہ طعام و طبق سے مطلب یہ ہے کہ بزرگان دین میں جو قوت اور ہمت ہوتی ہے وہ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے کہ رات رات بھر جاگتے ہیں اسقدر مجاہدات کرتے ہیں اور پھر ویسے ہی کے ویسے رہتے ہیں بلکہ غذائیں تو بعض کم کر دیتے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ قوت اور نشاط کسی ایسی وجہ سے ہے جو کہ ظاہری نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے اور وہ وہی ہے جو کہ حق کی وجہ سے ہو یہاں سے اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی تعریف اور اُن کی صفات کو بیان فرماتے ہیں اور آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ۔

جسم شاں را ہم ز نور اسرشتہ اند — تا ز روح و از ملک بگذشتہ اند

یعنی ان حضرات کے جسم کو بھی نور ہی سے گوندھا ہے یہاں تک کہ وہ (دوسری) ارواح سے اور فرشتوں سے بھی بڑھ گیا مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے جسم میں ایسی لطافت اور نور ہوتا ہے کہ اتنی لطافت اور نور دوسروں کی روح میں اور فرشتوں میں بھی نہیں ہوتا حالانکہ وہ ارواح اور ملائکہ سراپا نور ہیں مگر ان کی لطافت جسمی ان سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے تو پھر لطافت روحانی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے اور یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے اکابر دین کے چہرے کو جس کا جی چاہے دیکھ لے خدا کی قسم بڑے بڑے حسین جمیل اُن کے آگے جوتی کا تلا معلوم ہوتے ہیں خوب کہا ہے کہ

؎ قدامہ حبیں جن پہ سارے ہوئے ہیں ۔ او نہیں کے تو ہم ہائے مارے ہوئے ہیں

ہمارے سامنے تو ایک چہرہ ہے کہ ساری عمر میں اسکو دیکھا ہے آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا تو خدا کا شکر ہے کہ وہی چہرۂ زیبا دیکھا ہے خدا کی قسم وہ حُسن جو انہیں ہے کہیں ہےتے تو دیکھا نہیں اگر کسی اور نے دیکھا ہو تو وہ جانے ؎

ہے شان محبوبیت ہی کامل محبیت کی صفت ہی حاصل ۔ کہاں ہے دکھلائے کوئی یکجا جمال ایسا کمال ایسا

وہ چہرہ اور روئے مبارک اسیکر بڑے ابا حضرت قبلہ وکعبہ مولانا المولوی الحاج الشاہ اشرف علی صاحب کا ہے جسکا دل چاہے دیکھ لے اور جس نے دیکھا جانتا ہے کہ ؎

جس نے بچشم نکتہ بیں دیکھ لیا وہ مہجبیں ۔ اسکی نظر میں پھر کہیں کوئی حسیں جچا نہیں

اور تعجب ہے کہ ؎

آں دل کہ رم نمودے با خوبرو جواناں ۔ دیرینہ سال پیرے بردہ بیک نگاہے

صفت تحریر سے باہر ہے جو چاہے آکر دیکھ لے اور ان بڈھوں کو چاہے اور ان سے محبت کرے کہ چہرہ اور دو دو کا مزا آتا ہے میں مقصود سے بہت دور ہو گیا مگر اسمیں بھی مجھے امید ثواب ہے غرضکہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کا جسم بھی دیگر ارواح سے لطیف اور نورانی ہوتا ہے چونکہ یہاں ایک قسم کا تعجب ہوتا تھا کہ جسم روح سے بڑھ جاوے آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ ۔

چونکہ موصوفی باوصاف جلیل ۔ ز آتش نمرود بگذر چوں خلیل

یعنی جبکہ تم اوصاف جلیل سے موصوف ہو تو آتش نمرود سے حضرت خلیل اللہ کی طرح گذر جاؤ مطلب یہ ہے کہ جب تم اوصاف حق کو موصوف ہو چکے ہو اور بی ینطق وبی یبصر وبی یسمع کے مصداق بن گئے ہو پھر اگر روح وملائکہ پر فوقیت حاصل ہو گئی تو کیا تعجب ہے تمھارے اوصاف وہ تمھارے نہیں وہ اوصاف حق ہیں جو تمھارے اندر جلوہ گر ہیں اور مراد اس سے وہی عینیت مصطلحہ ہے کہ جب وہ حاصل ہو گئی تو پھر اور کسکی ضرورت ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی ۔ تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

آتش نمرود سے مراد وہ مقتضیات ہیں جو کہ انسان میں بحیثیت انسان ہونے کے موجود ہوتے ہیں تو وہ بزرگوں میں بھی ہوتے ہیں مگر فرق اسقدر ہے کہ وہ حضرات ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ غالب رہتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ تم ان مقتضیات نفسانی سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح گذر جاؤ کہ جسطرح ان کو آتش نمرود مضر نہیں ہوئی اسی طرح تمکو انکا وجود مضر نہ ہوگا اور تم غالب ہی رہو گے ۔

گرد آتش بر تو ہم بردو سلام ۔ اے عناصر مر مزاجت را غلام

یعنی آگ تمھارے اوپر بھی ٹھنڈی اور سلامتی ہو جاوے گی اے وہ شخص کہ جسکی مزاج کے غلام عناصر ہو گئے ہیں

آتش سے مراد وہی مقتضیات نفسانی ہیں مطلب یہ ہے کہ جسطرح وہ آتش نمرود ان کیلئے بردو سلام ہوگئی تھی اور مصر مثنوی اسی طرح یہ مقتضیات تمسے مغلوب رہیں گے اور تم ان پر عمل سے سلامت رہو گے اور اگر کہیں یہ مقتضیات ہی فنا ہو جاویں تو پھر علو مراتب ہی کیوں ہو علو مراتب کا تو یہی سبب ہے کہ وہ موجود رہیں اور پھر نفس پر جبر کرکے ان سے رکتے ہیں اور چونکہ یہ سارے تقاضے ان عناصر اربعہ کے امتزاج سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ مقتضیات مغلوب ہوگئے ہیں تو گویا عناصر ہی مغلوب اور غلام ہوگئے ہیں اسلئے مولانا نے فرمادیا کہ اے عناصر مر مزاجت را غلام سبحان اللہ سبحان اللہ

هر مزاجے را عناصر مایه است　　　وین مزاجت برتر از هر پایه است

یعنی ہر مزاج کیلئے عناصر ہی مایہ ہیں اور یہ تمہارا مزاج ہر مرتبہ سے بلند ہے مطلب ظاہر ہے کہ آپکا مزاج ان اسباب ظاہری کا محتاج نہیں ہے۔

ایں مزاجت در جہاں منبسط　　　وصف وحدت را کنوں شد ملتقط

یعنی تمہارا یہ مزاج جہاں کشادہ میں ہے اب وصف وحدت کا خوشہ چین ہوگیا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طبیعت جو کہ اس عالم بالا کی طرف متوجہ ہے اور اس وحدہٗ لاشریک میں غرق ہے اس لئے وہ اس وصف وحدت سے اقتباس کر رہا ہے۔

اے دریغا عرصۂ افہام خلق　　　سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق

یعنی افسوس مخلوق کے افہام کا میدان سخت تنگ ہوگیا ہے اور مخلوق حلق نہیں رکھتی مطلب یہ ہے کہ دیکھو اولیاء اللہ میں یہ صفات ہیں مگر لوگ نہیں سمجھتے اور علوم و معارف کو حاصل نہیں کرتے حلق سے مراد قبولیت ہے یعنی مخلوق کے وہ حلق جو کہ ان علوم و معارف کے کھانے کے لئے ہیں بہت تنگ ہوگئے ہیں اور استعداد میں بہت ہی ضعیف ہوگئی ہیں چونکہ لوگوں کی استعداد کے ضعیف ہونے پر افسوس کیا ہے لہٰذا آگے مولانا حسام الدین کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

اے ضیاء الحق بحذق رائے تو　　　حلق بخشد سنگ را حلوائے تو

یعنی اے ضیاء الحق آپکی حذاقت رائے کی وجہ سے آپکا حلوا پتھر کو حلق بخشتا ہے حلوے سے مراد علوم و معارف ہیں مطلب یہ ہے کہ آپکی علوم و معارف کی وہ برکت ہے کہ آپ تو پتھر میں بھی قابلیت پیدا کر دیں اور وہ بھی [illegible] علوم معارف کرنے لگے تو پھر اگر آپ توجہ کریں تو قلوب انسانی کو تو کیوں متاثر نہیں کر سکتے انکو تو اسی توجہ سے قابل بنا سکتے ہیں اور ان کی استعداد کو قوی فرما سکتے ہیں بس ذرا سی توجہ کی ضرورت ہے چونکہ یہ شبہ ہوتا تھا کہ بھلا پتھر سے بھی [illegible]

(۱۹)

مشتبہ ہوا ہے تو آگے اس استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ

کوہ طور اندر تجلی حلق یافت — تا کہ می نوشید و مے را بر نتافت

یعنی کوہ طور نے تجلی کے وقت حلق پایا یہانتک کہ شراب پی اور اُسکو برداشت نہ کر سکا تو نتیجہ یہ ہوا کہ۔

صار دکا منہ وانشق الجبل — ہل رأیتم من جبل رقص الجبل

یعنی وہ پہاڑ اس سے ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا تو کیا تمنے پہاڑ سے جبل جیسا رقص دیکھا ہے حلق سے مراد استعداد وقابلیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ دیکھو تجلی حق جب پہاڑ پر ہوئی تو آخر اُس کے اندر استعداد قبولیت تھی جب تو متاثر ہوا اگرچہ برداشت نہ کر سکا مگر آخر قبول تو کیا تو دیکھو پتھر میں قبول حق کی استعداد ہو گئی تو چونکہ آپ کی شان بی ینطق وبی یبصر وبی یسمع کی ہو گئی ہے تو آپکا توجہ فرمانا گویا کہ توجہ حق ہے لہذا اُس توجہ سے ضرور قلب انسانی میں قابلیت پیدا ہو جاویگی اور قبول حق کریں گے آگے فرماتے ہیں کہ

لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس — حلق بخشی کار یزدان است و بس

یعنی لقمہ بخشی تو ہر شخص سے دوسرے شخص کو آتی ہے مگر حلق بخشی حق تعالی ہی کا کام ہے اور بس مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کو لقمہ تو دے بھی دیتا ہے اگرچہ سبب ہی کے درجہ میں سہی مگر ہو تو سکتا ہے لیکن حلق تو کوئی بھی کسی کو نہیں بخش سکتا یہ قدرت تو حق تعالی ہی کو ہے کہ اُس لقمہ کے کھانیکے لئے حلق بھی عطا ہوا ہے اور چونکہ اولیاء اللہ کے تمام افعال وصفات فنا فی الحق ہوتے ہیں اسلئے اُن کا توجہ کرنا بھی توجہ حق ہی ہے اور چونکہ حلق بخشی حق تعالی کے سوا کسی اور کا کام نہیں ہے اسلئے گویا کہ ان حضرات کا کام بھی حلق بخشی ہے اور ان کی توجہ سے بھی استعداد قابلیت پیدا ہو سکتی ہے اور یہی حلق ہے آگے فرماتے ہیں کہ

(۲۰)

حلق بخشد جسم را و روح را — حلق بخشد بہر ہر عضوت جدا

یعنی جسم کیلئے بھی اور روح کیلئے بھی حلق عنایت فرمادیگا اور تیرے ہر عضو کیلئے جدا گانہ حلق بخشیگا مطلب یہ ہے کہ وہ توجہ جسکو کہ حلق سے تعبیر کیا ہے وہ تمہارے جسم کے اندر بھی قابلیت اُسکی استعداد کے موافق رکھدیگی اور روح کے اندر بھی بلکہ ہر ہر عضو میں قابلیت پیدا ہو جاویگی اور ہر ہر عضو اپنے اپنے مناسب غذا لیگا مگر اسکے لئے ایک شرط ہے آگے اس شرط کو بیان فرماتے ہیں۔

این گہے بخشد کہ اجلالی شوی — از دغا و از دغل خالی شوی

یعنی یہ اُسوقت عنایت ہونگے جبکہ تم اجلالی ہو جاؤ گے اور دغا و دغل سے خالی ہو جاؤ گے مطلب یہ ہے کہ یہ قابلیت تم میں اُس وقت حاصل ہوگی جبکہ تم مجاہدات و ریاضات کرتے کرتے اللہ والے ہو جاؤ گے اور اُسی میں فنا ہو جاؤ گے اور تم اخلاق ذمیمہ سے خالی ہو جاؤ گے اُسوقت وہ قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور اُس استعداد مخفی کا ظہور ہو جاویگا آگے اسکی مصلحت بتاتے ہیں۔

تا نگوئی سر سلطان را بکس　　تا نریزی قند را پیش مگس

یعنی تاکہ تم اسرار سلطانی کو کسی سے ظاہر نہ کر دو اور تاکہ قند کو مکھی کے سامنے نہ ڈال دو مطلب یہ ہے کہ مجاہدات میں یہ فائدہ ہے اور یہ مصلحت ہے کہ اُس سے رفتہ رفتہ تمکو علوم و معارف کے حاصل کرنے کی عادت ہو جاویگی اور اسکی ضبط پر بھی قدرت ہوگی تو پھر جو ملیگا اُسکو گاتے نہ پھروگے ورنہ اگر اس سے پہلی ہی ملجاویگا تو ظرف تو اس قابل ہے نہیں سلئے میں گاتے پھروگے اور اس سے غیرت حق جوش میں آتی ہے کہ یہ ہمارے اسرار کو ظاہر کرتا پھرتا ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ فیض بند ہو جاویگا اور کیوں غیرت نہو جبکہ ان محبوبان مجازی کو غیرت آتی ہے تو اُن کو توکیوں غیرت نہ آوے گی اور یہاں اسرار سے مراد علوم مکاشفہ ہیں کہ اُن کے اظہار سے غیرت حق جوش میں آتی ہے جیسے کہ مثلاً مسئلہ وحدۃ الوجود ہے یا اور اسی قسم کے مسئلے ہیں کہ اُن کے اظہار سے بعض مرتبہ بہت نقصان ہو جاتا ہے اور لوگ کم فہمی کی بدولت ایمان کھو بیٹھتے ہیں اور علوم معاملہ کو تو بر سر منبر بآواز دہل بیان کرنا فرض ہے اور علوم مکاشفہ کو بھی اگر کوئی کماحقہ بیان کر سکتا تو اُن کی بھی یقیناً اجازت ہوتی مگر بات یہ ہے کہ مسائل کشفیہ کو کوئی پوری طرح بیان ہی نہیں کر سکتا اور اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے بس ہوتو جو دیکھے وہی جانے اگر علوم کرنے کا شوق ہو تو کام میں لگو پھر دیکھو کہ ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء　　بے کتاب و بے معید و اوستا

ہاں اگر کسی کو کشف اجمالی ہوا ہو اور وہ پوچھے تو اُسکے سامنے پوری تفصیل بیان کر دینا ضروری ہو اور جسکو خود کشف نہیں ہوا بلکہ محجوب ہے اُسکے سامنے بیان کرنا تو سچ ہے کہ مکھی کے آگے قند ڈالدینا ہی ہے کہ فضول محض ہے کوئی فائدہ ہی نہیں۔

گوش آنکس نوشد اسرار جلال　　کو چو سوسن صد زبان افتاد لال

یعنی اُس شخص کا کان اسرار حق کو سُن سکتا ہے جو کہ سوسن کی طرح سو زبان والا ہے مگر خاموش پڑا ہوا ہے چونکہ سوسن میں کٹاؤ ہوتے ہیں اُن کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں تو مطلب یہ کہ وہ شخص جو اور باتوں میں خوب بولنے والا ہو مگر بوجہ ضبط کے اسرار حق کو بیان نکرے وہ سُن سکتا ہے ورنہ غیرت حق اس شخص کو ہرگز نہ سناویگی بلکہ ممکن ہے کہ پہلا بھی سلب ہو جائے۔ لال در ترکی بمعنی گنگ۔ آگے مولانا فرماتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ کچھ انسان ہی کے ساتھ حلق کا ہونا اور استعداد قبول خاص نہیں ہے بلکہ تمام اکوان عالم اپنی مناسب اشیاء کو قبول کر رہی ہیں اور ایک دوسرے کو

کھا رہی ہیں اور ایک دوسرے سے مستفیض ہو رہی ہیں فرماتے ہیں کہ۔

حلق بخشد خاک را لطف خدا　　تا خورد خاک آب و روید صد گیا

یعنی لطف حق خاک کو حلق بخشتے ہیں یہانتک کہ وہ خاک پانی کو پیتی ہے اور سیکڑوں سبزے اس سے اگتے ہیں۔

باز حیواں را بہ بخشد حلق و لب　　تا گیاہش را خورد اندر طلب

یعنی پھر حیوان کو حلق اور لب بخشتے ہیں یہانتک کہ وہ اُسکے گھاس کو طالب ہو کر کھا لیتا ہے۔

چوں گیاہش خورد و حیواں گشت زفت　　گشت حیواں لقمۂ انسان و رفت

یعنی جب اس نے اس کی گھاس کو کھایا اور وہ جانور موٹا ہو گیا تو وہ حیوان انسان کا لقمہ ہو گیا اور (پیٹ میں) چلا گیا

یعنی اُسکو انسان کھا گیا۔

باز خاک آمد شد اکال بشر　　چوں جدا شد از بشر روح و بصر

یعنی پھر خاک آئی اور بشر کو کھا گئی جبکہ بشر سے روح اور بصر جدا ہوئی غرضکہ سب ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں اور اپنے مناسب غذا حاصل کر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

(۲۲)

ذرہا دیدم دہاں شان جملہ باز　　گر بگویم خوردشاں گردد دراز

یعنی میں نے ذروں کو دیکھا ہے کہ اُن سب کے منہ کھلے ہوئے تھے اور اگر میں اُن سب کی خوراک کو بیان کروں تو بہت دراز ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر شے اپنے لائق غذا حاصل کرتی ہے تب تو وہ قائم ہے ورنہ ہلاک ہو جاوے اسلئے مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے ہر ذرہ کو دیکھا ہے کہ وہ منہ کھولے ہوئے تھا اور اپنی اپنی غذا حاصل کر رہا تھا مگر بوجہ خوف تطویل کتاب کے اُن سب کی خوراک وغیرہ کے بیان کو ترک کرتا ہوں اللہ اکبر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی نظر میں بہت ہی بیان اسکے مناسب تھا مگر خوف تطویل سے چھوڑ دیا سچ یہ ہے کہ اسقدر قادر علی الکلام ہیں کہ کچھ انتہا ہی نہیں ایکمرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے چلنی کا وعظ فرمایا تھا یعنی جسطرح کہ مولانا روم نے سب کے لئے حلق ثابت کئے ہیں اسی طرح مولانا نے سب چیزوں کے لئے چلنی ثابت کی تھی یعنی ہر شے کیلئے ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس سے اُسکے فضلے نکل جاتے ہیں اور جو ہر رہ جاتا ہے۔ اُسی میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اس زمین کی بھی ایک چلنی ہوگی کہ اُسمیں اُسکو چھانا جاویگا اسلئے کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز اس زمین کی ایک روٹی پکائی جاویگی اور وہ اہل جنت کو اول ملے گی اُس کے بعد جنت کی غذائیں ملینگی تو اسپر شبہ ہوتا تھا کہ اسمیں تو یہ اینٹ پتھر بھرے پڑے ہیں کیا حق تعالیٰ جنت والوں کو یہ کھلاوینگے مولانا نے اس شبہ کو

نازل فرمایا اسی وعظ میں فرمایا کہ دیکھو تمھارے یہاں کوئی مہمان آتا ہے تو کیا اسکو آٹا بے چھانے ہوئے روٹی کھلا دیتے ہو ہرگز نہیں بلکہ خوب صاف کرکے عمدہ روٹی پکا کر کھلاتے ہو تو اسی طرح کیا حق تعالیٰ اپنے مہمان بندوں کو بے چھانے کھلا دینگے ہرگز نہیں بلکہ قدرت حق سے اسکے چھاننے کی ایک چلنی پیدا ہو گے اس سے چھانکر کنکر پتھر الگ کر دیے جاوینگے اور عمدہ اصل چیزیں جو اسمیں مخفی ہیں وہ کھلائی جاوینگی اسلئے کہ جسقدر میوے ہیں اور جسقدر دانے ہیں یہ آخر خاک ہی تو ہیں وہ ہی مستحیل ہو کر اس صورت میں ہو جاتے ہیں تو حق تعالیٰ اس چلنی میں اسکو چھانکر ان میووں وغیرہ کو جو لطیف چیزیں ہیں باقی رکھیں گے اور ان فضلات کو نکال باہر کریں گے اسمیں ایک مصلحت یہی ہے کہ دنیا میں بعض اللہ کے بندوں نے لذائذ کو خدا واسطے چھوڑ دیا ہے تو ان کو چونکہ جنت کی چیزوں کا دنیا کی لذائذ سے موازنہ ہی نہ ہو سکتا تھا لہذا حق تعالیٰ نے ان کو اول دنیا کی ساری چیزوں کے مزے چکھا دئیے کہ دیکھ لو یہ وہ دنیا کی لطیف اشیاء ہیں سب لب لباب ہیں اسکے بعد جنت کی نعمتوں کی قدر ہوگی تو دیکھو اول خاک نے انسان کو کھایا پھر خود انسان نے اس خاک کو کھا لیا غرضکہ یوں ہی سلسلہ جاری ہے اور لیجیئے فرماتے ہیں۔

برگہا را برگ از انعام او ۔۔۔ دائگان را دایہ لطف عام او

یعنی پتوں کو غذا ان کے انعام سے حاصل ہوتی ہے اور دایوں کیلئے اسکا لطف عام دایہ ہے دایہ سے مراد مربی مطلب یہ ہے کہ مربیوں کے لئے بس وہی مربی ہیں غرض ہر شے کو اس کے لئے ایک حلق دیا ہے کہ اس سے وہ غذا حاصل کر رہی ہے

رزقہا را رزقہا او می دہد ۔۔۔ زانکہ گندم بے غذائے چوں نہد

یعنی رزق کو رزق وہی دیتے ہیں اسلئے کہ گندم بے غذا کے کب جوش مارتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو سب اغذیہ کو دیکھ لو اول ان کی تربیت کیلئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے تب وہ غذا بن سکتی ہیں تو غذا کو غذا دینا یہ اس ذات حق ہی کا کام ہے

نیست شرح این سخن را منتہیٰ ۔۔۔ پارہ گفتم بداں تو پارہا

یعنی اس بات کی شرح کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے ایک پارہ بیان کر دیا اس سے اور پارے جان لو یعنی تھوڑے سے حالات اور ان کی اغذیہ بیان کر دی ہیں مگر اور کہانتک بیان کریں اب خود قیاس کر لو۔

جملہ عالم آکل و ماکول داں ۔۔۔ باقیاں را مقبل و مقبول داں

یعنی تمام عالم کو آکل و ماکول جانو اور باقیوں کو مقبل و مقبول جانو مطلب یہ کہ یہ تمام ایک دوسرے کو کھا رہا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے مگر جو کہ مقبولان حق ہیں وہ کسی کی غذا نہیں بنتے اسلئے کہ وہ تو نور اور روح ہوتے ہیں انکو کون کھا سکتا ہے۔

این جہان و ساکنانش منتشر وان جہان و ساکنانش مستمر

یعنی یہ جہان اور اسکے ساکنین تو پراگندہ اور وہ جہاں اور اسکے ساکن مستمر ہیں مستمر سے مراد تقفت عند حد ہے اسلئے کہ وہ عالم تو ابدی ہے اگرچہ ازلی نہیں بلکہ انسان بھی ابدی ہو بعض لوگ تو اسکے قائل ہیں کہ نفخ صور کے وقت بھی انسان فنا نہ ہوگا بلکہ بیہوش ہو جاویگا اور بعض کہتے ہیں کہ فنا ہوگا مگر بہت قلیل عرصہ کیلئے جسکا کہ اعتبار نہیں ہے تو معلوم ہوگیا کہ وہ جہاں ابدی ہے لہذا اسکی ساکنین بھی مستمر الاتقفون عند حد ہوں گے۔

این جہان و عاشقانش منقطع اہل آں عالم مخلد مجتمع

یعنی یہ جہاں اور اسکو دلدادہ سب منقطع ہیں اور اس عالم والے ہمیشہ رہنے والے مجتمع ہیں جب اس عالم کی یہ حالت ہے اور اسکی یہ تو اسپر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس کریم آنست کو خود را دہد آب حیوانی کہ ماند تا ابد

یعنی پس کریم وہ ہے جو کہ اپنے کو وہ آب حیوانی دے جو کہ ابدالآباد تک رہے آگے اس آب حیوانی کی تفسیر فرماتے ہیں کہ

باقیات الصالحات آمد کریم رستہ از صد آفت و اخطار و بیم

یعنی باقیات صالحات کریم ہیں سیکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے چھوڑے ہوئے ہیں یعنی جو لوگ کہ کریم ہیں وہی باقیات الصالحات ہیں جنکی شان میں ارشاد ہے والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر املا اور یہ لوگ ساری مصائب دنیاوی سے چھوٹے ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ

گر ہزار اند یک تن بیش نیست چوں خیالات عدد اندیش نیست

یعنی اگر وہ ہزار بھی ہیں تو ایک تن سے زیادہ نہیں ہیں وہ مثل خیالات عدد اندیش کے نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ جسطرح کہ عدد اندیش کے خیالات پراگندہ ہوتے ہیں اس طرح یہ حضرات پراگندہ نہیں ہیں بلکہ ان کو جمعیت قلب حاصل ہے اور ان کو پریشانی آتی ہی نہیں۔

آکل و ماکول را حلق است و نائے غالب و مغلوب را عقل است و رائے

یعنی آکل و ماکول کیلئے تو حلق اور نائے ہیں اور غالب و مغلوب کیلئے عقل و رائے ہے یعنی جو لوگ کہ دنیادار ہیں وہ تو آکل و ماکول ہیں اور ان کے لئے تو حلق ہے اور جو غالب و مغلوب ہیں وہ عاقلین اور رائے والے ہیں۔

حلق بخشید او عصائے عدل را — خورد او چندان عصا و حبل را

یعنی حق تعالیٰ نے عصائے عدل کو حلق بخشا تو اس نے اتنے عصا و حبل کو کھا لیا مطلب یہ کہ اس کے اندر اسقدر قوت عطا فرما دی کہ اس نے سبکو باطل کردیا۔

واندرو افزوں نشد زاں جملہ اکل — زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل

یعنی اس عصا کے اندر اس سارے کھانے سے کچھ زیادتی نہیں ہوئی اسلئے کہ اسکا کھانا اور اسکی شکل حیوانی نہ تھی مطلب یہ کہ دیکھو اس نے اسقدر چیزیں کھائیں مگر اسکے اندر زیادتی نہ ہوئی مثلاً اسکا پیٹ ہی پھول جاتا لیکن چونکہ اسکی اکل و شکل انسانی نہ تھی اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ اژدہا ہی نہ بنا تھا اور وہ صرف خیال تھا جیسا کہ بعض عقلاء زمان کا بیان ہے بلکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ وہ سانپ ہی تھا اور اس نے کھایا بھی مگر وہ کھانا اسکا اکل حیوانی کے مشابہ نہ تھا کہ اس سے اسکے اندر کچھ زیادتی بھی ہوتی بلکہ وہ رہا تو ویسا کا ویسا ہی ہاں کھا گیا سب کچھ۔

مر یقیں را چوں عصا حق حلق داد — تا بخورد او ہر خیالے را کہ زاد

(۲۵)

یعنی یقین کو بھی حق تعالیٰ نے ایک حلق دیا ہے یہاں تک کہ وہ ہر اس خیال کو کھا گیا جو کہ پیدا ہوا تھا مطلب یہ کہ یقین کو حق تعالیٰ نے ایک قوت عطا فرمائی ہے کہ اس کے آتے ہی سارے شکوک زائل۔ آگے اسپر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست — رازق حلق معانی ہم خداست

یعنی پس معانی کیلئے بھی اعیان کی طرح حلق ہیں اور حلق معانی کا رازق بھی خدا ہی ہے ان کو بھی قوت حق تعالےٰ ہی عنایت فرماتے ہیں آگے دوسری تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس ز ماہی تا بمہ از خلق نیست — کہ بجذب مایہ ور احلق نیست

یعنی پس ماہی سے ماہ تک کوئی مخلوق نہیں ہے جسکے پاس جذب مایہ کے لئے حلق نہیں ہے مطلب یہ کہ ماہی سے لیکر ماہ تک سب چیزوں کے اندر استعداد موجود ہے کہ وہ اقتباس علوم کرسکیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ ایں سگے بخشد کہ اجلالی شوی آگے اسطرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

حلق نفس از وسوسہ خالی شود — میہمان وحی اجلالی شود

یعنی نفس کا حلق وسوسہ سے خالی ہوجاویگا اور وحی اجلالی کا مہمان ہوجاویگا مطلب یہ کہ ان علوم و معارف کیلئے

شرط مجاہدہ ہے اور اس سے یہ نتیجہ ہوگا کہ نفس تمام وساوس سے خالی ہو جاویگا اور اُسکو سلطنت فی الحقیقت حاصل ہو جاویگی اور اُسکو مناسبت عالم بالا کی ساتھ ہو جاویگی اور یہ نتیجہ ہوگا۔

حلق جان از فکر تن خالی شود　　　　انگہے روزیش اجلالی شود

یعنی حلق جان تن کی فکر سے خالی ہو جاویگا اور اُسوقت اُسکی روزی اجلالی ہو جاویگی جان سے مراد نفس ہے مراد یہ ہے کہ جب مجاہدہ و ریاضت کروگے تو پھر اس فکر تن سے خالی ہو کر تمہاری روزی اجلالی ہو جاویگی۔

حلق عقل و دل چو خالی شد ز فکر　　　　یافت او بے ہضم معدہ رزق بکر

یعنی عقل اور دل کا حلق جب فکر (تن) سے خالی ہو گیا تو اُس نے بے ہضم معدہ کے رزق تو بتو پایا مطلب یہ ہے کہ جب مجاہدات و ریاضات سے حق تعالیٰ نے ان اسباب کی فکر سے تمکو چھڑا دیا تو پھر تمکو نئے نئے تازہ بتازہ علوم و معارف حاصل ہونگے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ پہلے علوم تحلیل ہوں تب دوسرے حاصل ہوں جیسا کہ غذائے ظاہری میں ہوتا ہے اسمیں یہ ہے کہ پہلے تحلیل غذای ماقبل کے اور نئی اور تازہ غذا حاصل ہوتی ہے اور علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہی ہے کہ مجاہدہ کی ضرورت ہے لہذا اس شرط کو پھر تنبیہ کرنے کیلئے فرماتے ہیں کہ۔

شرط تبدیل مزاج آمد بداں　　　　کز مزاج بد بود مرگ بداں

یعنی اسکی شرط تبدیل مزاج ہے اسکو جان لو کیونکہ مزاج بد کی وجہ سے برے لوگوں کی موت ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ مجاہدات و ریاضات کرنا ضروری ہیں کہ ان کے ذریعہ سے مزاج بدلجاتے ہے اور سیئات حسنات ہو جاویں اسلئے کہ برا مزاج یعنی سیئات تو بہت بری شئے ہے آگے اس مزاج کے خراب ہو جانے کی خرابی کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چوں مزاج آدمی گل خوار شد　　　　زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شد

یعنی آدمی کا مزاج جب گلخوار ہو گیا تو وہ زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہو گیا۔

چوں مزاج زشت او تبدیل یافت　　　　رفت زشتی وز رخش چوں شمع تافت

یعنی جبکہ اُس کے مزاج زشت نے تبدیلی پائی تو اُسکی زشتی جاتی رہی اور شمع کی طرح چمک گیا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جب انسان مٹی کھانے لگتا ہے تو اُسکی رنگت اور رونق رو سب خراب ہو جاتی ہے اور جب یہ عادت چھوٹ جاتی ہے تو پھر چہرہ پر وہی رونق اور وہی تازگی آجاتی ہے اسی طرح جب قلب انسانی خراب ہو جاتا ہے تو اُسکی استعداد مکدر اور خراب ہو جاتی ہے اور جب مجاہدہ سے اسمیں تبدیل ہو جاتا ہے اور دل درست ہو جاتا ہے تو وہ استعداد

(۲۶)

چونکہ اسکو [illegible] اسمیں رونق اور تازگی ہوجاتی ہے آگے اور مثال ہے کہ۔

دایۂ کو طفل شیر آموز را تا بہ نعمت خوش کند بدفوز را

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے کہ نعمت سے اس بدذہن کو خوش کردے۔

دایۂ کو شیر خوارہ طفل را تا ز نعمتہا کند او را غذا

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے جو کہ انکی غذا نعمتوں سے کر دے یعنی اسکو نعمتیں علاوہ دودھ کے پلادے مطلب یہ ہے کہ ایسا مربی کہاں ہے کہ جو ہمکو اس عالم کی ظاہری نعمتوں سے چھڑا کر اس عالم کی حقیقی نعمتیں دیدے۔

گر ببندد راہِ یک پستاں برو برکشاید راہ صد بستاں برو

یعنی اگر وہ ایک پستان کی راہ کو بند کر دے تو سیکڑوں باغوں کا رستہ کھولدے مطلب یہ کہ دیکھو ماں اگرچہ دودھ چھڑاتی ہے اور بچہ روتا ہے مگر وہ نہیں دیتی اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ اب اسکا دودھ چھوٹے تو یہ ساری نعمتیں کھانے لگے روٹی بھی کھاوے میوہ بھی کھاوے تو اگرچہ ایک پستان سے اسکو روک رہی ہے مگر انجام کار یہ روکنا باعث ہو جاویگا لاکھوں نعمتوں کے کھانے کا۔ ورنہ ساری عمر اس ایک ہی چیز کو لئے بیٹھے رہتے تو اسی طرح شیخ اور مربی اگرچہ بظاہر دنیا کو چھڑا رہا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ وہ اسکی عوض میں کیا دے رہا ہے وہ اسکی عوض میں اس عالم کی باغ و بہار اور جنت دے رہا ہے۔

زانکہ پستان شد حجابِ آں ضعیف از ہزاراں نعمت و خوان و رغیف

یعنی اسلئے کہ پستان اس ضعیف کیلئے حجاب ہو رہا ہے ہزاروں نعمتوں سے اور خوانوں سے اور روٹیوں سے بس اگر یہ دودھ چھوٹ جاوے یقیناً وہ نعمتیں حاصل ہوں تو اسی طرح جب اس دنیا سے ترک تعلق ہو تب اس عالم کی نعمتیں نصیب ہوں اسپر تفریع فرماتے ہیں۔

پس حیات ماست موقوف فطام اندک اندک جہد کن تم الکلام

یعنی بس ہماری حیات اصلی فطام پر موقوف ہے تو تھوڑی تھوڑی کوشش کرو بات پوری ہو چکی مطلب یہ ہے کہ [illegible] معلوم ہو گیا کہ ہماری اس عالم کی حیات ابدی [illegible] اصلی کا حصول اسپر موقوف ہے کہ اس دنیاوی تعلقات کو چھوڑ ا جاوے جب یہ بات ہے تو خیر ایکدم سے تو کیا ترک کروگے تھوڑا تھوڑا چھوڑ دو کہ تمکو اسمیں آسانی ہوگی ورنہ ایکدم [illegible] جاویگا سبحان اللہ کیا آسانی ہے بزرگان دین معاصی کو تو ایکدم سے ہی فرماتے ہیں کہ قطع کردو

مگر جو اور تعلقات مباحہ ہیں اُن کو خیر تھوڑا تھوڑا ہی کر کے چھوڑ دو اول کم کرو پھر چھوڑ دو اسلیئے کہ اس عالم کی نعمتیں اور اس عالم کے لذائذ اُس عالم کے سامنے بالکل ہیچ ہیں لہذا ان کو ترک کر کے اُن کو اختیار کرو آگے مثال فرماتے ہیں

چون جنین بُد آدمی خوں بُد غذا   از نجس پاکی برد مومن کذا

یعنی آدمی جنین کی طرح تھا اور خون غذا تھی تو مومن نجس سے اسی طرح پاکی لے لیا کرتا ہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ جنین خون کھاتے کھاتے غذا خور ہوگیا اسی طرح مومن بھی اپنے نفس کی مخالفت کر کے اور مجاہدہ و ریاضت کر کے ملکات سیئہ کو حسنہ بنا لیا کرتا ہے۔

چون جنین بُد آدمی خونخوارہ بود   بود او را بود از خوں تار و پود

یعنی آدمی جب جنین تھا تو خونخوار تھا اور اُسکی ہستی کیلیئے خون ہی سے تار و پود تھا یعنی اسی سے پرورش پاتا تھا

از فطام خون غذایش شیر شد   وز فطام شیر لقمہ گیر شد

یعنی خون کے چھوٹنے سے اُسکی غذا دودھ ہوئی اور دودھ کے چھوٹنے سے وہ لقمہ گیر ہوگیا یعنی دوسری غذا کھانے لگا۔

(۲۸)

از فطام لقمہ لقمانے شود   طالب و مطلوب پنہانی شود

یعنی لقمہ کے چھوٹنے سے ایک لقمان ہوگیا اور ایک مطلوب پوشیدہ کا طالب ہوگیا لقمہ سے مراد تعلقات دنیاوی ہیں اب مطلب یہ ہوا اول انسان حالت جنین ہونے میں نجس خوار تھا اُسکے بعد شیر خوار پھر غذا خوار ہوگیا اور اُسکے کسب میں بہت سے تعلقات دنیاوی پیدا ہوئے جب ان سب تعلقات کو ترک کر دیا اب یہ کامل ہوگیا اور طالب حق ہوگیا آگے انسان کے اس دنیا سے خوش ہونے اور اسمیں دل لگانے کی اور اُس عالم سے گھبرانے اور ادکتانے کی ایک بہت عجیب اور نفیس مثال فرماتے ہیں۔

گر جنین را کس بگفتے در رحم   ہست بیروں عالمے بس منتظم

یعنی اگر جنین سے کوئی رحم میں کہتا کہ (رحم کے) باہر ایک بہت نفیس عالم ہے۔

یک زمیں خرمی با عرض و طول   اندرو بس نعمت و بسیار اکول

یعنی ایک زمین خوش ہے ساتھ عرض و طول کے کہ اسمیں بہت نعمتیں ہیں اور بے حد غذائیں ہیں۔

کوہ ہا و بحر ہا و دشتہا بوستان ہا باغہا و کشتہا

یعنی (اسمیں) پہاڑ ہیں اور دریا ہیں اور جنگل ہیں اور بہت سے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں۔

آسمانے بس بلند و پرضیا آفتاب و ماہتاب و صد سہا

یعنی ایک آسمان ہے بہت بلند اور پرضیا اور آفتاب ہے اور ماہتاب ہے اور سیکڑوں ستارے ہیں۔

از شمال و از جنوب و از دبور باغہا دارد عروسیہا و سور

یعنی باد شمال اور جنوب اور دبور سے باغ بہار رکھتے ہیں اور خوشیاں یعنی ان کی وجہ سے سب بھرے ہیں

در صفت ناید عجایبہائے آں تو دریں ظلمت چہ در امتحاں

یعنی اُسکے عجائبات بیان میں نہیں آتے تو اس ظلمت کے اندر کیا مصیبت میں پڑا ہوا ہے۔

خوں خوری در چار میخ تنگنا درمیان حبس و انجاس و عنا

(۲۹)

یعنی تو اس چار میخ تنگنا میں خوں کھاتا ہے اور اس حبس میں اور نجاستوں میں اور مشکلوں میں پھنسا ہوا ہے
جب کوئی اُسکو یہ کہے اور اُسکو اس جہاں کا شوق دلاوے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ۔

او بحکم حال خود منکر بُدے زیں رسالت معرض و کافر شُدے

یعنی اپنی حالت کے اقتضا کی وجہ سے منکر ہوتا اور اس پیغام سے معرض اور منکر ہوتا مطلب یہ کہ وہ یقیناً اس کا
انکار کرتا اور کہتا کہ۔

کایں محالست و فریب است و غرور زانکہ وہم کور زیں معنی است دور

یعنی کہ یہ محال ہے اور فریب ہے اور دھوکہ ہے (اور اُسکا یہ انکار) اسلئے ہے کہ اُس اندھے کی فکر ان معانی سے
دور ہے وہ ان باتوں کا ادراک کیا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جنس چیزے چوں ندید ادراک او نشنود ادراک منکرناک او

یعنی اُسکے ادراک نے جب کسی شئے کی جنس کو دیکھا ہی نہیں تو اُسکا ادراک انکار سے اُسکو سنے ہی گا نہیں مطلب یہ کہ

وہ اسکو قبول ہی نہیں کر سکتا اور وہ یہی خیال کریگا کہ سب خیالی امور ہیں واقعی کچھ بھی نہیں ہیں۔

ہمچنانکہ خلق عام اندر جہاں — زاں جہاں ابدال میگویند شاں

یعنی اسی طرح عوام خلق جہاں میں ہے کہ اُس جہان سے ابدال اُن سے کہہ رہے ہیں کہ۔

کایں جہاں چاہیست بس تاریک و تنگ — ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ

یعنی کہ یہ جہاں (دنیا) ایک چاہ تاریک و تنگ ہے اور اس سے باہر ایک عالم ہے بے بو اور رنگ کا کہ اسمیں نہ رنگ ہے اور نہ بو ہے تو اُس عالم کی طرف حضرات اولیا اللہ بلاتے ہیں مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ۔

ہیچ در گوش کسے زایشاں نرفت — کایں طمع آمد حجاب ژرف و زفت

یعنی کچھ بھی کسی نے اُن سے نہ سُنا اسلیئے کہ یہ طمع ایک حجاب قوی اور بڑا ہے مطلب یہ کہ یہ جو اُس عالم کی خوبیوں کو سُنکر اُس طرف متوجہ نہیں ہوتے وجہ اُسکی یہ ہے کہ طمع عاجل نے اندھا کر دیا ہے وہ حجاب ہو رہا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

گوش را بندد طمع از استماع — چشم را بندد غرض از اطلاع

یعنی طمع کان کو سُننے سے بند کر دیتی ہے اور غرض آنکھ کو دیکھنے سے روک دیتی ہے بس جب طمع اور غرض دونوں ہوں تب تو بالکل کور و کر ہو جائیگا۔ نعوذ باللہ۔

ہمچنانکہ آں جنیں را طمع خوں — کان غذائے اوست در اوطان دوں

یعنی جسطرح کہ اُس جنین کو خون کی طمع نے جو کہ اُسکی غذا اُس وطن ذلیل میں تھی۔

از حدیث ایں جہاں محجوب کرد — خون تن را در دلش محبوب کرد

یعنی اس جہان کی باتوں سے محجوب کر دیا اور خون تن کو اُسکے دل میں محبوب کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ۔

زیں ہمہ انواع نعمت ماند فرد — غیر خوں او می نداند چاشت خورد

یعنی ان تمام قسم قسم کی نعمتوں سے محروم رہا اور وہ سوائے خون کے کوئی غذا کھانا جانتا ہی نہیں اسی طرح

بر تو ہم طمع خوشی ایں جہاں — شد حجاب آں خوشی جاوداں

یعنی تجھ پر بھی اس جہان کی خوشی اُس خوشی جاودانی سے حجاب ہو گئی ہے۔

طمع و ذوق ایں حیات پُر غرور　　از حیات راستینت کرد دور

یعنی اس حیات پُر غرور کی طمع اور ذوق نے تمکو حیات جاودانی سے دور کر دیا ہے جب معلوم ہوا کہ اُس جہان کی طمع ہی نے تمکو اندھا بنا رکھا ہے تو آگے اسپر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس طمع کورت کند نیکو بداں　　پرتو پوشاند یقیں را بے گماں

یعنی پس طمع تمکو اندھا کر دیتی ہے خوب جان لو وہ تمپر یقین کو بے شک پوشیدہ کر دیتی ہے۔

حق ترا باطل نماید از طمع　　در تو صد کوری فزاید از طمع

یعنی تمکو طمع کی وجہ سے حق باطل دکھائی دینے لگتا ہے اور طمع سے تمہارے اندر سیکڑوں نابینائیاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

از طمع بیزار شو چوں راستاں　　تانہی پا بر سر آں آستاں

(۳۱)

یعنی طمع سے سچے لوگوں کی طرح بیزار ہو جاؤ تاکہ اُس آستان (حق) پر سر رکھ سکو مطلب یہ کہ تاکہ وہاں تک رسائی ہو سکے لہٰذا اول طمع کو اپنے اندر سے زائل کرو۔

کاندراں در چوں درائی وارہی　　از غم و شادی قدم بیروں نہی

یعنی اُس درِ حق میں جب تم آجاؤ گے تو غم اور خوشی سے قدم باہر رکھو گے مطلب یہ کہ جب اُس در تک رسائی ہو گئی تو پھر سب غم و شادی سے چھوٹ جاؤ گے اور راحت و آرام نصیب ہو جاویگا اور طمع کے ترک ہی پر نتیجہ ہوگا کہ۔

چشم جانت روشن و حق بیں شود　　بے ظلام کفر نور دین شود

یعنی تمہاری چشم باطن روشن اور حق بیں ہو جاویگی اور بے ظلمت کفر کے (خالص) نور دین ہو جاویگی مطلب یہ کہ اگر ان اخلاق رذیلہ کا دفعیہ مجاہدہ سے کر دیا تو پھر حق تعالیٰ تمکو نور ایمان نصیب کریگا اور سراپا نور ہی نور ہو جاؤ گے۔

پند مرداں را پذیرا شو بجاں　　تا رہی از خوف و مانی در اماں

یعنی مردان حق کی نصائح کو دل و جان سے قبول کرو تاکہ خوف سے چھوٹ جاؤ اور امن میں ہو جاؤ خوف سے مراد

پریشانی دنیاوی ہے مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور علماء کرام کی نصائح کو گوش دل سے سنو اور ان کو قبول کرو تاکہ تمکو یہ پریشانیاں دنیا کی غموں اور آرام اور راحت سے ہو جاؤ ورنہ اگر نہ سنوگے تو یاد رہے ہمیشہ خسران و ناکامی میں رہوگے آگے فرماتے ہیں کہ۔

بشنو اکنوں قصۂ تمثیل آں تا بیابی در حقیقت نور جاں

یعنی اب تم ایک قصہ اسکی مثال میں سنلو تاکہ حقیقت میں نور جان تم پاؤ یعنی تاکہ تمھارے قلب میں نور پیدا ہو لہذا ایک قصہ تمثیلاً سنلو آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک بزرگ نے جنگل میں چند آدمیونکو کہ وہ بھوکے تھے منع کیا تھا کہ دیکھو اس جنگل میں ہاتھی کے بچے ہیں مگر تم ان کو مت کھانا ورنہ ہاتھی تمکو پھاڑ ڈالیں گے اس نصیحت پر بعض نے عمل کیا اور بعض نے نہ کیا بلکہ خوب کھائے رات کو جب سوگئے ان بچوں کے ماں باپ آئے بچوں کو نہ پاکر تلاش کیا اُسمیں ان لوگوں کے پاس بھی گذر ہوا تو انھوں نے ان لوگوں کے منہ کو سونگھا جس نے کھایا تھا اسکی منہ میں سے تو گوشت کی بو آئی اسکو انھوں نے چیر پھاڑ دیا اور جس نے نہ کھایا تھا اسکے منہ سے چونکہ بو نہ آئی لہذا چھوڑ گئے تو دیکھو جس نے ناصح کی نصیحت کو سنا وہ تو بچگیا کہ اسکو ہاتھی نے مارا نہیں اور جس نے عمل نہ کیا اس نے اپنی جان دی لہذا چاہیئے کہ ناصحین راہ حق کی نصیحت کو ضرور قبول کرو ورنہ ہلاک ہوگے اب حکایت سنو۔

(۳۲)

شرح حبیبی

آں شنیدستی کہ در ہندوستاں	دید دانائے گروہ دوستاں
گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور	می رسیدند از سفر و ز راہ دور
مہر دانائیش جوشید و بگفت	خوش سلامے شان و چوں گل برشگفت
گفت دانم کز تجوع وز خلا	جمع آمد رنجتان زیں کربلا
لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل	تا نباشد خوردتاں فرزند پیل

ملحقه من رسالة التائيد المذكورة في آخر التمهيد

سورة الاعراف

قوله تعالى قل امر ربي بالقسط اى بالعدل و هو ان لا تميل الى شئ سوى الله تعالى

قوله تعالى . وادعوه مخلصين له الدين قال بعض المشائخ الاخلاص نسيان رؤية الخلق لدوام النظر الى الخالق -

قوله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا اى خذوا من الدنيا ما يستر العورة ويسد الجوعة فحسب الا ان يوذيكم الحر والبرد فالبسوا ما يدفع الحر والبرد ولا تزيدوا على ذلك تنعما من لين اللباس وطيب الطعام ولا تجملا ولا تفاخرا على الفقراء فانه اسراف ٭

قوله تعالى والبلد الطيب يخرج نباته باذن ربه فالبلد الطيب (يدخل في عمومه) نفس المومن وفيه بيان لظهور ما فيه استعداد بالذكر والطاعة)

قوله تعالى فاذكروا الاء الله لعلكم تفلحون امرهم بذكر الاء الله لكى يودى الى محبة الله فان القلوب مجبولة على حب من احسن اليها وهو نوع من المراقبة)

قوله تعالى وما ارسلنا في قرية من نبي الا اخذنا

اضافه

از رسالۂ تائید

سورۂ اعراف

قوله تعالى قل امر ربي بالقسط - عدل یہ ہے کہ تو کسی چیز کی طرف بجز اللہ کے مائل نہ ہو

قوله تعالى وادعوه مخلصين له الدين بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق پر علی الدوام نظر رکھنے کی وجہ سے خلق پر نظر کرنے کو فراموش کر دے

قوله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا یعنی دنیا سے بقدر ستر ڈھانکنے کے اور بھوک روکنے کے لو اور بس مگر یہ کہ تم کو گرمی سردی تکلیف دے تو اس قدر اور پہن لو جو گرمی و سردی دفع کر دے اور اس سے زیادتی مت کرو تنعم کے طور پر جیسے نرم لباس اور خوش خوراکی اور نہ آرائش کے طور پر اور نہ غریبوں کے مقابلہ میں تفاخر کے طور پر کیونکہ یہ اسراف ہے

قوله تعالى والبلد الطيب يخرج نباته باذن ربه تو پاکیزہ شہر (کے عموم میں داخل ہے) نفس مومن (اور اس آیت میں نفس مومن کے اندر جو استعداد ذکر و طاعت کی ہے اس کے ظہور کا بیان ہے)۔

قوله تعالى فاذكروا الاء الله لعلكم تفلحون اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتوں کے یاد کرنے کا حکم دیا کہ وہ یاد کرنا محبت الٰہی کا سبب بن جاوے - کیونکہ اپنے محسن کی محبت قلوب کا امر جبلی ہے (اور یہ ایک قسم کا مراقبہ ہے۔)

قوله تعالى وما ارسلنا في قرية من نبي الا اخذنا

۳۲

اھلھا بالباساء والضراء لعلھم یضرعون فاللہ تعالیٰ یدعو عبادہ الی بابہ لطفا فان ابوا فعنفا

قولہ تعالیٰ فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ وقال علیہ السلام من اخلص للہ تعالیٰ اربعین یوما فطریقھم ماخوذ من ھذہ الآیۃ والحدیث

قولہ تعالیٰ ساصرف عن ایاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق ای عن کراماتی ومشاھداتی الذین یتکبرون علی عباد اللہ الفقراء والضعفاء والاولیاء وھذہ الآیۃ دالۃ علی کون المتکبرین بغیر حق محجوبین عما للاولیاء والعرفاء ویدل ایضا علی ان التکبر نوعان بحق وبغیر حق فالتکبر بالحق ھو تکبر الفقراء علی الاغنیاء والضعفاء علی الاقویاء والمومنین علی الکافرین قال اللہ تعالیٰ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین

قولہ تعالیٰ فرجع موسیٰ الی قومہ غضبان و ذلک دلالۃ علی جواز ان یغضب الشیخ المربی علی مریدہ

قولہ تعالیٰ واتل علیھم نبأ الذی اتیناہ ایتنا ای الکرامات منا فانسلخ منھا اعلم ان الانسلاخ نوعان انسلاخ من خیر الی شر وانسلاخ من شر الی خیر وذلک ھی تبدل ھذہ الصفات وھی الحقد والحسد والکبر واضرابھا بصفات حمیدۃ وھو الفناء واما الانسلاخ من خیر الی شر ھو الرجوع من البالغ الی الابتداء بالمقامات والدرجات التی ارتقی فیھا فینزل عنھا وانما نزل الی ابتدائہ وھو مقام الایمان فربما یبقی علی ذلک ومنھم من لا یبقی

اھلھا بالباساء والضراء لعلھم یضرعون اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی درگاہ کی طرف لطف سے بلاتا ہے پھر اگر وہ انکار کرتے ہیں تو سختی سے بلاتا ہے۔

قولہ تعالیٰ فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ فرمایا نبی علیہ السلام نے جو شخص اللہ کی چالیس دن اخلاص سے عبادت کرے تو ان حضرات کا طریقہ (چلہ نشینی) اس آیت سے ماخوذ ہے

قولہ تعالیٰ ساصرف عن ایاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق یعنی اپنی کرامتوں اور اپنے مشاہدوں سے ان لوگوں کو (دور رکھتا ہوں) جو خدا کے بندوں یعنی فقیروں اور کمزوروں اور ولیوں پر تکبر کرتے ہیں اور یہ آیت دلالت کرتی ہے ناحق تکبر کرنے والوں کے محجوب ہونے پر کمالات اولیاء و عارفین سے اور اسپر بھی دلالت کرتی ہے کہ تکبر دو قسم پر ہے بحق اور ناحق سو تکبر بحق غریبوں کا تکبر ہے امیروں پر اور کمزوروں کا زورمندوں پر اور مسلمانوں کا کافروں پر فرمایا اللہ تعالیٰ نے وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نرم ہیں کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں

قولہ تعالیٰ فرجع موسیٰ الی قومہ غضبان یہ آیت دال ہے اسپر کہ شیخ مربی کو اپنے مرید پر غصہ کرنا جائز ہے (جب کوئی داعی ہو)

قولہ تعالیٰ واتل علیھم نبأ الذی اتیناہ ایاتنا جاننا چاہیئے کہ انسلاخ دو قسم پر ہے ایک خیر سے نکلنا شر کیطرف اور ایک شر سے نکلنا خیر کیطرف اور یہ دوسری قسم بدلجانا ان صفات کا یعنی کینہ اور حسد اور کبر اور ان کے امثال کا صفات حمیدہ کے ساتھ اور فنا یہی ہے اور خیر سے شر کیطرف نکلنا یہ ہے کہ جو شخص مقامات اور درجات تک جنمیں وہ ترقی کر رہا ہو پہونچا ہو پھر ابتداء کی طرف لوٹ آوے اور ان مقامات سے اترا ہو اور جب ابتداء کیطرف سالک اترتا ہے اور وہ مقام ہے ایمان کا تو اکثر اوقات

والعیاذ باللہ تعالیٰ حتی یتسافل ومنہم من یسقط من اعلیٰ مقاماتہ بمرۃ واحدۃ الی اسفل السافلین کاللعین ابلیس و بلعم بن باعوراء ولو شئنا لرفعناہ بہا الی علیین وھذا دلیل علی انہ تعالیٰ لم یرفعہ بعد الی درجات المشاھدۃ لان الواصل لا یرجع والفانی لا یرد ولکنہ اخلد الی الارض ای اختار الدنیا و رضی بہ فاللہ تعالیٰ بین ان نزولہ الی السفل انما کان بکسبہ وسوء اختیارہ لنفسہ وھذا ایضًا دلیل علی انہ کان بعد فی مقامات الکسب والطریقۃ لان ما بعد الکسب لیس اختیاریا فلا یقدر معہ علی الاخلاد الیہا وھذہ الآیۃ دالۃ علی ان الولی لا ینبغی ان یامن ما دام حیا فی دار التکلیف ولو بلغ الی ما بعد الکسب لا یعلم بہ یقینا فعسے لم یبلغ)

اسی حالت پر باقی رہتا ہے اور بعضے اسپر بھی نہیں ٹھیرتے یہاں تک کہ نعوذ باللہ اسفل السافلین یعنی کفر تک گر جاتے ہیں اور ان میں سے بعضے دفعۃً ہی اسفل السافلین تک گر جاتے ہیں جیسے ابلیس لعین اور بلعم بن باعورا ولو شئنا لرفعناہ بہا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو درجات مشاہدہ تک ہنوز نہیں بلند کیا تھا (کیونکہ واصل راجع نہیں ہوتا اور فانی واپس نہیں ہوتا) ولکنہ اخلد الی الارض یعنی دنیا کو اختیار کر لیا اور اسکے ساتھ راضی ہو گیا سو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ اس کا نیچے اترنا اسکے عمل اور اسکے سوء اختیار سے تھا جو اس نے اپنے نفس کے لیے تجویز کیا تھا اور یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ وہ ہنوز مقامات کسب اور راستہ میں تھا (کیونکہ جو کسب کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ اختیاری نہیں تو اسکے ساتھ زمین کی طرف مائل نہیں ہو سکتا) اور یہ آیت اس امر پر دال ہے کہ ولی کو مامون ہونا مناسب نہیں جبتک وہ دار التکلیف میں زندہ ہے (اور ما بعد الکسب تک پہونچنا یقینًا معلوم ہو نہیں سکتا تو کیا عجب ہے کہ ہنوز نہ پہونچا ہو۔)

قولہ تعالیٰ لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا۔ اعلم ان القلوب جمع واحدھا قلب وانہ یستعمل لمسمیات کثیرۃ والاقرب الی افہام العوام قلب البدن ثم قلب النفس فی قلب البدن ثم قلب لطیف فہو قلب النفس من قلب النفس ثم فی ھذا القلب العقل والروح الذی نسمیہ سرا وھذا السر قلب القلب الذی فیہ العقل ثم العقل والسر نوران روحانیان ثم الخفی بعد ذلک سر السر وقلبہ و عینہ فافہم (معطوف علی العقل والروح) فقولہ تعالیٰ لہم قلوب لا یفقہون بہا عنی بالقلب

قولہ تعالیٰ لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم آذان لا یسمعون بہا جاننا چاہیئے کہ قلوب جمع ہے اس کا واحد قلب ہے اور قلب بہت معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور قریب تر فہم عوام کے قلب بدنی ہے پھر قلب بدنی میں قلب نفس ہے پھر ایک اور قلب ہے جو قلب نفس سے بھی زیادہ لطیف ہے تو وہ قلب نفس کے اندر ہے پھر اس قلب میں عقل اور روح ہے جسکو ہم سر کہتے ہیں اور یہ سر اس قلب کا قلب ہے جسمیں عقل ہے پھر عقل اور سر یہ دو روحانی نور ہیں پھر خفی ہے بعد اسکے جو سر السر ہے اور اسی طرح اس کا دل اور اسکی آنکھ ہے خوب سمجھ لو اور قول اللہ تعالیٰ کا ان کے ایسے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں مراد

الذی هو محل السر والعقل لان قلب البدن
کانوا یفقهون به مدرکاته) وقوله ولهم اعین
وقوله لهم اذان انما اراد بذلک عیون القلب
واذان القلب لانهم کانوا یسمعون ویبصرون
بحواسهم الظاهرة اولئک کالانعام بل هم اضل
لانه لیس للانعام والبهائم عیون واذان فی
قلوبهم کما للانسان هذه العیون والاذان
الباطنة ومع ذلک ضلوا فکانوا اضل من الانعام
والبهائم روثبت بهذا التقریر ما قالوا بوجود
اللطائف فی الانسان)

یہ حضرات قائل ہیں یعنی وجود لطائف کا انسان میں)

قوله تعالیٰ ان ولیی الله الذی نزل الکتاب
وهو یتولی الصلحین بزیادة التوفیق والعصمة
والهدایة الی الحق ملا یتولی غیر الصالحین
بل یکلهم الی انفسهم

قوله تعالیٰ ان الذین اتقوا اذا مسهم طئف
من الشیطان تذکروا فاذا هم مبصرون یعنی اذا
مسهم الشیطان بالوسوسة والتشویش وارسال
ستور وارخاء الحجاب علی القلب تذکروا الله
تعالی وذکروا اسمه فاذا تذکروا وایردوا الله تعالی
عنهم ویرفع حجبه ویبصر قلب الذاکر وان ابلغ
الاسنة الذکر فی افادة تصفیة السر انما هو کلمة لا اله
الا الله وانه مجرب

قوله تعالیٰ واذکر ربک فی نفسک ای فی قلبک
من النفس باطن فالذکر فیه یکون باطنا ظاهرا

الملحقة

۳۶

اس سے وہ قلب ہے جو محل سر عقل ہے اسلیئے کہ قلب بدن سے
تو وہ اسکے مدرکات کو سمجھتے تھے) اور قول اللہ تعالیٰ کا اور
ان کی ایسی آنکھیں ہیں اور قول اللہ تعالیٰ کا انکے ایسے
کان ہیں مراد ان سے قلب کی آنکھیں اور قلب کے کان ہیں
وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ حواس ظاہرہ سے تو سنتے دیکھتے تھے۔
اولئک کالانعام بل هم اضل کیونکہ چوپائے اور
جانوروں کے دلوں میں آنکھیں اور کان نہیں جیسا کہ انسان
میں یہ آنکھ اور کان باطنی ہیں اور پھر باوجود اسکے یہ لوگ
بے راہ ہوگئے تو چوپایوں اور جانوروں سے بھی زیادہ
بے راہ ٹھیرے (اور اس تقریر سے وہ ثابت ہوگیا جسکے

قوله تعالیٰ ان ولیی الله الذی نزل الکتاب وهو
یتولی الصلحین زیادہ توفیق دیکر اور حفاظت فرما کر
اور ہدایت الی الحق فرما کر اننی ان لوگوں کی کارسازی
نہیں کرتا جو نیک نہیں ہیں بلکہ انکو انکی نفوس کے حوالہ کر دیتا ہے

قوله تعالیٰ ان الذین اتقوا اذا مسهم طئف
من الشیطان تذکروا فاذا هم مبصرون یعنی جب
ان کو شیطان چھوتا ہے وسوسہ ڈالکر اور پریشان کرکے
اور پردے اور حجاب قلب پر ڈالکر تو وہ اللہ کا ذکر کرتے
ہیں اور اس کا نام لیتے ہیں پھر جب وہ ذکر کرتے ہیں تو
اللہ تعالیٰ ان سے وہ پردے دور کر دیتا ہے اور اٹھا دیتا
ہے اور قلب ذاکر کو بینا کر دیتا ہے اور کلمات ذکر میں سب سے
زیادہ مفید تصفیہ سر میں کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اور یہ مجرب ہے

قوله تعالیٰ واذکر ربک فی نفسک یعنی اپنے دل سے کیونکہ نفس
باطن ہے پس جو ذکر اس میں ہوگا وہ بھی ظاہر بات ہے کہ باطن ہوگا

تمام ہوا اضافہ

سورة الانفال

قوله تعالى انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم واذا تليت عليهم اياته زادتهم ايمانا وعلى ربهم يتوكلون الذين يقيمون الصلوة ومما رزقناهم ينفقون اولئك هم المؤمنون حقا الآية جمعت الآية بين جميع اوصاف السالكين من الحال وهي الوجل والعقائد وهي الايمان والعمل الباطني وهو التوكل والاعمال الظاهرة من الصلوة والانفاق ونص على ان الايمان الكامل هو الجمع بين جميعها فثبت كون الصوفية كاملين في الايمان لجمعهم جميعها۔

قوله تعالى كما اخرجك ربك من بيتك بالحق وان فريقا من المؤمنين لكارهون وقوله تعالى وتودون ان غير ذات الشوكة تكون لكم دل الاول على كون بعض النفع في صورة الضرر والثاني على كون بعض الضرر في صورة النفع وغيره فالعارفون في احوالهم ومعاملاتهم كل حين والمسئلة معروفة عندهم بعنوان اللطف في صورة القهر والقهر في صورة اللطف

قوله تعالى وما جعله الله الا بشرى ولتطمئن به قلوبكم وما النصر الا من عند الله دل على ان في الاسباب حكمة مع كون الاسباب غير موثرة حقيقة وكون المسببات كلها من الله تعالى

قوله تعالى اذ يغشيكم النعاس في الروح وهدوء القوى البدنية والصفات النفسانية بنزول السكينة امنة منه اي امن من عنده سبحانه وتعالى

سورۃ الانفال

قولہ تعالیٰ انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم الی قولہ ہم المؤمنون حقا ترجمہ بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں۔

یہ آیت جامع ہے اوصاف سالکین کی یعنی حال بھی کہ وجل ہے اور عقائد بھی کہ ایمان ہے اور عمل باطنی بھی کہ توکل ہے اور عمل ظاہر بھی کہ صلوۃ اور انفاق ہے اور اس پر نص ہے کہ ایمان کامل ان سب اوصاف کو جمع کرنا ہے اور چونکہ صوفیہ ان سب اوصاف کو جامع ہیں اس سے انکا کامل الایمان ہونا ثابت ہو گیا

قولہ تعالیٰ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المؤمنین لکارہون ترجمہ جیسا آپ کے رب نے آپکے گھر سے مصلحت کیساتھ آپکو روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اسکو گراں سمجھتی تھی وقولہ تعالیٰ وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم کہ وہ تمہارے ہاتھ آجاویگی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آجاوے

آیت اول سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفع بصورت ضرر ہوتا ہے اور ثانی سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ضرر بصورت نفع ہوتا ہے اور عارفین اسکو ہر وقت اپنے معاملات اور احوال میں مشاہدہ کرتے ہیں

قولہ تعالیٰ وما جعلہ اللہ الا بشری ولتطمئن بہ قلوبکم وما النصر الا من عند اللہ ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اسلئے کی کہ بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جاوے اور نصرت صرف اللہ ہی کیطرف سے ہے۔ اس پر دال ہے کہ باوجود اسباب کے غیر موثر ہونے اور مسببات کے منجانب اللہ ہونے کے پھر بھی اسباب میں حکمتیں ہیں

قولہ تعالیٰ اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ ترجمہ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا یعنی نزول سکینہ سے قوی بدنیہ وصفات نفسانیہ کا ساکن ہونا امنۃ منہ یعنی حق تعالیٰ کیطرف سے امن

ويُنزِّل عليكم من السماء ماءً ليطهركم به ويذهب عنكم رجز الشيطان وسوسته وتخويفه وليربط على قلوبكم اي يقويها بقوة اليقين ويسكن جاشكم ويثبت به الاقدام اذ الشجاعة وثبات الاقدام في المخاوف من ثمرات قوة اليقين ام فقي الاية اثبات لكثير مما اعتبره الصوفية

علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان ترجمہ اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو پاک کردے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کردے یعنی شیطان کا وسوسہ اور تشویش ولیربط علی قلوبکم ترجمہ اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے یعنی قوۃ یقین سے قلب کو قوی فرمادے اور تمہارے قلب کو قرار بخشے ویثبت بہ الاقدام وجہ یہ کہ خوفناک موقع میں شجاعت وثابت قدمی قوۃ یقین کے ثمرات سے ہے کذا فی الروح پس آیت میں[۲۳۵] چند امور کا اثبات ہے جو صوفیہ کے نزدیک معتبر ہیں۔

قوله تعالى فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى في الروح باب الاشارة (وهي كالصراحة) فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم تادیب منه سبحانه لاهل بدر وهذا اشارة الى فناء الافعال حيث سلب الفعل عنهم بالكلية ويشبه هذا من وجه قوله تعالى وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى والفرق انه لما كان النبي صلى الله عليه وسلم في مقام البقاء بالحق سبحانه نسب اليه الفعل بقوله تعالى اذ رميت مع سلبه عنه بما رميت واثباته لله تعالى في حيز الاستدراك ليفيد معنى التفصيل في معنى [illegible] فيكون الرمي [illegible] صلى الله عليه وسلم بالله تعالى لا بنفسه ولعلو مقامه صلى الله عليه وسلم وعدم كونهم في ذلك المقام [illegible] نسب سبحانه اليه صلى الله عليه وسلم ما نسب ولم ينسب اليهم رضي الله تعالى عنهم من القتل شيئا وهذا احد اسرار تغاير الاسلوب في الجملتين حيث لم ينسب في الاولى ونسب في الثانية

قولہ تعالیٰ فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ترجمہ سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی روح میں ہے کہ پہلے جملہ میں فناء افعال کی طرف ہدایت ہے کہ ان سے فعل کو بالکلیہ سلب کرلیا گیا[۲۳۶] اور دوسرے جملہ میں فناء کے ساتھ بقاء کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام بقاء پر تھے[۲۳۷] اسی لئے رمیت کی نسبت ثابت بھی کی گئی ہے اور اسکی نفی بھی کی گئی ہے اور ولکن اللہ رمی میں اشارہ ہے کہ آپ بنفسہ رامی نہ تھے بلکہ رامی باللہ تھے اور چونکہ صحابہ (اسوقت) اس مقام میں نہ تھے تو انکی طرف کوئی فعل منسوب نہیں کیا گیا۔

قوله تعالى [illegible] فيه اثبات المعية

قولہ تعالیٰ وان اللہ مع المؤمنین ترجمہ اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے[۲۳۸] اس میں معیت کا اثبات ہے

قوله تعالى ولو علم الله فيهم خيرا استعدادا صالحا لاسمعهم سماع تفهم ولو اسمعهم مع عدم علم الخير فيهم لتولوا ولم ينتفعوا به

قولہ تعالیٰ ولو علم اللہ فیھم خیرا یعنی استعداد لاسمعھم مراد سماع تفہم ہے ولو اسمعھم یعنی باوجود عدم علم بالخیر یعنی عدم خیر کے لتولوا یعنی منتفع نہ ہوں

وارتدا وإذ شأن العارض ان يزول وهم مقصودون بالذات كذا في الروح ولكن اما بعد الا من قوله

كیونكہ عارض كی شان یہی ہوتی ہے كہ زائل ہو جاتا ہے وهم مقصودون یعنی بالذات اه كذا فی الروح

تعالى واعلموا ان الله يحول بين المرء وقلبه - فيزول الاستعداد فانتهزوا الفرصة كذا في الروح

اسمیں اثبات ہے مسئلہ استعداد كا) اور یہ سطح بھی آیت علاوہ ان الله يحول بين المرء وقلبه كا حاصل بھی یہی ہے كہ پھر استعداد زائل ہو جاوے گی اسلیئے فرصت كو غنیمت سمجھو كذا فی الروح -

قوله تعالى واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة بل تشملهم وغيرهم بشوم الصحبة كذا في الروح اى مع المداهنة

یعنی جبكہ مداہنت ہو -

قوله تعالى والتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة ترجمہ اور تم ایسے وبال سے بچو كہ جو خاص انہیں لوگوں پر واقع ہوگا جو تم میں ان گناہوں كے مرتكب ہوئے ہیں یعنی بلكہ انكو اور دوسروں كو بوجہ شوم صحبت كے شامل ہوگا

قوله تعالى وما كانوا اولياءه ان اولياءه الا المتقون في الروح رجع الضميرين الى المسجد هو المتبادر المروى عن ابى جعفر والحسن وقيل هما راجعان اليه تعالى ويفسر المتقون حينئذ بما هو اخص من المسلمين لان ولاية الله تعالى لها فيها ابعض مراتبه الثانية من التقوى وان وجدت المرتبة منها فالولاية ولاية كبرى وهذا ما نعرفه من نصوص الشريعة المطهرة وغالب الجهلة اليوم

قوله تعالى وما كانوا اولياءه ان اولياءه الا المتقون ترجمہ حالانكہ وہ لوگ اس مسجد كے متولی ہونے كے بھی اہل نہیں اسكے متولی سوا متقیوں كے اور كوئی بھی اشخاص نہیں۔ بعض كے نزدیك الله تعالى كی طرف ضمیر راجع ہے پس تقوی كا شرط ولایت ہونا منصوص ہے اور دوسری آیت سورہ یونس كی الا ان اولياء الله لا خوف عليهم بلا دوسرا احتمال كے اسمیں نص ہے آجكل تاركین شریعت كو ولی سمجھا جاتا ہے - انا لله

على ان الولى هو المجنون ويعبرون عنه بالمجذوب وكلما اطبق جنونه وكثر هذيانه واستقذرت النفوس السليمة احواله كانت ولايته اكمل وتصرفه في ملك الله تعالى اتم وبعضهم يطلق الولى عليه وعلى من ترك الاحكام الشرعية ومرق من الدين المحمدى وتكلم بكلمات القوم وتزيا بزيهم وليس منهم في عير ولا نفير الى قوله ولكن الكلام فيهم من الشيخ الاكبر قدس سره في الفتوحات يتجوز ذلك الى السماء يسعى من نقص القمة الى ابن بيسى من نقص بماء اه وان لم نرض بكون ذلك المضمون تحت هذه الاية لكون هذا الارجاع مرجوحا فاجعله تحت آية سورة يونس من قوله تعالى الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون الذين آمنوا وكانوا يتقون فان فيها نصا على كون ولاية الله تعالى خاصة بالمتقين

قوله تعالى اذ يريكهم الله في منامك قليلا دل على اخفاء الله تعالى بعض الواقعات في بعض الاوقات

قوله تعالى اذ يريكهم الله في منامك قليلا ترجمہ وقت بھی قابل ذكر ہے كہ جب الله تعالى نے آپكے خواب میں آپ كو

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما ظنک لغیرہ صلی اللہ علیہ وسلم فما بال من یعتقد اعدم تجویزہ فی غیبتہ وجزمہ بکشفہ ومنامہ وھذا کان فی المنام ولکن یمکن ان یکون فی الیقظۃ کما فی ایۃ بعدھا واذ یریکموھم اذالتقیتم فی اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینھم

وہ لوگ کم دکھلائی) آیت سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ بعض اوقات بعض واقعات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مخفی فرما لیتے ہیں اور غیر نبی کا تو کیا ذکر ہے (جیسا اس واقعہ میں ہوا کہ کفار تھے تو زیادہ اور حضور پر منکشف ہو گئے کم) سو اس شخص کا کیا حال ہے جو اس کو اپنے شیخ کے لئے جائز نہ سمجھے اور اسکے کشف اور خواب پر جزم کر لے اور یہ واقعہ تو منام میں تھا اور ایسا ہی اثناء بیداری میں ممکن ہے جیسا اسکے بعد والی آیت میں مذکور ہے واذ یریکموھم اذالقیتم فی اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینھم

قولہ تعالیٰ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس الخ

فی الروح نھی المومنین ان یکونوا امثالھم فی البطر والریاء وامرھم بان یکونوا اھل تقوی واخلاص فیہ عن بعضھم حل اللہ تعالیٰ بھذہ الایۃ اولیاءہ عن مشابھۃ اعدائہ اھ

قولہ تعالیٰ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس الخ ترجمہ (اور ان لوگوں کے مشابہ مت ہو جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے رستہ سے روکتے تھے) آیت میں مسلمانوں کو بطر اور ریا میں انکے مشابہ ہونے سے نہی کی گئی ہے پس اولیاء کو اعداء کی مشابہت سے ممانعت ہوئی۔

قولہ تعالیٰ۔ فلما تراءت الفئتان نکص علی عقبیہ

وقال انی بریء منکم انی اری ما لا ترون انی اخاف اللہ فی روح المعانی ناسبا الی ابن عباس والکلبی والسدی وغیرھم تمثل لھم ابلیس بصورۃ سراقۃ بن مالک الکنانی وکان من اشراف کنانۃ الی آخر القصۃ قلت فدلت الایۃ علی مسائل الاول ان ابلیس قد یترک وسوسۃ الذنب کما ترک فی ھذا الوقت ما وسوس اولا بقولہ لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم وھذا الترک انما یکون اذا رای ان الانسان یذنب بلا وسوسۃ والثانی امکان الکشف لاھل الباطل حیث کوشف برؤیۃ الملئکۃ والثالث جواز التمثل حیث تمثل بصورۃ کنانی والرابع ان خوف الطبعی من اللہ تعالیٰ لا یغنی شیئا انما المطلوب الخوف الایمانی وفی الروح ایضا لکن ترک الوسوسۃ انما یکون حسنا اذا کان اجلالا وحیاء من اللہ تعالیٰ فا ما الخوف من البطش فقط وھو لم یخف الا لکن لذلک اھ

قولہ تعالیٰ فلما تراءت الفئتان نکص علی عقبیہ وقال انی بریء منکم انی اری ما لا ترون انی اخاف اللہ ترجمہ (جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور یہ کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں میں تو خدا سے ڈرتا ہوں) اس واقعہ میں ابلیس سراقہ بن مالک کنانی کی صورت میں متمثل ہو گیا تھا پس آیت کئی مسئلوں پر دالالت ہے اول ابلیس کبھی گناہ کے وسوسہ کو ترک کر دیتا ہے جیسا اس قصہ میں اول لا غالب لکم الیوم اور وانی جار لکم پھر انی بریء منکم کہکر اسکو ترک کر دیا اور یہ ترک اسوقت ہوتا ہے جب دیکھتا ہے کہ بدون تیرے وسوسہ کے بھی انسان گناہ کر لیگا دوسرا مسئلہ اہل باطل کیلئے کشف کا ممکن ہونا چنانچہ ابلیس کو ملائکہ کا کشوف ہوا جسکی خبر اس قول میں دیگئی انی اری ما لا ترون تیسرا مسئلہ تمثل کا جیسا وہ کنانہ کی صورت میں متمثل ہوا چوتھا مسئلہ خدا تعالیٰ سے خوف طبعی کا کافی نہ ہونا جیسا شیطان کا خوف تھا اور اس نے انی اخاف اللہ کہا مطلوب خوف ایمانی ہے۔

پیل هست این سو که اکنون می روید	پند من از جان و از دل بشنوید
پیل بچگانند اندر راه تان	صید ایشان هست بس دلخواه تان
بس ضعیف اند و لطیف اند و سمین	لیک مادرشان بود اندر کمین
از پی فرزند صد فرسنگ راه	می بگردد در حنین و آه آه
دود و آتش آید از خرطوم او	الحذر از کودک مرحوم او
اولیا اطفال حق اند ای پسر	غائبی و حاضری بس باخبر
غائبی مندیش از نقصان شان	کو کشد کین از برائے جان شان (۱)
گفت اطفال من اند این اولیا	در غریبی فرد از کار و کیا
از برائے امتحان خوار و یتیم	لیک اندر سر منم با او ندیم
پشت دار جمله عصمتهائے من	گوئیا هستند خود اجزائے من
هان و هان این دلق پوشان من اند	صد هزار اندر هزار و یک تن اند
ورنه کے کردے بیک چوب هنر	موسئی فرعون را زیر و زبر
ورنه کے کردے بیک نفرین بد	نوح شرق و غرب را غرقاب خود

بر نکندی یک دو جای لوط راد ‌ ‌ جمله شهرستانشان الا مراد

گشت شهرستان چون فردوس شان ‌ ‌ وجلهٔ آب سیه رو بین نشان

سوئے شام است این نشان و این خبر ‌ ‌ در ره قدسش ببین بر رهگذر

صد هزاران اولیائے حق پرست ‌ ‌ خود بهر قرنے سیاستها بدست

گر بگویم این بیان افزون شود ‌ ‌ خود جگر چه بود که کوهها خون شود

خون شود کهها و باز آن بفسرد ‌ ‌ تو نبینی خون شدن کوری و رد

طرفه کورے دوربین و تیز چشم ‌ ‌ لیک از اشتر نبیند غیر پشم

مو بمو بیند ز صرفه حرص انس ‌ ‌ رقص بے مقصود دارد همچو خرس

مو بمو بیند ز حرص خود بشر ‌ ‌ رقص او خالی ز خشم و تیز پشم

(۲)

رقص آنجا کن که خود را بشکنی ‌ ‌ پنبه را از ریش شهوت برکنی

رقص و جولان بر سر میدان کنند ‌ ‌ رقص اندر خون خود مردان کنند

چون رهند از دست خود دستے زنند ‌ ‌ چون جهند از نقص خود رقصے کنند

مطربانشان از درون دف می زنند ‌ ‌ بحرها در شورشان کف می زنند

تو نه بینی برگ ها با شاخها ‏ ‏ کف زنان رقصان ز تحریک صبا

تو نه بینی لیک بهر گوش شان ‏ ‏ برگ ها با شاخها هم کف زنان

تو نه بینی برگ ها را کف زدن ‏ ‏ گوش دل باید نه این گوش بدن

گوش سر بر بند از هزل و دروغ ‏ ‏ تا به بینی شهر جان را با فروغ

ہین دہان بر بند از هزل ای عمو ‏ ‏ جز حدیث روی او چیزے مگو

سر کشد گوش محمد در سخن ‏ ‏ کش بگوید در نبی حق هو اذن

سر بسر گوش است و چشم است آن نبی ‏ ‏ رحمت حق مرضع است و ما صبی

(۳)

این سخن پایان ندارد باز ران ‏ ‏ سوئے اهل پیل و بر آغاز ران

هر دهان را پیل بوی می کند ‏ ‏ گرد معده هر بشر بر می تند

تا کجا یابد کباب پور خویش ‏ ‏ تا نماید انتقام و زور خویش

وا نماید در جزائش قهر و نیش ‏ ‏ هر کجا بوئے برد از پور خویش

تا کجا بوئے کباب بچه را ‏ ‏ یابد و خشمش زند اندر جزا

گوشتهائے بندگان حق خوری ‏ ‏ غیبت ایشان کنی کیفر بری

هین کہ بویائے دہان تان خالق است — کے برد جان غیر آن کو حاذق است

وائے آن افسوسئے کش بوئے گیر — باشد اندر گور منکر با نکیر

نے دہان دزدیدن امکان زان مہان — نے توان خوش کردن از دارو دہان

آب و روغن نیست مر روپوش را — راہ حیلت نیست عقل و ہوش را

چند کوبد زخمہائے گرزشان — بر سر ہر ژاژخا و برزشان

گرز عزرائیل را بنگر اثر — گر نبینی چوب و آہن در صور

ہم بصورت می نماید گہ گہے — زان ہمہ رنجور باشد آگہے (۴)

گوید آن رنجور کاے یار حرم — چیست این شمشیر بر فرق سرم

چون نمی بیند کس از یاران او — در جواب آیند یاران کاے عمو

ما نمی بینیم باشد این خیال — چہ خیالست این کہ ہست این ارتحال

چہ خیالست این کہ این چرخ نگون — از نہیب آن خیالے شد کنون

گرزہا و تیغہا محسوس شد — پیش بیمار و سرش منکوس شد

او ہمی بیند کہ آن از بہر اوست — چشم دشمن بستہ زان و چشم دوست

حرص دنیا رفت و چشمش تیز شد / چشم او روشن کہ خونریز شد

مرغ بے ہنگام شد آن چشم او / از نتیجہ کبر او و خشم او

سر بریدن واجب آمد مرغ را / کو بغیر وقت جنباند درا

ہر زمان نزعی است جزو جانت را / بنگر اندر نزع جان ایمانت را

عمر تو مانند ہمیان زر است / روز و شب مانند دینار اشمر است

می شمارد می دہد زر بے وقوف / تا کہ خالی گردد و آید خسوف

گر ز کہ بستانی و نہی بجائے / اندر آید کوہ زاں دادن زپائے (۵)

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض / تا ز واسجد واقترب یابی غرض

در تمامی کارہا چندیں مکوش * / جز بکارے کہ بود در دین مکوش

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام / کارہایت ابتر و نانت تو خام

وین عمارت کردن گور و لحد / نے بہ سنگ است و نہ چوب و نے لبد

بلکہ خود را در صفا گورے کنی * / در منی آن کنی دفن این منی

خاک او گردی و مدفون غمش / تا دمت یابد مددہا از دمش

گور خانہ قبہ ہا و کنگرہ	نبود از اصحاب معنی آں سرہ
بنگر اکنوں زندہ اطلس پوش را	ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را
در عذاب منکرست آں جان او	کژدم غم در دل غمدان او
از بروں بر ظاہرش نقش و نگار	وز دروں اندیشہائے زار زار
واں یکے بینی دراں دلق کہن	چوں نبات اندیشہ و شکر سخن

(۶)

تو نے سنا ہوگا کہ ہندوستان میں ایک حکیم نے چند رفقا کی ایک جماعت دیکھی کہ وہ بھوکے اور بے سروسامان ہیں اور دور و دراز سے سفر کر کے چلے آرہے ہیں بمقتضائے علمیت اسکی شفقت نے جوش مارا اور بہت تپاک سے سلام کیا اور ان سے ملکر گل کی طرح شگفتہ ہوگیا اور یہ کہا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس بے سروسامانی کے باعث اور بھوک اور خلو سے معدہ کے سبب تمکو بہت تکلیف ہے لیکن خدا کیلئے آپ بزرگان ہاتھی کا بچہ نہ کھالیویں یہ میں اسلئے کہتا ہوں کہ ادہر جسطرفت تم اب جارہے ہو ایک ہاتھی رہتا ہے تم میری نصیحت کو غور و توجہ سے اور بقصد عمل سنو بے التفاتی مت کرو (یہ ایک جملہ معترضہ ہے جو ان کی بے التفاتی دیکھکر اثنائے کلام میں فرمایا گیا ہے پھر نصیحت شروع کرتے ہیں) اس رستہ میں کچھ ہاتھی کے بچے ہیں جنکو دیکھکر اُن کے شکار کیلئے تمہارا جی بہت للچائیگا کیونکہ وہ بہت ہی انفس ہیں اور عمدہ اور موٹے تازے ہیں لیکن یہ یاد رکھو کہ وہ غیر محفوظ نہیں بلکہ اُن کی ماں اُن کی محافظ ہے گو تمہاری نظر سے غائب ہے وہ اپنے بچوں پر اتنی شفیق ہے کہ اُن کے لئے سو فرسخ کا چکر لگاتی ہے اور چنگھاڑتی اور فریاد کرتی جاتی ہے اُس کی سونڈ سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں پس تمکو اُسکے بچوں سے نہایت احتراز چاہئے یہاں تک پہونچکر مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تم اولیاء اللہ کو بھی ایسا ہی سمجھو جیسے ہاتھی کے بچے اہل اللہ حق سبحانہ کے بچے ہیں اور وہ اُن کی غیبت و توجہ الی الخلق کی حالت میں بھی اور حضور و توجہ الی الحق کی صورت میں بھی اُن کا محافظ و نگراں ہے اُن کے نقصان اور مشغولیت بالخلق کے سبب تم یہ خیال نکرنا کہ حق سبحانہ کی نگرانی اور حفاظت ان سے منقطع ہوگئی ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ بدستور قائم ہے اور وہ اس حالت میں بھی ان کو ایذا پہونچانے والوں سے انتقام لیتے [illegible] نے فرمایا ہے کہ میرے غریب تنہا اور بے شوکت و شان اولیاء میرے بچے ہیں اچنانچہ [illegible] اسی مقام پر ایک حدیث بدیں مضمون منقول ہے کہ حق سبحانہ اہل اللہ کو ستانے والوں پر اُن کی خاطر

یوں غضبناک ہوتے ہیں جسطرح شیر اپنے بچوں کیلئے اُن کے ایذا دینے والوں پر۔ اس روایت سے اولیاء کا شل اطفال حق سبحانہ ہونا مستفاد ہوتا ہے) میں نے ان کو لوگوں کے امتحان کیلئے بظاہر ذلیل ورلا وارث بنایا ہے لیکن در پردہ میں اُن کا مصاحب ہوں میری حفاظتیں جو مختلف عنوانوں سے ظاہر ہوتی ہیں ان کی معین و مددگار ہیں اور یہ بمنزلہ میرے اجزاء کے ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ میری اولاد کے ہیں اور اولاد جزو ہوتی ہے دیکھنا خبردار۔ میرے ہزاروں بچے ایسے ہیں ان کو کوئی اذیت نہ پہونچے گو دیکھنے میں یہ تنہا معلوم ہوں لیکن ہماری اعانت و حمایت سے ان میں کا ایک ایک لاکھوں اور کروڑوں کے برابر ہے ورنہ تم خیال تو کرو کہ اکیلے موسیٰ علیہ السلام فرعون کو ایک لاٹھی سے تلپٹ کیسے کر سکتے تھے اور ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام مشرق و مغرب کو کیونکر غرقاب کر سکتے تھے نیز اگر ہماری اعانت و حمایت اُن کے شامل نہ ہوتی تو حضرت لوط علیہ السلام کی ایک دعا کفار کے نامراد ملک کی بیخ کنی ہرگز نہ کر سکتی تھی حالانکہ ان کا بہشت کے مانند گلزار اور بارونق ملک۔ دجلۂ آب سیاہ کی طرح غیر آباد پڑا ہوا ہے اب بھی تم اُس کا نشان دیکھ سکتے ہو ہم تمکو پتہ بھی بتلائے دیتے ہیں شام کی طرف بیت المقدس کو جاتے ہوئے راستہ پر تمکو وہ نشان ملیگا اور اُس سے تمکو اس واقعہ کی تصدیق ہوگی کچھ انہی چند پیغمبروں پر منحصر نہیں بلکہ ہزاروں اہل اللہ اپنے اپنے زمانہ میں مخالفین کی تعذیب اور سرکوبی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اگر میں سب کی تفصیل بیان کروں تو بہت طول ہوا جاتا ہے نیز اُن کے تصور سے کلیجے پھٹتے اور خون ہوتے ہیں کلیجے تو کیا پہاڑ خون ہوتے ہیں اور خون ہو کر پھر منجمد ہو جاتے ہیں تم چونکہ مردود اور اندھے ہو اسلئے تمکو ان کا خون ہونا محسوس نہیں ہوتا یہاں تک بیان کر کے آگے دوسرے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اندھے تو ہو مگر عجیب قسم کے اندھے ہو کہ اُسکے ساتھ دوربین اور تیز نظر بھی ہو یعنی گو عالم غیب سے اندھے ہو لیکن عالم اجسام میں تمھاری نظر بہت تیز ہے لیکن وہ تیزی بھی عجیب قسم کی ہے کہ اونٹ کی اون تو دکھلائی دیتی ہے مگر اونٹ نہیں دکھلائی دیتا یعنی عالم اجسام میں تمکو غیر مقصود اور غیر نافع اشیاء دکھلائی دیتی ہیں اور مقصود اصلی اور نافع حقیقی تمھاری نظر سے محجوب ہیں چنانچہ آدمی کی حالت یہ ہے کہ حرص کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے اور اُسکے سبب سے بچہ کی طرح بلا غایت محمودہ کے ناچتا ہے اور رات دن جد و جہد میں مصروف ہے اور حرص بال برابر بھی اُسکی نظر سے مخفی نہیں ہوتی لیکن جو جد و جہد وہ اس حرص کے سبب کر رہا ہے اُسمیں بُرائی ہی بُرائی ہے بھلائی اصلاً نہیں۔ مگر نہ وہ اشیاء نافع کو دیکھتا ہے اور نہ سعی لاحاصل کو چھوڑتا ہے ارے ظالم کس خرافات میں مصروف ہے تجھکو جد و جہد اس کام میں کرنی چاہئے جس سے شکستگی و عجز وانکسار پیدا ہو اور یہ جو شہوات کا زخم تجھ میں موجود ہے اسکا پھایا آتار اور ان کو اچھا کر میدان میں ناچنا اور خواہشات نفسانیہ کیلئے جد و جہد کرنا رنڈیوں اور زنخوں اور پست ہمت لوگوں کا کام ہے مرد خون میں رقص کرتے ہیں اور مجاہدہ نفسانی میں جد و جہد کرتے ہیں ان لوگوں کو ابتدا میں تو تکلیف ہوتی ہے مگر جب اپنے کو فنا کر دیتے ہیں اور مرضیات حق سبحانہ کے تابع ہو جاتے ہیں اُسوقت یہ خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں اور جب اپنے نقصان سے نکل کر کامل ہو جاتے ہیں تو فرط مسرت سے ناچنے لگتے ہیں (تالیاں بجانے اور ناچنے سے ظاہری کودنا پھاندنا مراد نہیں ہے بلکہ فرط انبساط اور جوش مسرت مقصود ہے مضامین مابعد کو بھی ظاہری معنی پر محمول نہ کرنا چاہئے) ان کی باطنی محفل رقص

وسرود منعقد ہے اور ارباب نشاط شادیانے بجا رہے ہیں اور ان کے اندر شورش و جوش عشق حق سبحانہ کے مندر جوش مار رہے
ہیں۔ اشجار و نباتات حقائق و معارف کی شاخیں اور پتے نسیم لطف الٰہی سے لہرا رہے ہیں اور وجد و طرب میں رقص
کر رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں تم اُن کو نہیں دیکھ سکتے مگر اُن کے کانوں میں اُن شاخوں اور پتوں کے تالیوں کی
آوازیں آرہی ہیں ہم پھر کہتے ہیں کہ تم ایسی تالیاں بجانے کو نہیں معلوم کر سکتے اسلئے کہ اسکے لئے گوش دل کی ضرورت ہے
نہ کہ جسمانی کان کی بلکہ یہ تو اسکے ادراک سے مانع ہے بس اگر تمکو اس بارونق شہر جان کے سیر کی ضرورت ہے جسمیں پر لطف
جلسے اور پر بہار باغ ہیں تو لغویات اور بے حقیقت باتوں کے سننے سے کانوں کو روکو اس سے تمکو وہ بارونق اور پر لطف
شہر جاں نظر آئیگا نیز تمکو صرف کان ہی کے بند کرنے پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے بلکہ منہ کو بھی بند کرنا چاہیئے کہ نہ محرمات کھاؤ پیو
اور نہ ناجائز باتیں زبان سے نکالو بلکہ اگر مباحات سے احتراز کرنے میں کچھ ضرر نہو تو ان سے بھی احتراز کرنا مناسب ہے
اور بجز ذکر اللہ حقیقی یا حکمی کوئی بات زبان سے نہ نکالنا چاہیئے (ف ۱ ذکر اللہ حکمی سے مراد وہ باتیں ہیں جو بامر شارع
علیہ السلام ہیں خواہ وجوباً یا استحباباً۔ لذاتہ یا لغیرہ ف ۲ آنکھ کو بھی انہیں دو پر قیاس کرنا چاہیئے) ان نصائح کو کما حقہ
اور اصالۃً تو حق سبحانہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سنتے ہیں جنکو حق سبحانہ نے سراپا گوش فرمایا ہے (یا تو
اس ہو وتعیہا اذن واعیۃ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یا اذن خیر لکم کی طرف) اور وہ سراپا گوش اور سراپا چشم
ہیں کہ اسی کو سنتے ہیں جو سننے کے قابل ہے اور اسی کو دیکھتے ہیں جو دیکھنے کے لائق ہو۔ ہم تو اُن کے فیض سے علی حسب
الاستعداد مستفیض ہیں وہ رحمۃ للعالمین ہمارے لئے بمنزلہ دایہ کے ہیں اور ہم اُن کے لئے بمنزلہ شیر خوار بچے کے خیر یہ گفتگو
تو کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتی اب ہمکو مضمون سابق کی طرف لوٹنا چاہیئے اور اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے جنکو ہتنی
سے پالا پڑنے والا ہے اس حکیم نے کہا کہ وہ ہتنی آدمیوں کو سونگھتی ہے اور اُن کے معدوں کو دیکھتی ہے تا کہ کہیں اپنے بچے
کی کبابوں کی بو پالے اور تا کہ اپنا غیظ و غضب اور اپنا زور اس کھانے والے کو دکھلائے بس جب کسی جگہ اسکو اس کے
بچے کی بو ملجاتی ہے تو پھر وہ اپنا قہر و غضب اور اپنی عقوبت اسکو دکھلاتی ہے غرضکہ وہ پوری کوشش کرتی ہے تا کہ وہ
اپنے بچے کی بو کہیں پائے اور اسکے عوض میں اسکو سزا دے۔ یہاں تک بیان کر کے مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف
انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے تمکو عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ تم حق سبحانہ کے بندوں کا گوشت کھاتے
ہو اور اُن کی غیبتیں کرتے ہو بالآخر تم اس کا خمیازہ بھگتو گے یاد رکھو کہ حق سبحانہ تمہارے اس گوشت کھانے کو جانتے ہیں
لہذا تم اس کے انتقام سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ صرف وہی شخص بچ سکتا ہے جو بچتا رہا اور اس فعل شنیع کا مرتکب نہیں ہوا
ارے اس قابل افسوس شخص کی حالت پر کمال افسوس ہے جسکا منہ منکر و نکیر سونگھیں گے اور وہ ان سے منہ نہ چھپا سکیگا
اور وہ کسی دوا سے بھی اپنی منہ کی بو نہ کھو سکیگا نہ تو حلیہ تبدیل کرنیکے لئے کوئی پوڈر وغیرہ ہوگا اور نہ عقل و فہم کوئی
تدبیر رہائی کی نکال سکیگی لہذا اُن کے گرز اس بیہودہ شخص کے سر اور چوتڑوں پر بہت سی ضربیں لگائیں گے تمکو
اگر ان کے گرزوں میں کچھ شبہ ہو اور لکڑی اور لوہا ظاہر میں نہ دکھلائی دیتا ہو تو تم حضرت عزرائیل کے گرز کو تو اسکے
اثر سے پہچانتے ہو اسی پر قیاس کر لو گرز عزرائیل علیہ السلام اثر کے ذریعہ سے تو یقیناً معلوم ہے لیکن کبھی کبھی وہ اس عالم

میں محسوس نہیں ہوتا ہے اور مرنے والا شخص نزع کی حالت میں اسکی واقفیت حاصل کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اری یارو
یہ میرے سر پر تلوار کیسی ہے اور چونکہ اُس کے یار دوست وغیرہ نہیں دیکھ سکتے اسلئے وہ کہتے ہیں کہ ہمکو تو کچھ نظر نہیں آتا تیری تخیلہ کا
اختراع ہے اب مولانا فرماتے ہیں ارے کیسا اختراع اور کیسا خیال یہ تو جان لیگا اور کیسا خیال یہ تو وہ واقعی شئے ہے جسکی
دہشت سے آسمان جیسے واقعی اور عظیم الشان شئے اسکی نظر میں خیال ہوگئی ہے اور جس نے کہ اس عالم واقعی کو اس نظر میں حقیقت
بنا دیا ہے غرض کہ بیمار کو وہ گرز اور تلواریں دکھلائی دیتی ہیں اور اسکی حالت بالکل بدلجاتی ہے کہ جنکو وہ حقائق سمجھتا تھا
وہ خیالات ہوجاتے ہیں اور جنکو خیالات جانتا تھا وہ واقعیات ہوجاتے ہیں وہ جانتا ہے کہ یہ سب اسی کیلئے ہیں لیکن اور
دوستوں اور دشمنوں کی سب کی آنکھیں بند ہوتی ہیں کہ وہ اُن کو نہیں دیکھ سکتے اب دنیا کی حرص بالکل فنا ہوجاتی اور بمصداق
فکشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم حديد اُسکی نظر تیز ہوجاتی ہے اور جو چیزیں کہ اُسکو پیشتر نہیں دکھلائی دیتی
تھیں اب وہ دکھلائی دینے لگجاتی ہیں لیکن افسوس کہ کب آنکھ کھلتی ہے جبکہ موت کا وقت آجاتا ہو اور آنکھ کھلنا کچھ مفید نہیں
ہوتا اسکے تکبر اور غصہ و دیگر خصائل ذمیمہ کے سبب اُسکی آنکھ نے اُس مرغ کی صفت حاصل کرلی ہے جو بے وقت اذان دیتا ہو کیونکہ
یہ اسوقت حقیقت سے مطلع کرتی ہے جبکہ تلافی و تدارک کا وقت نہیں رہتا اُس مرغ بے ہنگام کا سر اڑا دینا واجب ہے جو بے وقت
گھنٹے بجاتا اور اذان دیتا ہے لہذا اُس آنکھ کو پھوڑ ڈالنا چاہئے اور دوسری آنکھ یعنی چشم قلب پر اعتماد کرنا چاہئے تم یہ نہ
خیال کرو کہ ابھی کا ہے کیلئے لذات سے محروم رہیں مرنے سے کچھ پیشتر سب کچھ کرلیں گے۔ کیونکہ تم اب بھی نزع میں ہو بس اس
حالت نزع میں تمکو اپنے ایمان کی خبر لینی چاہئے ہماری عمر کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اشرفیوں کی تھیلی اور رات دن اشرفیاں گننے
والے کی مانند ہیں چنانچہ وہ گن رہے اور صرف کر رہے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ یہ عمر کی اشرفیاں گھٹتی جاتی ہیں حتی کہ نوبت
یہانتک پہونچتی ہے کہ وہ تھیلی ایک وقت میں بالکل خالی ہوجاتی ہے اور اشرفیوں کا چاند گہن میں آجاتا ہے یعنی عمر ختم ہوجاتی
ہے یہ تو تھیلی ہے اگر پہاڑ میں سے بھی صرف کیا جائے اور کوئی شئے اس نکالے ہوئے حصہ کی جگہ نہ رکھی جاوے تو پہاڑ بھی لیکن
ختم ہوجاویگا مطلب یہ کہ ہم لوگوں کی عمریں تو بہت کم ہیں لیکن بہت زیادہ ہوں تو بھی گردش روزگار انہیں فنا کردیگی
کیونکہ جو زمانہ گذرتا ہے اُسکا بدل نہیں ہوتا جو امر کہ پورا کرسکے پس اگر تمکو اپنی عمر بچانا منظور ہے تو اسکی ایک صورت ہے کہ
وہ یہ کہ جسقدر حصہ فنا ہوتا جاتا ہے اُسکی جگہ طاعت کا کوئی حصہ رکھتے جاؤ اس سے تم موت حقیقی و موت معانی سے
محفوظ رہوگے اور بمصداق واسجد واقترب تم قرب حق سے کامیاب ہوگے اور مقرب ہو کر باقی بقاء حق ہوجاؤگے
اور فنا سے بچ جاؤگے دنیا کے کاموں کے پورا کرنے میں کوشش نہ کرنی چاہئے اور دین کے کاموں کے علاوہ کسی کام میں
کوشش نہ کرنی چاہئے (ف یاد رکھو کہ جو کام بامر یا باذن شرع ہوں گو وہ بظاہر دنیوی ہوں مگر حقیقۃً دینی ہیں کسی
غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوجاؤ) تم خیال تو کرو کہ تمہاری اس کوشش کا کیا نتیجہ ہے آخر تمکو مرنا ہے اور کار دنیا کسے تمام نکرد
مسلّم ہے پس اس اتمام کا انجام بھی تو ناتمامی ہے پھر اس بیہودہ کام میں کیوں مصروف ہوتے ہو اگر تم دنیاوی امور
ہی کے اتمام کی سعی میں چلدیے تو علاوہ اُس خرابی کے کہ وہ کام ہنوز ناتمام رہیگا اور تمہاری سعی بیکار ہوگی۔ ایک خرابی یہ ہوگی کہ تمہاری
روح کچی رہنے کی وجہ سے پکنے کے قابل نہ ہوگی یعنی زاد آخرت بھی تمہارے پاس ایسا نہ ہوگا جو تمکو کام دے سکے اور یہی جو تم آخرت کا

(۹)

سامان کر رہے ہو کر اپنے لئے قبر پختہ بنوا رہے ہو یہ سب لغو ہے قبر کی اصلی تعمیر پتھر اور لکڑی اور روؤں سے نہیں ہوتی بلکہ اصلی تعمیر قبر یہ ہے کہ صفائی باطن اور اخلاص میں اپنی قبر بناؤ اُسکی مستی میں اپنی ہستی کو دفن کر دو تم اسکی خاک ہو جاؤ اور اُس کے غم میں مدفون ہو جاؤ تاکہ اُس کے انفاس سے تمہارے انفاس کو مدد ملے اور وہ تمھاری بقا کا ذریعہ ہو اور صندوق قبر اور قبے اور کنگرے کو اہل دل کوئی اعلیٰ شے نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو قبر صفائی باطن کو پسند کرتے ہیں اچھا اب ہم تمکو اہل ظاہر اور اہل باطن کی حالت کا فرق دکھاتے ہیں جس سے تمکو اُن کے خیالات متعلق بہ قبر میں بھی فرق ظاہر ہو جاوینگا دیکھو ہندا اطلس پوش کا اطلس کیا اُس کے ہوش میں کوئی امداد دیتا ہے اور وہ اطلس پوشی سے صاحب ہوش ہو جاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ اُسکی جان تو سخت عذاب میں مبتلا ہے کہ اُسکو اپنا پوزیشن قائم رکھنے کی فکر ہے وغیرہ وغیرہ اور اُس کے مخزن غم دل میں غم کا بچھو گھسا ہوا ہے جو اُسکو ہر وقت پریشان رکھتا ہے گو اُسکا ظاہر آراستہ پیراستہ ہے مگر اُسکے خیالات اُسکے اندر رو رہے ہیں یعنی اُس کا دل ان تکلیف دہ خیالات کے سبب رو رہا ہے اور اس پورانی گدڑی والے فقیر کو دیکھو تو یہاں غم کا نام نہیں اُسکی خیالات میں بھی حلاوت ہے اور اُس کی باتوں میں بھی بس یہ فرق معلوم ہو گیا تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ کوئی چیز نہیں۔ بلکہ ایک صفائی باطن ہی وہ ہے جو تحصیل کے قابل ہے۔

شرح شبیری

(۱۰)

ایک دانا شخص کا قصہ جو کہ جنگل میں کچھ لوگوں سے ملا اور اُن لوگوں کو نصیحت کی کہ ہاتھی کے بچے مت کھانا۔

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں دید دانائے گروہ دوستاں

یعنی تم نے وہ سنا ہے کہ ہندوستان میں ایک دانا شخص نے ایک گروہ دوستان دیکھا یعنی وہ لوگ آپس میں دوست تھے جنگل میں سب یکجا جمع تھے یہ دانا صاحب بھی جا پہونچے۔

گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور می رسیدند از سفر و ز راہ دور

یعنی بھوکے اور بے سامان اور برہنہ رہے ہوئے تھے اور سفر اور راہ دور و دراز سے پہونچے تھے۔

مہر دانائیش جوشید و بگفت خوش سلامی شاں و چوں گل برشگفت

یعنی اُس دانا کی دانائی کی الفت نے جوش کیا تو اس نے ایک اچھا سلام کیا اور گل کی طرح کھل گیا یعنی اس نے سبکو سلام کیا اور اُن کو دیکھکر مسرت ظاہر کی۔

گفت دانم از تجوع وز خلا
جمع آمد رنجتان زین کربلا

یعنی اُس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ بھوک اور خلو معدہ کی وجہ سے اس میدان میں تکلیف تمکو جمع ہوئی ہے مطلب یہ کہ مجھے معلوم ہے کہ تم بھوک وغیرہ کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہو۔

لیک اللہ اللہ ای قوم جلیل
تا نباشد خوردتان فرزند پیل

یعنی لیکن اے قوم بزرگ خدا سے ڈرو اور ہرگز تمھاری خوراک ہاتھی کے بچے نہوں اللہ اللہ کا معمول محذوف ہے یعنی اتقوا اللہ اتقوا اللہ مطلب یہ ہے کہ ارے کہیں ہاتھی کے بچے مت کھا جانا اگرچہ بھوکے ہو مگر اسکا بہت برا نتیجہ ہوگا خدا سے ڈرنا اور اس کام سے بچنا۔

پیل هست این سو که اکنون می روید
پند ما از جان و از دل بشنوید

یعنی جسطرف کہ تم اب جا رہے ہو ادھر ہاتھی ہیں لہذا میری نصیحت کو دل و جان سے سنو۔

پیل بچگانند اندر راهتان
صید ایشان هست بس دلخواهتان

(۱۱)

یعنی تمہارے راستہ میں ہاتھی کے بچے ہیں اور اُن کا شکار کرنا تمھارے بہت دلخواہ ہے اس لئے کہ۔

بس ضعیف‌اند و لطیف‌اند و سمین
لیک مادرشان بود اندر کمین

یعنی وہ خوب موٹے اور تازے اور لطیف ہیں لیکن انکی ماں گھات میں ہوتی ہے۔

از پی فرزند صد فرسنگ راه
می بگردد در حنین و آه آه

یعنی اپنے بچہ کے مارے سیکڑوں کوسوں میں روتی ہوئی اور افسوس کرتی پھرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اُس کے بچہ کو کوئی مار ڈالتا ہے تو اپنے بچہ کی وجہ سے سیکڑوں کوس تک اُسکے قاتل کو تلاش کرتی پھرتی ہے اور جب پاتی ہے تو اُسکو مار ڈالتی ہے۔

آتش و دود آید از خرطوم او
الحذر زان بچهٔ مرحوم او

یعنی اُسکی سونڈ میں سے (غصہ کی) آگ اور دھواں نکلتا ہے اُسکے اُس بچہ مرحوم سے بس بچنا ہی بہتر ہے انکو بھلا کھانا تو درکنار اُن کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ ے مولانا فرماتے ہیں۔

اولیا اطفال حق اند ای پسر　　غایبی و حاضری بس باخبر

یعنی اولیاء اللہ اطفال حق ہیں در حالت غیبت اور حضور ہیں وہ ان سے باخبر ہیں مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اگر اس وقت تمہارے سامنے ہوں اور تم ان کو ستاؤ اور انکو برا بھلا کہو تو ممکن ہے کہ وہ خود بدلا لے لیں اور جبکہ وہ غائب ہوں تب تم ان کی برائی کرو تو وہ تو بدلا نہیں لے سکتے مگر حق تعالی ہر حال میں ان سے خبردار ہیں اور جب کوئی ان کو ستاوے گا فوراً اس سے بدلا لیں گے۔

غایبی مندیش از نقصان شان　　کو کشد کین از برائے جان شان

یعنی غایبی کو ان کا نقصان مت سمجھو اسلئے کہ وہ (حق تعالی) ان کی ان کیلئے کینہ کھینچتے ہیں مطلب یہ کہ اگر وہ اس وقت موجود نہیں ہیں اور کوئی برائی کرنے لگے تو یہ مت سمجھو کہ اس سے ان کا کوئی نقصان نہو گا ان کا کوئی حرج ہی نہیں ہے اسلئے کہ حق تعالی ان کی خبر رکھتے ہیں بس جو ان کو ستاویگا اس سے وہ خود بدلا لے لیں گے۔

گفت اطفال من اند این اولیا　　در غریبی فرد از کار و کیا

(۱۴)

یعنی حق تعالی نے فرمایا ہے کہ یہ اولیا میرے اطفال ہیں اور غربت میں شان و شوکت سے تنہا ہیں مطلب یہ کہ اگرچہ ظاہر حالت میں شان و شوکت ان میں نہیں ہے مگر یہ میری اولاد ہیں لہذا حقیقت میں بڑی بات کا مرتبہ بہت بلند ہے اطفال ہونے کی توجیہ بعض نے یہ کی ہے کہ حدیث میں ہے الخلق عیال اللہ مگر اس میں اولیاء اللہ کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ خلق ایک کلی ہے جو کہ کل کفار و مسلمین سب کو شامل ہے بلکہ اگر یہ کہا جاوے کہ حدیث میں ہے من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب یعنی جو میرے کسی ولی کو ستاویگا میں اسکو اعلان جنگ دیتا ہوں یہ تو مشہور ہے مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں اس حدیث کے ساتھ ایک حصہ اور بڑھایا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ حق تعالی فرماتے ہیں کہ جو کوئی میرے کسی ولی کو ستاتا ہے تو مجھے ایسا غصہ آتا ہے جیسے کہ شیرنی کو اس کے بچہ کو چھیڑنے سے آتا ہے تو اس تشبیہ سے نکل سکتا ہے کہ اولیاء اللہ بھی بمنزلہ عیال و اطفال کے ہوئے اور چونکہ قاضی صاحب کی نظر حدیث پر بہت تھی اسلئے ان کی اس زیادتی کو تسلیم کیا جاویگا کہ زیادتی ایک ثقہ محدث کی ہے اور یہ توجیہ بہت ہی نفیس ہے کہ اس میں اولیاء اللہ کی نسبت صراحۃً ارشاد ہے تو یہ حضرات اگرچہ بظاہر بہت ہی شکستہ حالی میں ہوں مگر باطن میں بادشاہ ہوتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ ؎ مبیں حقیر گدایان عشق را کایں قوم ✣ شہان بے کمر و خسروان بے کلاہ اند
اس شعر میں جو حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے آگے بھی اسی کی روایت بالمعنی فرماتے ہیں کہ۔

از برائے امتحان خوار و یتیم　　لیک اندر سر منم یار و ندیم

یعنی (دوسروں کی) آزمایش کیلئے (ظاہر میں تو) خوار و بے کس ہیں لیکن باطن میں ہیں اُن کا ندیم ہوں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی آزمایش کیلئے کہ دیکھیں کون تو اس امر کو سنکر کہ یہ ولی خدا ہیں اس ظاہری حالت کا لحاظ نہیں کرتا اور ان کی قدر کرتا ہے اور کون صرف اس ظاہری حالت پر نظر کرتا ہے۔ لہذا ظاہر میں تو اس طرح بیکس رہتے ہیں اور باطن میں حق تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے

پشتدار جملہ عصمتہائے من … گوئیا ہستند خود اجزائے من

یعنی میری عصمتوں کے پشت دار ہیں گویا کہ خود میرے ہی اجزا ہیں مطلب یہ کہ میری عصمتیں اور حفاظتیں اُن کے لیے پشت پناہ ہو رہی ہیں گویا کہ وہ میرے اجزا ہوگئے ہیں اور اتحاد اصطلاحی حاصل ہوگیا ہے اور ارشاد ہے کہ۔

ہان وہان این دلق پوشان من اند … صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند

یعنی کہ ہاں ہاں یہ دلق پوش میرے ہی ہیں لاکھ مضروب ہزار ہیں اور ایک تن ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دلق پوش میرے ہیں اور چونکہ انکو میری نسبت حاصل ہے ان میں کا ایک بھی اسقدر قدرت رکھتا ہے اور اسقدر قوی ہے کہ دوسرے دس کروڑ کا مقابلہ کرسکتا ہے اور وہ انکے سامنے ہیچ ہیں دس کروڑ اسلیئے کہا کہ مولانا نے صد ہزار مضروب ہزار کہا تو اُن کی ضرب سے دس کروڑ ہی حاصل ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان میں کا ایک سب کا مقابلہ کرسکتا ہے آگے اس کی نظائر بتاتے ہیں کہ۔

ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر … موسیٰ فرعون را زیر و زبر

یعنی ورنہ ایک ہنر کی لکڑی سے ایک موسیٰ فرعون کو کس طرح زیر و زبر کردیتے مطلب یہ کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام ایک آدمی نے فرعون جیسے بادشاہ کو زیر و زبر کردیا اور وہ بھی ایک ذراسی لاٹھی سے حالانکہ اُس کے سامنے ایک آدمی کیا چیز ہے پھر انکے آلات حرب کے آگے یہ لاٹھی مگر چونکہ نسبت حق تعالیٰ حاصل تھی لہذا سب پر غالب ہوئے۔

ورنہ کے کردے بیک نفریں بد … نوح شرق و غرب را غرقاب خود

یعنی ورنہ ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام تمام شرق و غرب کو اپنا غرقاب کس طرح کرلیتے غرقاب خود میں اضافت بادنی ملابست ہے یعنی وہ غرقاب جو کہ اُن کی وجہ سے ہوا تھا مطلب یہ کہ اگر حضرت نوح علیہ السلام کو معیت حاصل نہ ہوتی تو وہ ایک بددعا سے تمام عالم کو کس طرح غرق کرسکتے تھے یہ اُسی معیت کی برکت تھی۔

برنہ کندے یک دعائے لوط راد … جملہ شہرستان شان را بیمراد

(۳۷)

یعنی لوط بزرگ کی صرف ایک دعا اُن کی تمام شہروں بے مراد کو ہرگز نہ اکھاڑ سکتی۔ یہ ایک دعا سے تمام جہان کا تہ و بالا ہو جانا یہ قوت حق سے ہی ہوا۔ لوط علیہ السلام کی بددعا صراحۃً تو کہیں منقول ہی نہیں ہاں قرآن شریف میں اتنا آیا ہے کہ انھوں نے دعا کی رب نجنی واھلی مما یعملون اور نجات کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ ان کو ہلاک کیا جائے اور ان کو نجات دیجائے لہذا اس سے بددعا بھی مستنبط ہوتی ہے معیت حق کے حاصل ہونے کی وجہ سے اُن کی ایک دعا کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔

گشت شہرستان چو فردوس شاں　　دجلۂ آب سیہ رو بیں نشاں

یعنی اُن کا شہر جو مثل فردوس کے تھا ایک سیاہ پانی بہنے کی ندی ہو گئی نشان دیکھ لو۔ مطلب یہ کہ وہ تمام شہر وغیرہ سب برباد ہو کر مٹ گئے جنکا اب تک نشان باقی ہے آگے اُن نشانات کی جگہ بتاتے ہیں کہ۔

سوئے شام است ایں نشان و ایں خبر　　در رہِ قدسش ببیں بر رہگذر

یعنی یہ خبر اور نشان شام کی طرف ہے بیت المقدس کے راستہ میں گذرگاہ پر دیکھو گے۔ قرآن شریف میں بھی ثمود کے نشانات کی بابت ذکر ہے اور وہ بھی شام ہی کی راہ میں ہیں تو یہ بھی اُسی راستہ میں ہے سب ایک ہی جگہ قریب قریب بستیاں ہیں تو دیکھو یہ ساری برکت معیت مع اللہ کی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

(۱۴)

صد ہزاراں اولیائے حق پرست　　خود بہر قرنے سیاستہا بدست

یعنی لاکھوں اولیائے حق پرست خود ہر زمانہ میں (موجب) سیاست ہوئی ہیں کہ اُن کو ستانے اور ایذا دہی کی بدولت حق تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے۔

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود　　خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود

یعنی اگر میں اسکو بیان کروں تو طویل ہو جاویگا اور جگر تو کیا پتھر بھی خون ہو جاویگا مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے مناقب تو بہت طول طویل ہیں اُن کے بیان میں خوف تطویل کتاب کا ہے لہذا مختصر بیان کر کے ترک کیا جاتا ہے اگر ان کے پورے مناقب بیان کئے جاویں تو پتھر بھی خون ہو جائے جبکہ ان حضرات کی عظمت پیش نظر ہو تو وہ کیونکر قابل نہیں ہو سکتا۔

خوں شود کہسارہا باز آں بفسرد　　تو نہ بینی خوں شدن کو می ورد

یعنی پہاڑ خون ہو جاویں اور پھر منجمد ہو جاویں تم اُن کا خوں ہونا دیکھتے نہیں ہو اسلئے کہ اندھے اور مردود ہو

اگر تمہاری آنکھیں تر ہیں تو تمکو اُن کا خون ہونا نظر آتا۔

**طرفہ کوری دوربین و تیز چشم		لیک از اشتر نہ بیند غیر پشم**

یعنی تو عجیب اندھا ہے کہ دوربین اور تیز چشم ہے لیکن اونٹ سے سوائے اُون کے کچھ نہیں دیکھتا یعنی صرف ظاہر نظر کرتے ہو حالانکہ دیدے کھلے ہوئے ہیں مگر حقیقت کو نہیں دیکھتے اور ایسی مثال ہے کہ جیسے اونٹ کو کوئی دیکھے اور کہے کہ ایک اُون کا ڈھیر ہے اور اُس کی حقیقت کو دریافت نہ کرسکے اسی طرح اس دنیا میں رہکر تم اسکے ظاہر کو دیکھتے ہو اور جو اس سے مقصود اصلی ہے یعنی یہاں رہکر عبادت اور یاد حق کرنا اُسپر نظر نہیں ہوتی اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں یعلمون ظاهرًا من الحيوة الدنيا یعنی دنیا کی زندگی کے ظاہر ہی کو دیکھتے ہیں اسکی غایت اور حقیقت پر نظر نہیں کرتے اور اس ظاہر میں اسقدر منہمک ہیں کہ

**مو بمو بیند ز حرفہ حرص انس		رقص بے مقصود دارد ہمچو خرس**

یعنی حرص انسانی حرفہ دنیا میں بال بال کو دیکھتا ہے اور ریچھ کی طرح رقص بے مقصود جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ اسقدر طلب اور انہماک ہے کہ دنیا کے کاموں سے ذرا ذرا سی بات بھی نہیں چھوٹتی حصول دنیا کیلئے بہت بہت دور نظر پہونچتی ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں آخرت سے اندھے ہیں کہ خبر ہی نہیں اور دنیا کیلئے رات دن چکر میں رہتے ہیں اور کمانے کیلئے پھرتے ہیں اور انجام کار یہ حاصل اور فضول ہوگا جیسے کہ ریچھ ناچتا ہے تو اس کو کوئی فائدہ ہی نہیں ہوتا بلکہ جو پیسے وغیرہ ملتے ہیں ریچھ والے کو ملتے ہیں اسکو ذرا سا بھی فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح اس سعی دوڑ دھوپ بیکار کو بھی کوئی فائدہ حقیقی نہیں ہوتا۔

**مو بمو بیند ز حرص خود بشر		رقص او خالی ز خیر و پُر ز شر**

یعنی اپنی حرص کی وجہ سے انسان بال بال کو دیکھتا ہے اور اُسکا رقص دنیا خیر سے تو خالی ہوتا ہے اور شر سے پُر ہوتا ہے یعنی خیر حقیقی اُنہیں نہیں ہوتی آگے فرماتے ہیں کہ۔

**رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی		پنبہ را از ریش شہوت برکنی**

یعنی رقص تو اس جگہ کرو کہ اپنے کو شکستہ کرلو اور روئی کو شہوت کے زخم سے اکھاڑ دو یعنی اس رقص دنیاوی کو ترک کردو کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ دین کے لئے کوشش کرو کہ جس سے فائدہ بھی حاصل ہو۔

**رقص و جولان بر سر میدان کنند		رقص اندر خون خود مردان کنند**

(۱۵)

یعنی رقص و جولانی میدان میں کرتے ہیں اور مردان راہ حق اپنے خون میں رقص کرتے ہیں یعنی جو کہ مردان حق ہیں وہ تو فنا ہوتے ہیں اور رقص کرتے ہیں اُن کو اس سے اور خوشی ہوتی ہے اُن کی یہ حالت ہوتی ہے۔

چوں رہند از دست خود دستے زنند　　چوں جہند از نقص خود رقصے کنند

یعنی جب وہ لوگ اپنی ہستی کے ہاتھ سے چھوٹتے ہیں تو تالیاں بجاتے ہیں اور جب اس نقص سے نکلتے ہیں تو رقص شروع کر دیتے ہیں۔

مطربان شاں از درون دف می زنند　　بحرہا در شور شاں کف می زنند

یعنی اُن کے مطرب اُن کے اندر سے دف بجاتے ہیں اور بہت سے دریا اُن کے شور میں کف مار رہے ہیں یعنی اُن کو ان ظاہری دف و چنگ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود اُن کے اندر دف و چنگ محبت حق کے موجود ہے جس سے کہ مست ہو رہے ہیں اور علوم و معارف کے دریا اُن کے اندر سے جوش مار رہے ہیں جس سے کہ وہ خوش و خرم ہیں۔

تو نہ بینی برگ ہا بر شاخ ہا　　کف زناں رقصاں ز تحریک صبا

یعنی کیا تم پتوں کو شاخوں پر صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہوئے نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ دنیا میں بھی پتے اور شاخیں صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہیں اور رقص کرتے ہیں اسی طرح جب ان حضرات پر واردات عشقیہ ہوتے ہیں تو اُن کی یہی حالت ہوتی ہے جو ان پتوں کی ہوتی ہے کہ خوش و خرم ہیں اور رقص کرتے ہیں۔

تو نہ بینی لیک بہر گوش شاں　　برگ ہا بر شاخہا ہم کف زناں

یعنی تو تو نہیں دیکھتا لیکن اُن کے کان کے واسطے پتے شاخوں پر تالیاں بجا رہے ہیں مطلب یہ کہ تمکو تو نظر نہیں آتا مگر وہ ہر وقت تالیاں بجا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔

تو نہ بینی برگ ہا را کف زدن　　گوش دل باید نہ ایں گوش بدن

یعنی تم ان پتوں کے تالیاں بجانے کو دیکھتے نہیں ہو اُسکے لئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ گوش بدن کی اور تمھارے پاس گوش دل ہے نہیں لہذا تم مست بھی نہیں سکتے۔

گوش سر بربند از ہزل و دروغ　　تا بہ بینی شہر جاں را با فروغ

یعنی ان گوش سر کو ہزل و دروغ سے بند کرو تا کہ شہر جان کو با فروغ دیکھ سکو یعنی ان کانوں کو واہیات لا و فضولیات

سے بند کرو تاکہ تم اُس عالم غیب کو جو کہ با فروغ ہے دیکھ سکو اور اسکی زیارت کر سکو۔

بس دہاں بربند از ہزل اے عمو — جز حدیث روے او چیزے مگو

یعنی بس منہ کو ہزل سے بند کر لو اسے چچا اور سوائے اُس ذات کے روکے ذکر کے اور کچھ مت کہو مطلب یہ کہ بس سوائے ذکر حبیب کے اور سب سے منہ کو بند کر لو کہ سب ہزل ہے ؎ در مصحف روئے او نظر کن ۔ خسرو غزل و کتاب تا کے تو گوش و دہاں دل حاصل کرو اور ان ظاہری گوش و دہاں کو بند کر لو پھر دیکھو کیسے انوار نازل ہوتے ہیں۔

شد گوشش محمد در سخن — کش بگوید در نبی حق ہو اذن

یعنی گوش محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات میں سر جھکاتا ہے کہ اُن کو حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ہو اذن مطلب کہ دیکھو وحی کے وقت حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسقدر کان لگاتے تھے کہ جسکی بدولت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہو اذن پوری آیت یہ ہے ومنھم الذین یوذون النبی ویقولون ھو اذن قل اذن خیر لکم یعنی اُن منافقین میں سے وہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں (اور جب کوئی اُن سے کہتا ہے کہ کمبختو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن پائیں گے تو کیا کہیں گے تو) کہتے ہیں کہ وہ تو کان کے کچے ہیں (اُن کو جس طرح ہم بہکائیں گے مان لیں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) آپ فرما دیجئے کہ وہ کان کے کچے نہیں ہیں وہ بہتر ہیں تمہارے لئے تو اول جو ہو اذن ہے وہ تو یہاں مراد نہیں ہو سکتا اسلئے کہ یہ تو قول منافقین کا ہے لہذا یہ کہا جاوے کہ قل کے بعد جو اذن ہے وہ چونکہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اسلئے اُسکی تقدیر ہو اذن ہے تو مولانا کا مراد وہ اذن ہے اور اُس مبتدا کو ظاہر کر دیا ہے کہ ہو اذن اس سے بہتر اور کوئی توجیہ اسکی ہرگز نہیں ہو سکتی وللہ الحمد وللہ در مولانا۔

(۱۷)

سر بسر گوش است و چشم است ایں نبی — رحمت حق مرضع است و ما صبی

یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سراسر چشم و گوش ہیں اور رحمت حق ہیں جو کہ مرضع ہے اور ہم صبی ہیں یعنی جس طرح کہ حضور کو فیض ہوا تھا اور اُن کو چشم و گوش باطن عطا ہوئے تھے اسی طرح اب بھی ہمکو عطا ہو سکتے ہیں اسلئے کہ آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں اور ہم بچے ہیں لہذا ہم بھی رحمت ہو گے ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشانست — خم و خمخانہ با مہر و نشانست

اب فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایاں ندارد باز راں — سوئے اہل پیل و بر آغاز راں

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی لہذا لوٹو طرف اہل پیل کے اور شروع کی طرف رجوع کرو یعنی شفقت محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کی تو انتہا ہی نہیں جتنا بیان کریں کم ہی ہے لہذا اسکو یہاں چھوڑ کر اس پیل بچگان کے قصہ کو بیان کرتے ہیں

ہاتھی کے بچوں پر اعتراض کرنے والوں کے قصہ کا بقیہ

ہر دہاں را پیل بوئے میکند   گرد معدہ ہر بشر برمی تند

یعنی ہاتھی ہر شخص کے منہ کو سونگھتا ہے اور ہر آدمی کے معدہ کے گرد پھرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس ناصح نے کہا کہ یہ مت سمجھنا کہ جب ہم کھالیں گے تو اسکو کیا خبر ہوگی خوب منہ صاف کرلیں گے وہ ہاتھی منہ سونگھتا ہے اور معدہ کے اندر سے بو کو معلوم کرلیتا ہے۔

تا کجا یابد کباب پور خویش   تا زند اندر جزا صد زخم نیش

یعنی تاکہ جہاں کہیں وہ اپنے بچے کے کباب پاوے تو اسکو سزا میں سو زخم نیش کے مارے۔

تا کجا بوئے کباب بچہ را   یابد و زخمش زند اندر جزا

(۱۸)

یعنی یہانتک کہ جہاں کہیں اپنے بچہ کے کباب کی بو پاتا ہے تو بدلے میں اسکے زخم مارتا ہے اور اس شخص کو جس نے کھایا ہے سزا دیتا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

لحمہائے بندگان حق خوری   غیبت ایشان کنی کیفر بری

یعنی تم بندگان حق کے گوشت کھاتے ہو (اس طرح کہ) انکی غیبت کرتے ہو تو بدلا پاتے ہو۔

ہین کہ بویائے دہان تان خالق است   کے برد جان غیر او کو صادق است

یعنی ارے تمہارے منہ کا سونگھنے والا تو خالق ہے تو سوائے اسکے جو کہ صادق ہے کسکو جان بری ہو سکتی ہے تو جب تمنے غیبت کرکے بمقتضائے آیۃ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً کے تمنے ان حضرات کا گوشت کھایا اور انکو ایذا دی تو ان کی طرف سے تو بدلا لینے والا حق ہے پھر بتاؤ کہ وہ تو عالم الغیب ہے اس سے کہاں بچ سکتے ہو۔

وائے آں افسوسئے کش بوئے گیر   باشد اندر گور منکر با نکیر

یعنی اس افسوس والے کی حالت پر افسوس ہے کہ جسکا منہ قبر میں سونگھنے والے منکر نکیر ہوں اور افسوس اس لئے ہے کہ

نے دہاں وا نبودن امکاں زا جہاں — نے تواں خوش کردن آں دارو دہاں

یعنی نہ تو منہ کو ان سرداروں سے چھپا سکتے ہیں اور نہ دوا سے منہ کو خوشبودار کر سکتے ہیں بس جو حالت ہوگی وہ سامنے ہوگی۔

آب و روغن نیست مر روپوش را — راہ حیلت نیست عقل و ہوش را

یعنی وہاں روپوشی کیلئے آب و روغن نہیں ہے اور عقل و ہوش کیلئے حیلہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے بس جو ہوگا وہ سامنے ہوگا کوئی دھوکہ دہی وغیرہ وہاں کچھ نہیں چل سکتی۔

چند کوبد زخم ہائے گرز شاں — بر سر ہر ژاژ خا و مرز شاں

یعنی وہ کتنے ہی گرز کے زخم لگا دیں گے ہر بیہودہ گو کے سر پر اور جو ترڈوں پر مرز بضم میم مقعد یعنی جب چھپا تو کہیں گے نہیں لہذا ان پر ظاہر ہو جاویگا اور وہ خوب گرز لگا دیں گے اور پیٹیں گے اب کوئی کہتا ہے کہ جناب ہم تو کہیں نہ گرز دیکھیں نہ کچھ اس کا جواب دیتے ہیں۔

(۱۹)

گرز عزرائیل را بنگر اثر — گر نہ بینی چوب و آہن در صور

یعنی گرز عزرائیل کا اثر دیکھ لو اگر تم لوہا اور لکڑی صورت میں نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ اگر تمکو یہ نظر نہیں آتا تو اچھا نزع کے وقت عزرائیل علیہ السلام کے گرز کا اثر تو معلوم ہوتا ہے اگرچہ خود موثر نہ معلوم ہو مگر اثر سے بھی موثر پر دلالت ہوتی ہے لہذا اس نزع والے کے کرب و بے چینی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت کوئی چیز ہے کہ جواسپر مسلط ہو رہی ہے تو اسی سے اس گرز منکر نکیر کو بھی سمجھ لو اور اسی پر قیاس کر لو اور بلکہ بعض مرتبہ صورت میں بھی نظر آجاتا ہے جسکو آگے بیان فرماتے ہیں

ہم بصورت می نماید گہ گہے — زاں ہمہ رنجور باشد آگہے

یعنی کبھی کبھی صورت میں بھی نظر آجاتے ہیں اور ان سب سے وہ بیمار ہی آگاہ ہوتا ہے اسکو سب خبر ہوتی ہے وہ دیکھتا ہے اور بیان کرتا ہے اس سے تمکو بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یار حرم — چیست ایں شمشیر بر فرق سرم

یعنی وہ مریض کہتا ہے کہ اے گھر والو یہ تلوار میرے سر پر کیسی ہے۔

چوں نمی بیند کس از یاراں او — در جواب آیند ہر یک کاے عمو

یعنی جبکہ اُس کے دوستوں میں سے کوئی اُسکو دیکھتا نہیں تو سب جواب دیتے ہیں کہ اے چچا۔

ما نمی بینیم باشد ایں خیال　　چہ خیال است ایں کہ ہست ارتحال

یعنی ہم تو دیکھتے نہیں خیال ہوگا (مولانا فرماتے ہیں کہ) یہ کیسا خیال ہے بلکہ یہ تو کوچ ہے یعنی وہ لوگ کہتے ہیں بڑا ہے ہیں اُسکا دماغ ہوگیا ہے خیالات منتشر ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ اس کا تو کوچ ہونے والا ہے تم اُسکو خیال ہی کہہ رہے ہو۔

چہ خیال است اینکہ ایں چرخ نگوں　　از نہیب آں خیالے شد کنوں

یعنی یہ کیسا خیال ہے کہ یہ چرخ نگوں اُسکے خوف سے ایک خیال ہوگیا ہے اسوقت یعنی اسکے سامنے یہ بھی ضعیف ہوگیا ہے وہ وقت ارتحال بہت بڑی چیز ہے حق تعالیٰ آسان فرماویں اور ساتھ ایمان کے خاتمہ فرماویں۔

گرزہا و تیغہا محسوس شد　　پیش بیمار و سرش منکوس شد

یعنی تلواریں اور گرز اُس بیمار کے آگے سب محسوس ہوگئے اور اُس کا سر اوندھا ہوگیا۔

(۳۰)

او ہمی بیند کہ آں از بہر اوست　　چشم دشمن بستہ زاں و چشم دوست

یعنی وہ مریض تو دیکھ رہا ہے کہ وہ اُسکے لئے ہے اور اس سے چشم دشمن و دوست سب بند ہیں کسی کو کچھ خبر نہیں اور وہ اُن کو دیکھ دیکھ کر ہول کھا رہا ہے اور اسکو جو یہ ساری چیزیں دکھائی دی رہی ہیں اُسکی وجہ یہ ہے کہ۔

حرص دنیا رفت و چشمش تیز شد　　چشم او روشن گہ خونریز شد

یعنی حرص دنیا کی جاتی رہی اور اُسکی آنکھ تیز ہوگئی اور اُسکی آنکھ بری خونریزی کے وقت بند ہوئی یعنی ان اشیاء کو دیکھنے سے مانع تو یہ حرص دنیا ہی تھی اب وہ نہیں رہی لہذا سب منکشف ہوگیا مولانا فرماتے ہیں کہ بہت ہی ناوقت اُسکی آنکھ کھلی اگرچہ پہلے سے آنکھ کھلتی تو کچھ علاج بھی کر لیتا۔

مرغ بے ہنگام شد آں چشم او　　از نتیجہ کبر او و خشم او

یعنی اُسکی یہ آنکھ مرغ بے ہنگام ہوگئی ہے اُس کے کبر و خشم کے نتیجہ سے یعنی پہلے سے کبر و خشم اُسکی آنکھ کو بند کئے ہوئے تھے اب جبکہ وہ جاتے رہے ہے تو اُس کی آنکھ کھلی تو یہ مرغ بے ہنگام ہے کہ جس طرح وہ اذان بے وقت دیتا ہے اُسی طرح یہ کھلی بے وقت ہے۔

سر بریدن واجب آمد مرغ را　　کو بغیر از وقت جنباند درا

یعنی اُس مرغ بے ہنگام کا سر کاٹنا ضروری ہے (عرفاً) کیونکہ وہ بغیر وقت کے آواز کو ہلاتا ہے تو اسی طرح اُس آنکھ کو بھی ہلاک کر دینا ضروری ہے اب کوئی کہتا ہے کہ اچھا اسوقت تو ہمکو نزع نہیں ہے جب ہوگا دیکھا جاوے گا مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ہر زماں نزعی است جزو جانت را　　بنگر اندر نزع جان ایمانت را

یعنی تمہاری اجزا رجان کو ہر وقت نزع ہے تو تم نزع جان کے اندر ایمان کو دیکھو مطلب یہ کہ تم کہتے ہو کہ نزع کیوقت ایمان کو درست کرلیں گے تو تمہاری جان کا نزع تو جب ہوگا جب ہوگا اسوقت تمہاری اجزار کا نزع ہو رہا ہے کہ جو حیوٰۃ گذرتی جاتی ہیں اُن میں کمی اور انحطاط ہوتا ہے پھر جب ایک قسم کا نزع اب بھی ہو رہا ہے تو اب بھی تو تجدید ایمان درست ہے یا نہیں خوب کہا ہے ؎ تمر بنا ماذھب اللیالی ✦ وکان ذھابھن لہ ذھابا ✦

اور کہا ہے کہ ؎ ہر دم تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی ✦ لے ایک گھڑی عمر تری اور گھٹا دی ✦

آگے اس عمر کے ہر وقت گھٹنے کی ایک بہت ہی نفیس مثال فرماتے ہیں کہ۔

(۳۱)

عمر تو مانند ہمیان زر است　　روز و شب مانند دینار اشمر است

یعنی عمر تیری اشرفیوں کی ہمیانی کی طرح ہے کہ رات دن اشرفی گننے والے کی طرح ہے ✦

می شمارد می دہد زر بے وقوف　　تا کہ خالی گردد و آید خسوف

یعنی وہ گننے والا گن رہا ہے اور بے سوچے سمجھے دے رہا ہے یہانتک کہ وہ خالی ہو جاویگا خسوف میں آجاویگا یعنی جب وہ خرچ تو کریگا اور اسکی جگہ اور رکھے گا نہیں تو ظاہر ہے کہ ایک دن وہ خرچ ہو جاوے گی خواہ خزانہ قارون ہی ہو

گر ز کہ بستانی و ننہی بجائے　　اندر آید کوہ زاں دادن زپائے

یعنی اگر پہاڑ میں سے لینا شروع کرو اور اسکی جگہ کچھ رکھو نہیں تو اس دینے سے پہاڑ بھی گر پڑے اور ختم ہو جائے تو جب تمہاری عمر ختم تو ہو رہی ہے اور اسکی جگہ کچھ رکھا جاتا نہیں ہے تو آخر نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک دن ختم ہو جاویگی لہذا ضروری ہے کہ ہر دم اور ہر گھڑی ایمان کی خبر رکھو۔ تو اگر صرف خرچ ہو اور اسکی عوض میں کوئی چیز نہ رکھی جاوے تو پہاڑ بھی ختم ہو جاوے۔ اور اگر عوض رکھدیا جائے تو پھر نقصان نہیں ہوتا اسلئے فرماتے ہیں کہ۔

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض　　تا ز واسجد واقترب یابی غرض

یعنی پس ہر دم کا عوض اُسکی جگہ رکھ تاکہ واسجد واقترب سے تم غرض کو حاصل کرو یعنی تم اپنے ہر سانس کی عوض میں جس سے کہ عمر ختم ہو رہی ہے ذکر اور طاعت کو عوض میں رکھو پھر اگر بظاہر عمر ختم بھی ہو جاویگی مگر حقیقت میں تمکو عمر جاودانی اور حیات ابدی حاصل ہوگی۔

در تمامی کارہا چندیں مکوش جز بکارے کہ بود در دیں مکوش

یعنی تمام کاموں میں اتنی کوشش مت کرو سوائے اُس کام کے جو دین میں ہو اور کسی میں کوشش مت کرو مطلب یہ کہ امور دنیاوی میں اسقدر کوشش مت کرو کہ بس اُسی میں کھپ جاؤ اس قسم کی کوشش تو امور دینی میں ہونی چاہئے نہ کہ امور دنیاوی میں اسلئے کہ۔

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام کارہایت ابتر و نان تو خام

یعنی آخر کار تو ناتمام ہی چلا جاوے گا کہ تیرے کام ابتر ہونگے اور تیری روٹی کچی ہوگی مطلب یہ کہ دنیا کے تو تمام کام آخر کار ناتمام ہی رہجاوینگے اسلئے اس سے ابھی سے اُن کو ترک کر دو کہ کچھ مفید نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہو کہ جناب آپ موت کو یاد رکھنے کو کہتے ہیں تو ہمنے تو دل میں اسقدر یاد کر رکھا ہے کہ اتنا بڑا مقبرہ بنایا ہے اور اسقدر لاگت سے سنگ مرمر کی قبر بنائی ہے تو اسکا جواب دیتے ہیں کہ۔

(۲۲)

وین عمارت کردن گور و لحد نے بہ سنگ است و نہ چوب و نے لبد

یعنی اور یہ گور و لحد کی عمارت کرنا نہ پتھر سے ہے اور نہ لکڑی سے اور نہ نمدوں سے۔

بلکہ خود را در صفا گورے کنی در منی او کنی دفن ایں منی

یعنی بلکہ اپنی کو صفا میں ایک گور بنالو کہ اُسکے وجود میں تم اپنے اس وجود کو دفن کر دو مطلب یہ کہ صفائی قلب حاصل کرو اور اُسمیں مرتبہ فنا کا حاصل کرو کہ مردہ کی طرح اُسمیں دفن ہو جاؤ۔

خاک او گردی و مدفون غمش تا دمت یابد مدد ہا از دمش

یعنی اُسکی خاک بن جاؤ اور اُسکے غم میں مدفون ہو جاؤ تاکہ تمھارا دم دم حق سے مدد پاوے یعنی فنا حاصل کرو تاکہ حق تعالےٰ تمھاری مدد فرماویں۔

گور خانہ و قبہا و کنگرہ نبود از اصحاب معنی آں سرہ

یعنی گورخانہ اور قبے اور کنگرے اصحاب معنی کو پسندیدہ نہیں ہیں اسلئے کہ

بنگر اکنوں زند اطلس پوش را　　ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را

یعنی اب تم کسی زند اطلس پوش کو دیکھو کہ اطلس نے کچھ ہوش میں مدد کی یعنی قبر میں کچھ اسکے ہوش حواس میں اطلس نے مدد کی اور اُن کو قوت پہونچائی ہے یا نہیں تم خود ہی پہچان لو۔ بلکہ جو زندہ ہی ہیں اُن کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ

در عذاب منکرست آن جان او　　کژدم غم در دل غمدان او

یعنی اُسکی جان عذاب منکر میں ہے اور غم کے بچھو اُسکے دل غمدان میں ہیں۔

از بروں بر ظاہرش نقش و نگار　　وز دروں اندیشہ ہایش زار زار

یعنی باہر تو اُسکے ظاہر میں خوب نقش و نگار ہیں اور اندر سے اُسکے افکار زار زار مطلب یہ کہ اُسکی قبر وغیرہ بظاہر تو بہت منقش ہے مگر اندر سے جو حالت ہے اُسکی خبر ہی نہیں کہ بیچارہ خراب و خستہ ہو رہا ہے اس زند اطلس پوش کے تو یہ حالت ہو گئی

(۲۲۳)

واں یکے بینی دراں دلق کہن　　چوں نبات اندیشہ و شکر سخن

یعنی اُس ایک کو دیکھو کہ پورانی گدڑی میں نبات کی طرح تو اُس کے افکار ہیں اور باتیں شکر کی طرح ہیں یعنی ایک وہ شخص ہے کہ پھٹی پورانی گدڑی میں ہے اور اُسکا ظاہر بہت ہی خراب ہے مگر قلب دیکھو تو اندر سے شگفتہ ہے اور قبر بھی اندر پر نور اور رحمت سے بھری ہوئی ہے تو ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اصل میں اعتبار اندرون اور قلب کا ہے لہذا اُسکو درست کرو ظاہر خراب بھی ہو تو کوئی حرج ہی نہیں ہے آگے پھر اُسی مسافر والی حکایت کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

گفت ناصح بشنو ایں پند من　　تا دل و جان تان نگردد ممتحن

با گیاہ و برگ ہا قانع شوید　　در شکار پیل بچگان کم روید

من بروں کردم ز گردن وام نصح　　جز سعادت کے بود انجام نصح

من بہ تبلیغ رسالت آمدم　　تا رہانم مر شما را از ندم

ہین مبادا کہ طمع تان رہ زند　　طمع برگ این جہان تان بر کند

این بگفت و خیرباد کرد و رفت　　گشت قحط و جوع شان در راہ زفت

ناگہان دیدند سوئے جادۂ　　پور فیلے فربہے نو زادۂ

اندر افتادند چون گرگان مست　　پاک خوردند و فرو شستند دست

آن یکے ہمرہ نخورد و پند داد　　کہ حدیث آن فقیرش بود یاد

از کبابش مانع آمد آن سخن　　بخت نو بخشد ترا عقل کہن

پس بیفتادند و خفتند آن ہمہ　　آن گرسنہ پاسبان آن رمہ

دید پیلے سہمناکے میرسید　　اولاً آمد سوئے حارس دوید

بوئے میکرد آن دہانش را سہ بار　　ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار

چند بارے گرد او گشت و برفت　　مر ورا نازرد آن شہ پیل زفت

مر لب ہر خفتہ را بوئے کرد　　بوئے می آمد ورا زان خفتہ مرد

کز کباب پیل زادہ خوردہ بود　　بر درانید و بکشتش پیل زود

(۲۴)

در زمان او یکایک زان گروه / بر درانید و نبودش زان شکوه

بر هوا انداخت هر یک از گزاف / تا همی زد بر زمین می‌شد شکاف

ای خورندهٔ خون خلق از ره بگرد / تا نیارد خون ایشانت نبرد

مال ایشان خون ایشان دان یقین / زانکه مال از زور آید در یمین

مادر آن پیل‌بچه کین کشد / پیل‌بچه خورده را کیفر کشد

پیل‌بچه می‌خوری ای پاره‌خوار / هم برآرد خصم پیل از تو دمار

۲۵

بوی رسوا کرد مکر اندیش را / پیل داند بوی بچهٔ خویش را

آنکه یابد بوی حق را از یمن / چون نیابد بوی باطل را ز من

مصطفی چون برد بوی از راه دور / چون نیابد از دهان ما بخور

هم بیابد لیک پوشاند ز ما / بوی نیک و بد برآید بر سما

تو همی خسپی و بوی آن حرام / می‌زند بر آسمان سبزفام

همرهٔ انفاس زشتت می‌شود / تا به بوگیران گردون می‌رود

بوی کبر و بوی حرص و بوی آز / در سخن گفتن بیاید چون پیاز

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام / از پیاز و سیر تقوی کردہ ام

آں دمت سوگند غمازی کند / بر دماغ ہم نشیناں بر زند

پس دعاہا رد شود از بوئے آں / آں دل کژ می نماید در زباں

اخسئوا آید جواب آں دعا / چوب رد باشد جزائے ہر دغا

گر حدیثت کژ بود معنیت راست / آں کژی لفظ مقبول خداست

ور بود معنی کژ و لفظت نکو / آنچناں لفظے نیرزد یک تسو

(۲۶) آں بلال صدق در بانگ نماز / حی را ہی خواند از روئے نیاز

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست / ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست

اے نبی و اے رسول کردگار / یک موذن کو بود افصح بیار

عیب باشد اول دین و صلاح / لحن خواندن لفظ حی علی الفلاح

خشم پیغمبر بجوشید و بگفت / یک دو رمزے از عنایات نہفت

کاے خساں نزد خدا ہی بلال / بہتر از صد حی و حی و قیل و قال

وا مشورانید تا من رازتاں / وا نگویم آخر و آغازتاں

گر نداری تو دم خوش در دعا — رو دعا می خواه ز اخوان صفا

بهر این فرمود با موسی خدا — وقت حاجت خواستن اندر دعا

کای کلیم اللہ ز من میجو پناه — با دهانے که نکردی تو گناه

گفت موسی من ندارم آن دهان — گفت ما را از دهان غیر خوان

آنچنان کن که دهانها مر ترا — در شب و در روزها آرد دعا

از دهان غیر کے کردی گنا — از دهان غیر بر خوان کای خدا

یا دهان خویشتن را پاک کن — روح خود را چابک و چالاک کن (۳۷)

ذکر حق پاکست چون پاکی رسید — رخت بر بندد برون آید پلید

می گریزد ضدها از ضدها — شب گریزد چون بر افروزد ضیا

چون در آید نام پاک اندر دهان — نے پلیدی ماند و نے آن دهان

آن یکے اللہ می گفتے شبے — تا که شیرین گردد از ذکرش لبے

گفت شیطانش خمش ای سخت رو — چند گوئی آخر اے بسیار گو

این همه اللہ گفتی از عتو — خود یکے اللہ را لبیک کو

می نیاید یک جواب از پیش تخت — چند الله می زنی با روی سخت

او شکسته دل شد و بنهاد سر — دید در خواب او خضر اندر خضر

گفت هین از ذکر چون وامانده — چون پشیمانی از آن کش خوانده

گفت لبیکم نمی آید جواب — زان همی ترسم که باشم رد باب

گفت خضرش که خدا گفت این بمن — که برو با او بگو ای ممتحن

گفت آن الله تو لبیک ماست — این نیاز و سوز و دردت پیک ماست

(۲۸) نی ترا در کار من آورده ام — نی که من مشغول ذکرت کرده ام

حیله ها و چاره جوییهای تو — جذب ما بود و گشاد این پای تو

ترس و عشق تو کمند لطف ماست — زیر هر یارب تو لبیک هاست

جان جاهل زین دعا جز دور نیست — زانکه یارب گفتنش دستور نیست

بر دهان و بر دلش قفل است و بند — تا ننالد با خدا وقت گزند

داد مر فرعون را صد ملک و مال — تا بکرد او دعوی عز و جلال

در همه عمرش ندید او درد سر — تا ننالد سوی حق آن بدگهر

داد او را جملہ ملک این جہان	حق ندادش درد و رنج و اندہان
زانکہ درد و رنج و بار اندہان	شد نصیب دوستانش در جہان
درد آمد بہتر از ملک جہان	تا بخوانی تو خدا را در نہان
خواندن بے درد از افسردگی است	خواندن با درد از دل بردگی است
آن کشیدن زیر لب آواز را	یاد کردن مبدء و آغاز را
آن شدہ آواز صافی و حزین	کای خدا ای مستغاث و ای معین
نالہ سگ در رہش بے جذبہ نیست	زانکہ ہر راغب اسیر رہزنے است (۲۹)
چون سگ کہفے کہ از مردار رست	بر سر خوان شہنشاہان نشست
تا قیامت میخورد او پیش غار	عارفانہ آب رحمت بے تغار
اے بسا سگ پوست کو را نام نیست	لیک اندر پردہ بے آن جام نیست
جان بدہ از بہر آن جام اے پسر	بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
صبر کردن بہر این نبود حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
زین کمین بے صبر و حزمے کس نجست	حزم را خود صبر باشد پا و دست

حزم کن از خورد کایں زہریں گیاست
حزم کردن رو زور نور اولیاست

کاہ باشد کو بہر بادے جہد
کوہ کے مر باد را وزنے نہد

ہر طرف غولے ہمی خواند ترا
کاے برادر راہ خواہی ایں بیا

رہ نمایم ہمرہت باشم رفیق
من قلاوزم دریں راہ دقیق

نے قلاوزست نے رہ داند او
یوسفا کم رو سوے ایں گرگ خو

حزم آں باشد کہ نفریبد ترا
چرب و نوش و دانہ ہاے ایں سرا

کہ نہ چربے دارد و نے نوش او
سحر خواند می دمد در گوش او

کہ بیا مہمان ما اے روشنی
خانہ آں تست و تو آں منی

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام
یا سقیم و خستہ ایں دخمہ ام

یا سرم درد ست و درد سر بہ بر
یا مرا خواندست آں خالو پسر

زانکہ یک نوشت دہد با نیشہا
کہ بکارد در تو نیشش ریشہا

زر اگر پنجاہ یا شصتت دہد
ما ہیا او گوشت در شستت نہد

گر دہد خود کے دہد آں پر حیل
جوز پوسیدہ است گفتار دغل

(۳۰)

زغرغ آن عقل و معرفت را برد	صد ہزاران عقل را یک نشمرد
یار تو خرجین تست و کیسہ ات	گر تو رامینی مجو جز ویسہ ات
ویسہ و معشوق تو ہم ذات تست	وین برونہا ہمہ آفات تست
خرمہ آن باشد کہ چون دعوت کنند	تو نگوئی مست و خواہان منند
دعوت ایشان صفیر مرغ دان	کہ کند صیاد در مکمن نہان
مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ این	می کند آواز و فریاد و انین
مرغ پندارد کہ جنس اوست او	جمع آید بر دردشان پوست او
جز مگر مرغے کہ حزمش داد حق	تا نگردد گیج ازان دانہ ملق
ہست بے حزمی پشیمانی یقین	حزم را گلزار و محکم کن تو دین
زانکہ بے حزمے تفاوت بر دہد	دین رود از دست و درد سر دہد
بشنو این افسانہ را و شرح این	تا شوی حازم برائے حفظ دین

(۳۱)

ناصح نے کہا کہ میری نصیحت خوب اچھی طرح سن لو تاکہ تمہارے دل و جان رنج و محن کی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائیں دیکھو میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ نباتات و ترکاریوں پر قناعت کرنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار کے درپے نہ ہونا میں نصیحت کا فرض اپنے سر سے اتار چکا ہوں تم کو اختیار ہے مانو یا نہ مانو لیکن اگر مانو گے تو یاد رکھو کہ میری نصیحت کا انجام بہتر ہی ہوگا میں اسلئے آیا تھا کہ پیغام جس کا پہونچانا بمقتضائے حکمت مجھ پر واجب تھا تم کو پہونچا دوں اور تاکہ تم کو اس ملامت

سے نجات دوں جو کہ جہل واقعہ کے سبب تمکو پیش آتی دیکھو ایسا نہو کہ طمع تمکو سوادِ استقیم سے ہٹاکر دستے اور اس جہاں کے بظاہر خوش و لذیذ متاع کی طمع تمہاری بیخ کنی نہ کردے۔ یہ نصیحت کی اور خدا حافظ کہکر رخصت ہوگیا جب وہ چلاگیا تو اُن لوگوں نے سفر شروع کیا اور رستہ میں غذا کی کمی اور بھوک بیحد ہوگئی دفعۃً انھوں نے رستہ کی ایک جانب ہاتھی کا ایک بہت چھوٹا بچہ دیکھا جو خوب موٹا تازہ تھا اُسکو دیکھکر یہ لوگ اُسکو سب بھیڑیوں کی طرح لپٹ گئے اور اُسکو چٹ کرکے فارغ ہوگئے لیکن ایک ہمراہی نے نہ کھایا بلکہ اوروں کو بھی منع کیا کیونکہ اُس حکیم کی نصیحت یاد تھی اور وہی بات اُسکو اُسکی کباب کھانے سے مانع آئی۔ اسے رفیق شاباش کہ تونے اس نصیحت پر عمل کیا تو دیکھنا کہ وہ پرانی اور تجربہ کار عقل تجھکو ایک نیا نصیحت عطا کریگی جیسا کہ اُس کا قاعدہ ہے۔ خیر یہ لوگ کھا پی کر لیٹ رہے اور سب کے سب سو رہے اور یہ بھوکا شخص ان سب کا پاسبان ہوا اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آیا اور اول وہ اس محافظ کی طرف لپکا اُس نے تین مرتبہ اُس کا منہ سونگھا لیکن اُسکو اُسکے منہ سے اپنے بچے کے کبابوں کی بو نہیں آئی وہ کئی بار اُسکے چاروں طرف گھوما اور چلاگیا اُس زبردست ہاتھی نے اس بیچارہ کو کچھ نہیں کہا۔ اسکے بعد اُن سونے والوں میں سے ہر شخص کا منہ سونگھا ہیں اُن سونے والوں سے ہر ایک کے منہ سے جس نے اُس کے بچے کے کباب کھائے تھے کباب کی بو آئی اُس نے اُسکو فوراً چیر پھاڑ ڈالا اور مار ڈالا اُس نے اس جماعت میں سے ایک ایک کو پھاڑ ڈالا اور اسکو کچھ بھی خوف نہ ہوا یہ اُن کو اٹھا اٹھاکر اوپر پھینکتا تھا اور وہ گر کر پارہ پارہ ہوجاتے تھے یہانتک ہاتھی کا واقعہ بیان فرماکر آگے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے مخلوق کے خون کھانے والے اس روش کو چھوڑ تاکہ انکا یہ خون تجھے جنگ باخدا میں مبتلا نہ کردے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب یا یوں کہو کہ انکا خون تیرا مخالف نہو جاوے۔ اور تیری گردن پر سوار ہوکر تجھے کسی بلا میں نہ پھنسا دے ایک اور بات بھی یاد رکھنے کی قابل ہے وہ یہ کہ انکا مال بھی خون ہی کا حکم رکھتا ہے کیونکہ مال علی العموم کسب سے ہاتھ آتا اور کسب قوت سے حاصل ہوتا ہے اور قوت خون سے پس مال کھانا بھی حکم میں خون کھانے کے ہوا حق سبحانہ اپنی بندوں کے یوں ہی مربی ہیں جسطرح ہاتھی اپنے بچوں کا بلکہ اُسکی تربیت ہاتھی کی تربیت سے کہیں اعلیٰ ہے تو ان کھانے والے کے دشمن ہوجاتے ہیں اور اُس سے انتقام لیتے ہیں اور گوشت کھانے والے تو ہاتھی کے بچے کھاتا ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو ستاتا ہے تجھکو آگاہ ہونا چاہیئے کہ ہاتھی (حق سبحانہ) مخالف ہوکر تجھے تباہ کردیگا یہ نہ سمجھنا کہ خبر کیسے ہوگی خود اُسکی بو ایسے مکار کو رسوا کردیتی ہے ہاتھی اپنے بچے کی بو جانتا ہے یعنی گناہ میں ایک خاص اثر ہوتا ہے جس سے کہ وہ ظاہر ہوجاتا ہے مگر حق سبحانہ اپنے علم میں اس اثر کے محتاج نہیں بلکہ وہ قطع نظر اس اثر سے بھی جانتے ہیں افلا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر یہاں ہاتھی کے قصہ کی مناسبت سے یہ عنوان تعبیر اختیار کیا گیا ہے خیر وہ تو علیم وخبیر ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (جسوقت حق سبحانہ چاہتے تھے) اپنے زمانہ میں گناہ کو اُس کے اثر خاص سے معلوم کرلیتے تھے اس کا تمکو منکر نہ ہونا چاہیئے۔

(۳۴۴)

(باقی آئندہ)

کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپنے فرمایا ہے انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن پس جبکہ وہ انفاس رحمانیہ کو یمن سے بقدرت حق سبحانہ و مشیت الٰہیہ معلوم کرسکتے ہیں تو وہ باطل کو ائی بو اور اثر خاص ہے کیوں نہیں معلوم کرسکتے نیز جبکہ وہ اتنی دور سے ایک بو کو معلوم کرسکتے ہیں تو پاس سے کیوں نہیں دریافت کرسکتے (ف یاد رکھنا چاہیے کہ ادراک مغیبات آپکی عام حالت نہ تھی جیسا کہ نصوص اسپر شاہد ہیں بلکہ احوال خاصہ میں ایسا ہوتا تھا اور راز اسمیں یہ ہے کہ اس ادراک میں قوت بشریہ کو دخل نہیں بلکہ اسکا تعلق قدرت الٰہیہ سے ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر اہل اللہ قوت بشریہ سے جو کام کرتے ہیں وہ تو انکا اختیاری ہے اور جو بقوت الٰہیہ کرتے ہیں اسمیں وہ مختار نہیں اسلئے ان میں مشیت الٰہیہ خاصہ کو دخل ہے جب حضرت حق چاہتے ہیں اسوقت اُن سے افعال خرق عادت صادر ہوتے ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ جسوقت وہ چاہیں دیگر افعال اختیاریہ کی طرح یہ افعال بھی صادر ہو جائیں اس بنا پر ہمنے جسوقت حق سبحانہ چاہتے تھے وغیرہ الفاظ بڑہائے اور چونکہ فرمایا ہے کہ جب وہ اتنی دور سے معلوم کرلیتے تھے تو پاس سے کیوں نہ دریافت کرلیتے ہونگے یہ قرینہ ہو اسکا کہ یہ بیان حالت حیات کا ہے نہ کہ بعد الممات کا کما ہو الظاہر اسلئے "ہمنے اپنے زمانہ میں" یہ الفاظ بڑہائے اور صیغ حال جو شعر آئندہ میں مستعمل ہوئے ہیں ان سے کسی کو شبہ نہونا چاہیے کیونکہ مولانا استعمال صیغ میں اکثر تسامح فرماتے ہیں علاوہ ازیں یہ کلام حکایت حال پر محمول ہوسکتا ہے فقط یا وہ ضرور دریافت کرلیتے تھے مگر غایت کرم سے ہمپر اپنا علم ظاہر نہ فرماتے تھے کیونکہ افعال حسنہ و سیئہ کا اثر تو اسقدر قوی ہے کہ آسمان والونکو بھی اسکا علم ہو جاتا ہے اور بقدرت الٰہیہ پھر ارباب بصیرت کاملہ جو زمین پر رہتے ہیں کیوں نہیں جان سکتے تم سوتے ہوتے ہو مگر اس حرام کی بو جو تمنے کھایا ہے آسمان نے تک پہنچتی ہے وہ تمہارے برے سانسوں کے ساتھ ساتھ جاتی ہے حتی کہ آسمان کے صاحب ادراک رہنے والوں تک پہنچتی ہے (یہ عنوان بیان بطور استعارہ کے ہے نہ کہ بطور حقیقت کے اور مقصود صرف اتنا ہے کہ تمہارے گناہوں کی آسمان والوں کو بھی اطلاع ہوتی ہے فقط) آدمی جب بات کرتا ہے تو جسطرح اسوقت پیاز کی بو آتی ہے یوں ہی تکبر اور حرص اور آز کی بو بھی آتی ہے اور باتوں ہی سے تکبر اور حرص کا پتہ چل جاتا ہے اگر تم انکار کرو کہ میرے اندر تکبر اور حرص نہیں اور قسم بھی کھاؤ تب بھی یقین نہیں ہو سکتا جسطرح کوئی شخص لہسن پیاز کھائے اور قسم کھائے کہ میں نے نہیں کھائے تو ہرگز یقین نہیں ہو سکتا بلکہ تمہارا یہ کلام یعنی یہی خود چغلی کھا دیگا اور کہیگا کہ اس نے ضرور کھایا ہے اور یہ جھوٹا ہے

جو انکار کرتا ہے اسلئے کہ اسوقت اسکے منہ سے ایک بھبکارا نکلیگا جو کہ پاس بیٹھنے والوں کے دماغ سے ٹکرائیگا بس معلوم ہو گیا کہ گناہوں کیلئے ایک خاص قسم کی بو ہے جو انکے مناسب ہے پس وہ بو قبول دعا سے مانع ہوتی ہے کیونکہ وہ دعا اسی بو کے ساتھ متلبس ہوتی ہے اور اس بو کی ناپسندیدگی کی سبب دعا بھی رد ہو جاتی ہے نیز جسطرح بوئے پیاز سے باطنی حالت معلوم ہو جاتی ہے یوں ہی اس دعا سے بھی بلکی گئی معلوم ہو جاتی ہے پس ایسی دعا کا جواب یہ ہوتا ہے کہ دور ہو جاؤ تمہیے کلام مت کرو کیونکہ یہ ایک قسم کا فریب ہوتا ہے اور فریب کا جواب رد کے ڈنڈے سے دیا جاتا ہے یاد رکھو کہ حق تعالیٰ کی جناب میں الفاظ کام نہیں دیتے بلکہ وہاں معنی کی ضرورت ہے پس اگر الفاظ درست نہوں اور معنی ٹھیک ہوں تو قبول

نا درست الفاظ حق سبحانہ کے یہاں مقبول ہیں اور اگر معنی درست نہوں اور الفاظ درست ہوں تو اُسکی جناب میں الفاظ کی کچھ بھی وقعت نہیں دیکھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں بجائے حی کے ہی کہتے تھے مگر خلوص کے ساتھ اسپر کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور والا اسوقت دین کی ابتدائی حالت ہے ایسی حالت میں ایسی غلطی ٹھیک نہیں پس یا رسول اللہ و یا نبی اللہ آپ کوئی ایسا موذن مقرر فرمائیے جسکی زبان صحیح اور صاف ہو کیونکہ ابتدائے دین و آغاز ہدایت میں حی علی الفلاح کو ہی علی الفلاح پڑھنا سخت عیب کی بات ہے لوگوں کو اس سے نفرت ہوگی یہ سُنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب جوش میں آیا اور حق سبحانہ کی ان مخفی عنایتوں میں سے ایک دو کو اشارۃً ظاہر فرمایا جو کہ مخلصین پر ہوتی ہیں اور یہ فرمایا کہ ارے یاجیو بلال کے ہی حق سبحانہ کی جناب میں تمہاری محض زبانی حی و حی سے بہتر ہے دیکھو تم مجھے بہت نہ پریشان کرو ورنہ میں تمہارے راز اول سے آخیر تک سب کہہ ڈالونگا اس سے ثابت ہوا کہ وہاں الفاظ کی پوچھ نہیں بلکہ معنی کی قدر ہے اب اگر خود تمہارے اندر یہ صفت نہیں ہے تو جاؤ۔ دیگر اہل اللہ و ارباب صفائے باطن سے دعا کراؤ چونکہ آدمی کچھ نہ کچھ گناہ ضرور کرتا ہے خواہ وہ اُسکے مرتبہ ہی کے نسبت سے گناہ ہو اور فی نفسہ گناہ نہو اسلئے اسکے حق میں خود اُسکی دعا کی نسبت دوسرے کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے اس بنا پر حق سبحانہ نے حضرت موسی علیہ السلام سے جبکہ وہ دعا میں اپنی حاجات طلب کر رہے تھے یہ فرمایا کہ اے حکیم مجھسے مجھکو ایسے منہ سے مانگنا چاہئے جس سے تمنے گناہ نہ کیا ہو حضرت موسٰی علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ میرا منہ تو ایسا نہیں حق سبحانہ نے جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے شخص سے اپنے لیے دعا منگواؤ یعنی تمکو انکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہئے کہ وہ رات دن تمہارے لئے دعا کریں پس یہ وہ منہ ہے جس سے تمنے گناہ نہیں کیا کیونکہ دوسرے کے منہ سے آدمی گناہ نہیں کرتا لہذا اس سے دعا منگوانا چاہئے اور دوسری صورت یہ ہے خود اپنی ہی منہ کو پاک کرنا چاہئے جسکا طریقہ یہ ہے کہ اپنی روح کو راہ طاعت میں خشیت و چالاک کرنا چاہئے اور ذکر حق میں مشغول ہونا چاہئے اس سے پاکی حاصل ہو جاویگی کیونکہ حق سبحانہ کا ذکر تو پاک ہے جب پاکی آجائیگی تو ناپاک خود ڈیرہ ڈنڈا اٹھا چلتا ہوگا کیونکہ پاکی اور ناپاکی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک ضد دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو جب روشنی آتی ہے تو تاریکی شب چمپت ہو جاتی ہے پس جب ذکر اللہ منہ میں آئیگا تو نہ ناپاکی رہیگی اور نہ ناپاک منہ رہیگا۔ اب ہم ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس سے بدلالت مطابقی تو قبولیت ذکر ثابت ہوگی اور بدلالت التزامی ذکر اللہ کا مطہر دہن ہونا ظاہر ہوگا ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تاکہ ذکر اللہ سے اُسکے ہونٹونکو شیرینی اور لذت حاصل ہو۔ ایک مرتبہ شیطان نے اس سے کہا کہ اے بے حیا چپ بھی رہ آخر تو کب تک اللہ اللہ کریگا تونے حد سے بڑھکر اور اسقدر کثرت سے اللہ اللہ کی بھلا ایک ندا کا بھی جواب ملا تخت شاہی سے تو ایک بھی جواب نہ ملا تو بے حیائی سے کب تک اللہ اللہ کے نعرے لگاتا رہیگا اس وسوسے سے وہ شکستہ دل ہو کر لیٹ رہا تب اس نے ایک سبزہ زار کے اندر حضرت خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ ارے تونے ذکر کیوں چھوڑ دیا اور خدا کو پکارنے سے تو پشیمان کیوں ہوا۔ اُس نے کہا چونکہ میری ندا کا جواب نہیں ملتا اسلئے میں خیال کرتا ہوں کہ حق سبحانہ کو

(۴)

میرا پکارنا پسند نہیں اور جب میرا پکارنا اُن کو ناپسند ہے تو ایک ایسے فعل کی کثرت سے جو اُن کو ناپسند ہے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ زیادہ ناخوش نہوں۔ اور میں بالکل ہی مردود ہو جاؤں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت حق جل علا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم جاؤ اور جا کر اس سے یہ کہو کہ اے کمبختی مارو یہ تیرا اللہ کہنا ہی ہماری لبیک ہے جو تجھکو خشوع و خضوع اور درد و سوز کے ذریعہ سے پہونچتی ہے جو کہ ہمارے قاصد ہیں یعنی میں نے ہی تو تجھے دین کے کام میں لگایا ہے اور میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول کیا ہے یہ تیری تدبیریں اور علاج ہمارے جذب کا نتیجہ ہیں جنہوں نے تیرا پاؤں کھولا اور ہمارے رستہ پر چلتا کیا اور یہ جو تیرے اندر خوف اور محبت ہے یہ ہماری ہی لطف کی کمند ہوا اس سے ثابت ہوا کہ تیرے ایک اللہ کے تحت میں ہمارے بہت سے جواب موجود ہیں یاد رکھ کہ خدا کو نہ پہچاننے والے کو دعا ہی میسر نہیں ہوتے کیونکہ اُسکو دعا کی اجازت ہی نہیں اسکے منہ پر اُسکے ہونٹوں پر قفل لگا ہوا ہے تا کہ تکلیف کی وقت وہ حق سبحانہ کے سامنے نہ روسکے چنانچہ فرعون کو بہت کچھ مال اور ملک دیا حتی کہ اُس نے عزت و ذلت حقیقی کا دعوی کیا اور تمام عمر میں اُسکے سر میں بھی کبھی درد نہیں ہوا یہ سب اسلئے کیا گیا کہ یہ امور اُسکے ہونٹوں کے لئے قفل کا کام دیں اور توجہ الی اللہ سے اُسکو مانع ہو جائیں اور وہ حق سبحانہ کے حضور میں رو نہ سکے حق سبحانہ نے اُسکو ملک دنیا عطا کیا اور رنج و غم کچھ نہ دیا اسکی وجہ یہ تھی کہ رنج و غم دنیاوی اسکے دوستوں کا حصہ ہیں کیونکہ یہ باعث ہیں توجہ الی الحق کے پس دشمنوں کو کیسے مل سکتے ہیں (ف یاد رکھنا چاہئے کہ مطلق رنج و غم دنیاوی دوستوں کا حصہ نہیں ہیں کیونکہ یہ خلاف مشاہدہ ہے بلکہ وہ رنج و غم اُن کا حصہ ہیں جو موجب توجہ الی اللہ ہوں) پس درد تمام ملک دنیا سے بہتر ہے اسلئے کہ اُسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم متوجہ الی الحق ہوتے ہو برخلاف ملک دنیا کے کہ وہ مشاغل عن الحق ہے اور اگر بدون درد کے کوئی پکارتا ہے تو محض اوپری دل سے ہوتا ہے جو نہ پکارنے کے برابر ہے اور درد کے ساتھ پکارنا یہ شیفتگی کے ساتھ اور تہ دل سے ہے چپکے ہی چپکے حق سبحانہ کو پکارنا اپنی ابتدائی حالت کو یاد کرنا آواز کا صاف اور غمگین ہونا اور یہ کہنا کہ اے خدا اے فریاد رس اے مددگار یہ تمام باتیں درد ہی سے ہوتی ہیں جو عطائے حق سبحانہ ہوتا آدمی تو آدمی کتے کا نالہ بھی اُسکی راہ میں بدون جذب حق سبحانہ نہیں ہے کیونکہ جو حق سبحانہ کے طرف راغب ہونے والا ہے وہ پابند ہے ایک رہزن کا جو اُسکو مانع ہوتا ہے اس رغبت سے پس اس معاوقت کو اٹھانا اور دواعی کو مسلط کرنا یہ کام حق سبحانہ ہی کا ہے اسلئے ہر توجہ الی اللہ ناشی از جذب حق ہے (مگر جذب حق کے درجات متفاوت ہیں بعض جذبات کے بعد خذلان نہیں ہوتا اور بعض کے بعد ہو جاتا ہے) ہمنے اوپر کہا تھا کہ کتا بھی اُسکی راہ میں بدون جذب کے نالاں نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ کتا بھی مجذوب حق ہوتا ہے اسپر کسی کو استبعاد نہ ہونا چاہئے کیونکہ اُسکی مثال موجود ہے۔ دیکھو سگ اصحاب کہف مردار سے چھوٹ کر بادشاہوں کے ساتھ خوان رحمت پر بیٹھ گیا اور قیامت تک وہ غار کے سامنے بیٹھا ہوا آب رحمت کے بدون لتاری کے سیراب ہوتا رہے گا یہ تو حقیقی کتا تھا۔ اور بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں کہ کتے کی طرح لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہیں اور انکا نام بھی کوئی نہیں جانتا لیکن باطن میں وہ جام محبت سے خالی نہیں ہیں پس ان کی طرح تمکو بھی یہ جام حاصل کرنا چاہئے اور اسکے حاصل کرنیکے

(۴۷)

لئے جان بھی دیدینی چاہیئے۔ اسلئے کہ بدون مجاہدہ اور صبر کے کامیابی دشوار ہے اور اس جام کے حاصل کرنے کیلئے صبر کرنا حقیقت میں کچھ تنگی نہیں ہے پس صبر کرنا چاہیئے کیونکہ صبر ہی فراخی کا آلہ ہے یاد رکھو کہ عام طور پر یہی حالت ہے کہ بدون صبر علی الطاعات و عن المعاصی اور بغیر حزم واحتیاط کے اس گھاٹی سے کوئی نہیں نکلا الا ماشاء اللہ حزم کا ضروری ہونا تو ظاہر ہے رہا صبر وہ حزم کیلئے ممد ومعاون بلکہ لازم ہے کہ اس کے بغیر حزم بھی نہیں ہو سکتا پس صبر کا ضروری ہونا بھی ظاہر ہو گیا تمکو کھانے میں احتیاط کو کام میں لانا چاہیئے اسلئے کہ یہ زہریلی گھاس ہے حزم واحتیاط بڑی اچھی چیز ہے کہ اولیاء اللہ کیلئے یہ قوت بازو اور موجب نور ہے یہ لوگ حزم کو ہرگز نہیں چھوڑتے اسلئے کہ انکی مثال پہاڑ کی سی ہے اور اوروں کی مثال کاہ کی سی پس ہوا کاہ کو تو جنبش دے سکتی ہے مگر پہاڑ کے نزدیک اسکی کوئی وقعت نہیں یوں ہی لذائذ دنیا دی عوام کو ڈگمگا سکتے ہیں مگر اہل اللہ کو نہیں ڈگمگا سکتے یاد رکھو کہ ہر طرف سے تجھے ایک شیطان بلا رہا ہے کہ اے بھائی اگر تجھے راہ راست مطلوب ہے تو ادھر آ میں رہنما ہوں میں تیری ساتھ چلونگا میں اس کٹھن منزل کا راہنما ہوں تجھکو میرا اتباع لازمی ہے یعنی شیاطین تمکو معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ یہی سیدھا راستہ ہے لیکن تمکو آگاہ ہونا چاہیئے کہ نہ وہ رہبر ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں بلکہ وہ گرگ خصلت شیاطین ہیں پس اے یوسف نیکو اس گرگ خصلت کی طرف نہ جانا اور نہ کھا ہی جائیگا کیسی اچھی بات ہو کہ تو چرب وشیریں غذائے دنیا کے دھوکہ میں نہ آئے اسلئے کہ نہ اسمیں درحقیقت چکنائی ہے اور نہ شیرینی بلکہ اسکی یہ ظاہری چربی وشیرینی بمنزلہ ایک منتر کے ہے جو تجھپر پھونکا جا رہا ہے اور اسکے ذریعہ سے تجھکو پھنسایا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ آپ دعوت قبول فرمائیے مکان آپ ہی کا ہے اور آپ بھی ہمارے ہی ہیں کوئی تکلف کی بات نہیں پس اسوقت احتیاط یہ ہے کہ تم کہدو کہ جناب مجھے بدہضمی ہو رہی ہے یا میں بیمار اور قریب المرگ ہوں یا میرے سر میں درد ہے آپ اگر میرے سر کا درد کھو سکیں تو میں دعوت قبول کر سکتا ہوں یا میرے خالو کے بیٹے نے میری دعوت کر دی ہے لہذا میں معذور ہوں غرضکہ کسی نہ کسی طرح پیچھا چھوڑانا چاہیئے کیونکہ وہ ایک ایسی مٹھائی ہے جسمیں سیکڑوں ڈنک ہیں اور لذت نفسانی کیساتھ روحانی تکالیف بیحد ہیں اور اگر وہ پچاس ساٹھ اشرفیاں بھی تجھے دے تب بھی تجھے واپس کر دینی چاہیئے کیونکہ یہ گوشت ہے جو شست میں لگایا جا رہا ہے اور اسکے ذریعہ سے تجھے ہلاک کیا جا رہا ہے اگر وہ بظاہر دیتا ہے تو فی الحقیقت نہیں دیتا بلکہ اسکی ایسی مثال ہے جیسے بوسیدہ اخروٹ کہ دیکھنے والے کو معلوم ہو کہ اخروٹ دیا اور واقعہ میں کچھ بھی نہیں دیا اور یہ گفتگو محض فریب ہے کہ میں تجھے یہ دیتا ہوں وہ دیتا ہوں حالانکہ دیتا کچھ نہیں بلکہ جان لیتا ہے تمکو بہت ہوشیار رہنا چاہیئے اور بہت تحمل کی ضرورت ہے اسلئے کہ اگر ذرا کوتاہی کریگا تو اسکی بکواس تیری عقل کو کھو دیگی اور تو بالکل اسکی مٹھی میں آجائیگا وہ بڑی بلا کی گفتگو ہے کہ سیکڑوں عقلوں کو ایک کی برابر بھی نہیں سمجھتی تو ہرگز لالچ میں نہ آنا اور سمجھنا کہ تیرا یار تو تیرا اکیلا اور تیری خوبصورتی ہے اسمیں جو کچھ ہے وہ تیرے لئے مفید ہے اور اگر تو رامیں ہے تو وہی تیری معشوقہ ولیسہ ہے بس اسکو چھوڑ کر کسی اور کو طلب نہ کرنا چاہیئے اب ہم بتائے دیتے ہیں کہ وہ ولیسہ کون ہے وہ ولیسہ و تیری معشوقہ خود تیری ذات ہے تجھکو اسکی قدر کرنی چاہیئے اسکی حفاظت چاہیئے اور یہ چیزیں جو شیطان تیرے سامنے پیش کر رہا ہے یہ تو دین کھو دینے

(۴)

والی اور آفتیں ہیں پس احتیاط کی بات یہ ہے کہ جب شیاطین تیری دعوت کریں اور تجھے معاصی کی طرف بلائیں تو تو ان کو اپنا مشتاق اور طالب نہ سمجھ بیٹھے بلکہ اُن کی دعوت کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے وہ آواز جو شکاری نہاں چھپکر جانور کی آواز کے مشابہ بولتا ہے اور اپنے سامنے ایک مردہ جانور اسلئے رکھ لیتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ فریاد آہ و زاری کرتا ہے جانور سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری جنس سے ہے یہ سمجھکر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور وہ شکاری پکڑ کر سب کی کھال اور دھیڑ ڈالتا ہے اس تدبیر سے سب جانور دھوکے میں آجاتے ہیں مگر وہی جانور بچتا ہے جسکو حق سبحانہ نے حزم عطا کیا ہے وہ اتنی تمام کے دانہ کیلئے احمق نہیں بنتا یوں ہی شیاطین کی حالت سمجھ لو کہ وہ ہر ایسی تدبیر کرتے ہیں جس سے آدمی پھنسے سینا نچہ عوام پھنس جاتے ہیں مگر اہل اللہ جو کہ حزم کو کام میں لاتے ہیں نہیں پھنستے سمجھ لو کہ بدون حزم کے پشیمانی یقینی ہے پس ہرگز حزم کو نہ چھوڑنا اور اپنے دین کو مضبوط پکڑنا کیونکہ بے احتیاطی کا نتیجہ محرومی ہے دین ہی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور خواہ مخواہ کی جھقلش میں آدمی پھنس جاتا ہے اب یہ قصہ اور اُسکی تفصیل سنو تاکہ تم اپنی دین کی حفاظت کیلئے محتاط ہو فقط۔

شرح شبیری

مسافروں اور ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف رجوع

(۵)

گفت ناصح بشنوید این پند من ــــ تا دل و جان تان نگردد ممتحن

یعنی اُس ناصح نے کہا کہ میری بات سُنلو تاکہ تمہارا دل و جان مصیبت میں نہ پڑے۔

با گیاه و برگ ہا قانع شوید ــــ در شکار پیل بچگان کم روید

یعنی گھاس اور پتوں ہی پر قانع رہنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار میں مت جانا۔

من برون کردم ز گردن وام نصح ــــ جز سعادت کے بود انجام نصح

یعنی میں نے اپنی گردن سے نصیحت کے وبال کو نکال دیا اور سوائے سعادت کے اور کچھ انجام نصیحت کا نہ ہوگا مطلب یہ کہ میرے ذمہ جو نصیحت کرنا تھی میں کر چکا اب تسلیم کرنا نہ کرنا تمہارا کام ہے میں سبکدوش ہو گیا

من بہ تبلیغ رسالت آمدم ــــ تا رہانم مر شما را از ندم

یعنی میں تو پیام رسانی کیلئے آیا ہوں تا کہ تمکو ندامت سے چھڑا دوں۔

ہین مبادا کہ طمع تان رہ زند — طمع برگ از نہالتان برکند

یعنی ایسا نہو کہ طمع تمھاری راہ مارے اور توشہ کی طمع کہیں جڑ سے اکھاڑ دے۔

این بگفت و خیر بادے کرد و رفت — گشت قحط و جوع شان در راہ زفت

یعنی اُس نے یہ کہا اور ایک خیرباد کی اور چلدیا اور اُن لوگوں کی بھوک در قحط راستہ میں اور سخت ہوگیا۔

ناگہان دیدند سوے جادۂ — پور فیلے فربۂ نو زادۂ

یعنی انھوں نے ناگاہ ایک بٹیا کی طرف ایک ہاتھی کا بچہ موٹا نیا پیدا شدہ دیکھا۔

اندر افتادند چون گرگان مست — پاک خوردند و فرو شستند دست

یعنی اُس مست بھیڑیوں کی طرح پڑ گئے اور بالکل صاف کرکے کھا گئے اور ہاتھ دھو لئے یعنی خوب کھا پیکر فارغ ہوگئے۔ (۱۶)

آن یکے ہمرہ نہ خورد و پند داد — کہ حدیث آن فقیرش بود یاد

یعنی اُس ایک ہمراہی نے نہ کھایا اور سب کو نصیحت کی کیونکہ اسکو اُس فقیر کی نصیحت یاد تھی۔

از کبابش مانع آمد آن سخن — بخت نو بخشد ترا عقل کہن

یعنی کبابوں سے اسکو وہ بات مانع ہوئی (مولانا فرماتے ہیں کہ) پورانے لوگوں کی عقل تمکو بخت نو بخشتی ہے اور اُس سے بخت نو حاصل ہوتا ہے خیر اُس نے نہ کھایا اور اُن سب نے کھایا اور بعد کھانے کے نیند آتی ہے تو وہ تو سو رہے اور یہ چونکہ بھوکا تھا لہذا اسکو نیند کہاں یہ چوکیدار کی طرح بیٹھ گیا۔

پس بیفتادند و خفتند آن ہمہ — وان گرسنہ پاسبان آن رمہ

یعنی سب پڑ گئے اور سو گئے اور وہ بھوکا اُس جماعت کا پاسبان تھا۔

دید پیلے سہمناکے در رسید — اولا آمد سوئے حارس دوید

یعنی ایک خوفناک ہاتھی کو دیکھا کہ وہ آیا اول تو اُس چوکیدار کی طرف لپکا۔

بوئی می کرد آں دہانش را سہ بار — ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار

یعنی اُسکے منہ کو تین دفعہ سونگھا تو کوئی ناگوار بو اُس کے منہ میں سے نہ آئی۔

چند بارے گرد او برگشت و رفت — مرد را نا رزو آں شہ پیل زفت

یعنی چند بار اُسکے گرد پھرا اور چلدیا اور اُس زبردست ہاتھی نے اس شخص کو کچھ بھی نہ ستایا۔

پس لب ہر خفتۂ را بوئے کرد — بوئے می آمد ورا زاں خفتہ مرد

یعنی پھر ہر سونے والے کے منہ کو سونگھا تو ہر سونے والے میں سے اُسکو بو آئی۔

کز کباب پیل زادہ خوردہ بود — بر درانید و بکشتش پیل زود

یعنی کیونکہ کباب پیل زادہ میں سے کہائے تھے تو اُس ہاتھی نے اُسکو جلدی سے پھاڑ دیا اور مار دیا۔

(۷)

در زماں او یک بیک را زاں گروہ — می درانید و نبودش زاں شکوہ

یعنی اُس نے اُسی وقت اُس گروہ میں سے ایک ایک کو چیر پھاڑ دیا اور کوئی خوف نہیں کہا۔

بر ہوا انداخت ہر یک از گزاف — تا ہمی زد بر زمیں می شد شگاف

یعنی ہر ایک کو پراگندگی سے ہوا پر پھینکدیتا تھا اور زمین پر مارتا تھا تو وہ پھٹ جاتا تھا غرضکہ اُس نے خوب ہی گت بنائی مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ای خورندہ خون خلق از رہ بگرد — تا نیارد خون ایشانت نبرد

یعنی اے خلق کا خون کہانے والے اس راستہ سے پھر جا تاکہ ان کا خون تجھے مقاومت پر نہ لاوے مطلب یہ کہ دیکھ ان کے خون کا کہیں تجھسے بدلا نہ لیا جاوے تو اس حرکت کو ترک کر دے یہاں یہ شبہہ ہوتا تھا کہ جناب ہم تو کسی کا خون نہیں کہاتے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

مال ایشاں خون ایشاں داں یقیں — زانکہ مال از زور آید در یمیں

یعنی ان کے مال کو انکا خون جانو یقیناً اسلئے کہ مال زور ہی سے تو ہاتھ میں آتا ہے یعنی چونکہ مال محنت و مشقت و بذل نفس سے حاصل ہوتا ہے اور تم لوگ انکا مال خوب اڑاتے ہو تو گویا کہ اُن کا خون اور اُن کی جان کھا رہے ہو۔

مادر آں فیل بچہ کیں کشد ۔۔۔ فیل بچہ خوارہ را کیفر کشد

یعنی اُس ہاتھی کے بچہ کی ماں کینہ کھینچتی ہے اور ہاتھی کے بچہ کھانے والے کو سزا میں کھینچتی ہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ وہ اپنے بچہ کا انتقام لیتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ جو کہ خلق کے مربی ہیں انتقام لیتے ہیں۔

فیل بچہ میخوری اے پارہ خوار ۔۔۔ ہم برآرد خصم فیل از تو دمار

یعنی اے پارہ خوار تو ہاتھی کے بچہ کو کھا رہا ہے تو ہاتھی جو کہ دشمن ہے تیرے اندر سے دماغ کو نکالے گا یعنی تجھے سزا دیگا۔

بوئے رسوا کرد مکر اندیش را ۔۔۔ پیل داند بوئے بچہ خویش را

یعنی اُس مکار کو بو نے رسوا کر دیا اور ہاتھی اپنے بچہ کی بو کو جانتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ بھی جانتے ہیں کہ اُس نے میری مخلوق کو ستایا ہے اور اُس نے نہیں بلکہ اُس ہاتھی کو اسباب ظاہر مثل سونگھنے وغیرہ کی بھی ضرورت ہوئی تھی اور حق تعالیٰ کو تو ان اسباب کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ تو عالم الغیب ہے وہ ہر شخص کی حالت کو جانتے ہیں کہ یہ موذی ہے اور یہ نہیں اور بھلا حق تعالیٰ کو معلوم ہو جانا تو کچھ بھی بعید نہیں ہے جبکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بوئے حق و باطل بہت دور سے آجاتی تھی اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ یابد بوئے حق را از یمن ۔۔۔ چوں نیابد بوئے باطل را ز من

یعنی جو شخص کہ حق کی بو کو یمن سے پالیتے ہیں تو بو باطل کی میرے اندر سے کس طرح محسوس نکریں گے حدیث میں ارشاد ہے کہ انی لاجد ریح الرحمان من قبل الیمن شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اسکے مصداق حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو جب یمن سے آپکو بو حق کی آگئی تو بھلا باطل کی بو ہمارے اندر سے تو کیوں نہ آوے گی۔

مصطفےٰ چوں بوے برد از راہ دور ۔۔۔ چو نیابد از دہان ما بخور

یعنی مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبکہ راہ دور سے بو محسوس فرمالی تو ہمارے منہ سے تو کس طرح بو کو محسوس نہ فرماوینگے مطلب یہ کہ حضور تو حق و باطل سبکی بو محسوس فرماتے ہیں جیسا کہ اتنی دور سے بوے حق حضور کو آئی

(۸)

پھر ہمارے اندر سے حضور کو کس طرح بو سے باطل نہ آوے گی یقیناً معلوم ہو جاویگا کہ یہ لوگ گنہگار اور نافرمان ہیں تو حق تعالیٰ کا معلوم ہو جانا تو بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا یہاں یہ شبہ ہوا کہ اگر حضور کو بو آتی تو کبھی تو ظاہر فرماتے حیات میں خود فرماتے اور آپ حق تعالیٰ سے عرض کر کے ظاہر فرما دیتے کہ وہ شخص رسوا ہوتا اسکا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ہم بپا بد لیک پوشاند ز ما بوئے نیک و بد برآید بر سما

یعنی محسوس تو فرماتے ہیں لیکن ہم سے نیک و بد کی بو کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور وہ آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ حضور تو کسی کو رسوا نہیں فرماتے وہ تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر وہ بو خود آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ہر آسمان پر چند فرشتے ہیں کہ جو خاص خاص گناہوں کو محسوس کرتے ہیں اور انکو چڑھنے سے اوپر روکتے ہیں مثلاً کبر کے لیئے اول آسمان کے فرشتے روکتے ہیں اور اسی طرح سے بعض نے اسکو حدیث بھی کہا ہے لیکن خیر اگر حدیث نہ بھی ہو تب بھی یہ مضمون ثابت ہے اسلیئے کہ فرشتوں کو تو محسوس ہوتا ہی ہے تو حضور تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر اس طریقہ سے فرشتوں کو معلوم ہو جاتا ہے تو یہ اظہار خود ہمارے ہاتھوں ہوتا ہے نہ ایسا کام کرتے اور نہ یہ اظہار ہوتا۔

تو ہمی خسپی و بوئے آں حرام میزند بر آسمانِ سبزہ فام (۹)

یعنی تم تو سو رہے ہو اور اس حرام کی بو آسمان سبز فام پر پھیل رہی ہے جس طرح کہ اوپر بیان کیا گیا۔

ہمرہ انفاس زشتت می شود تا بہ بوگیران گردوں می رود

یعنی وہ بو تیرے انفاس زشت کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک آسمان کے بوگیروں تک جاتی ہے وہی مضمون مولانا خود بیان فرما رہے ہیں کہ جب گناہ کی بو اوپر کو صعود کرتی ہے تو وہ فرشتے جو کہ آسمان پر بوگیر ہیں اسکو محسوس کرتے ہیں اور تمکو اسکی خبر بھی نہیں ہوتی۔

بوئے کبر و بوئے حرص و بوئے آز در سخن گفتن بیاید چوں پیاز

یعنی کبر اور حرص کی بو بات کرنے میں پیاز کی طرح آتی ہے یعنی جس طرح کہ پیاز کھانے سے منہ میں سے بات کرتے ہیں بو آتی ہے اسی طرح گناہ کرنے کے بعد اسکی بو بھی اسی طرح آتی ہے اور اسکو فرشتے اور حضور محسوس فرماتے ہیں اور جب تم مخلوق خدا کو ستاؤ گے تو یقینی امر ہے کہ حق تعالیٰ کو معلوم ہو جاویگا اور وہ تمکو اسکا بدلا دینگے۔

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام از پیاز و سیر تقوی کردہ ام

یعنی اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے کب کھایا ہے پیاز اور لہسن سے تو میں نے پرہیز کیا ہے۔

آن دمِ سوگند غمازی کند　　بر دماغ ہمنشینان بر زند

یعنی اسوقت وہ قسم تمھاری غمازی کرے گی اور ہمنشینوں کے دماغ پر حملہ کریگی مطلب یہ کہ اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے تو پیاز نہیں کھایا ہے تو اس کہنے سے جو ایک ہوا تمھارے منہ سے نکلے گی اس ہوا میں بوئے پیاز ہوگی اور وہ بتادے گی کہ اس شخص نے پیاز کھایا ہے اسی طرح تم انکار بھی کرو کہ میں نے گناہ نہیں کیا ہے مگر تمھارے اس کہنے سے ہی معلوم ہوجاویگا کہ تم نے کیا ہے اور جب معلوم ہوجاتا ہے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ۔

پس دعاہا رد شود از بوئے آں　　آں دلِ کژ مینماید در زباں

یعنی پس اسکی بو کیوجہ سے دعائیں رد ہوجاتی ہیں اور وہ کجی قلب زبان ہی سے معلوم ہوجاتی ہے یعنی اسکا اثر زبان پر آجاتا ہے اور محسوس ہوجاتا ہے کہ اسکا قلب کج ہے۔

اخسئوا آید جواب آں دعا　　چوبِ رد باشد جوابِ ہر دغا

یعنی اس دعا کا (جو قلب کج سے ہو) جواب اخسئوا آیا ہے اور رد کردینے کی لکڑی ہر دغاباز کی سزا ہے قرآن شریف میں ہو کہ جب کفار کہیں گے کہ ربنا اخرجنا منہا فان عدنا فانا ظالمون تو ارشاد ہوگا کہ اخسئوا فیہا ولا تکلمون تو یہ جو ارشاد اخسئو ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ ان کے قلوب گندہ و رگندہ تھے اور اس گندگی کی بو ان سے محسوس ہوتی ہے تو ان کی دعا مردود ہوگئی اللھم احفظنا نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر حدیثت کژ بود معنیش راست　　آں کژی لفظ مقبول خداست

یعنی اگر تمہارے الفاظ کج ہوں اور معنی درست ہوں تو یہ کجی الفاظ خدا کے یہاں مقبول ہے مثلاً کسی کا شین قاف درست نہیں ہو مگر دل پر از محبت حق ہے تو اس کے وہ الفاظ بھی مقبول حق ہیں۔

ور بود معنی کژ و لفظت نکو　　آں چناں معنی نیرزد یک تسو

یعنی اور اگر معنی تو کج ہوں اور لفظ اچھے ہوں تو ایسے معنی ایک تسو کی بھی برابر نہیں مطلب یہ کہ ظاہری الفاظ تو بڑے فوق البیان ہوں جیسے بھاری مقرر ہیں مگر قلب اندر سے گندہ ہے تو ان الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں ہے ایسا شخص مردود اور غیر مقبول ہی ہوگا آگے حضرت بلال کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

(۱۰)

بیان میں اسکے کہ محبوں کی خطا بیگانوں کو صواب سے بھی اولیٰ ہے

آں بلال صدق در بانگ نماز　　حی را ہی خواند از روئے نیاز

یعنی وہ سچے بلال نماز کی اذان میں حی کو ہی کہا کرتے تھے نیاز کے طریقہ پر مطلب یہ کہ حا حلقی کی جگہ ہا ہوز ان سے نکلتی تھی مگر یہ کسی شرارت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ تھا نیاز و عاجزی ہی سے مگر ان کے منہ سے نکلتا ہی اس طرح تھا۔

تا بگفتند ای پیمبر نیست راست　　ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست

یعنی یہاں تک کہ لوگوں نے عرض کیا کہ اے پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ غلطی اسوقت ٹھیک نہیں ہے کہ شروع بنار اسلام ہے تو لوگوں کو اعتراض کا موقعہ ملیگا کہ موذن ہی الیسا رکھا گیا جو صحیح بھی نہیں بول سکتا اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گفتند کے فاعل مومنین نہیں ہیں منافقین ہیں جنکو کہ اس قول سے ہمدردی اسلامی مقصود نہ تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ حضرت بلال پر جو یہ عنایت ہے کہ ان کو اتنا بڑا کام ملا ہے یہ عنایات ان سے جاتی رہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دھمکی دی اور فرمایا کہ دیکھو چپ ہو ورنہ تمھارے اتر سے پتر سے کھول دونگا تو حضور کی عادت مومنین کیلئے ایسے ارشاد کی نہ تھی لہذا صاف معلوم ہوتا ہے کہ قول مومنین نہیں ہے پھر اگر یہ قول دل سوزی اور ہمدردی سے ہوتا تو حضور ضرور غور فرماتے اور گمان غالب تھا کہ اسکو قبول فرما لیتے مگر اس طرح رد فرما دینے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول ہرگز مسلمانوں کا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ۔

اے نبی وائے رسول کردگار　　یک موذن کو بود افصح بیار

یعنی اے نبی اور اے رسول خدا ایک اور موذن جو کہ فصیح ہو بلا لیجئے اسلئے کہ۔

عیب باشد اول دین و صلاح　　لحن خواندن لفظ حی علی الفلاح

یعنی اول دین اور اول اصلاح میں لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا عیب ہے (لہذا دوسرا موذن تجویز فرما دیجئے)

خشم پیغمبر بجوشید و بگفت　　یک دو رمزے از عنایات نہفت

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ جوش میں آ گیا اور عنایات پوشیدہ میں سے دو ایک رمز ارشاد فرمائے مطلب یہ کہ اسکو سنکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا اور حضرت بلال پر جو خاص عنایات تھیں اُن کو ارشاد فرمایا مثلاً یہ کہ یتقرب الی الحق ہونا اور اُن کے اوپر رحمت کا نازل ہونا حضور نے فرمایا اور فرمایا کہ۔

کائے خسان نزد خدا ہیٔ بلال — بہتر از صد حی و حی قیل و قال

یعنی اے کمینو بلال کا ہی (بہ ہا ہوز) سیکڑوں حی (بہ حا حطی) سے اور قیل و قال سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان ظاہری الفاظ کی بناوٹ سے اُن کا وہ غلط پڑھنا ہی بہتر ہے۔

وا مشورانید تا من راز تان — وانگویم ز آخر و آغاز تان

یعنی بہت شور بست کرو کہ میں تمھاری راز اول سے آخر تک ظاہر نہ کر دوں یعنی آپنے ارشاد فرمایا کہ بہت سیاری گڑبڑ مت کرو ورنہ یاد رہے کہ تمھاری ساری مکر اور فساد کھولدونگا اور لوگوں کو بتا دونگا کہ یہ اسقدر مکار اور دغاباز ہیں اب بھلا مومنین سے حضور نے کبھی اس طرح ارشاد فرمایا ہے ہرگز نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ارشاد فرمانا دلیل اسکی ہے کہ یہ سب کمبخت منافقین تھے تو دیکھو چونکہ حضرت بلال کا قلب درست تھا اُن کے الفاظ غیر صحیح ہونے پر نظر نہیں کی گئی بلکہ اُن کے اُس غیر فصیح ہی کو قبول کیا گیا قصص میں لکھا ہو کہ حسن بصریؒ جو کہ ہر فن میں ماہر تھے تجوید بھی خوب جانتے تھے ایکمرتبہ پچھلی شب کو جا رہے تھے تو ایک بزرگ حبیب عجمی قرآن پڑھ رہے تھے تجوید سے کما حقہ واقف نہ تھے اور پھر تھے عجمی لہذا جیسا اس حالت میں قرآن پڑھنا چاہیئے پڑھ رہے تھے حضرت حسن نے چاہا کہ ان کی اقتدا کریں مگر خیال ہوا کہ ان کو تجوید آتی نہیں ہے اور مجھے آتی ہے اس خیال سے آپنے اُن کے پیچھے نماز نہیں پڑہی اور تشریف لیجا کر کہیں اور نماز پڑھ لی بعد تہجد ذرا سو گئے خواب میں حق تعالی جل شانہ کی زیارت ہوئی اونھوں نے عرض کیا کہ یا رب دلنی علی عمل یقربنی الیک یعنی اے اللہ کوئی ایسا عمل بتایئے کہ جس سے آپکا قرب حاصل ہو۔ ارشاد ہوا الصلوٰۃ خلف الحبیب العجمی یعنی حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا یہ بہت بڑی عبادت ہے جس سے کہ میرا قرب نصیب ہو سکتا ہے اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ اُسوقت حضرت حسن بصریؒ نے اُن کے الفاظ ہی کی طرف نظر کی اسکی طرف نظر نہ کی کہ یہ جو نکل رہا ہے اُن کے دل سے نکل رہا ہے غرضکہ مقصود یہ ہے کہ اصل میں اعتبار قلب کا ہے اگر وہ پاک ہے تو الفاظ کا اعتبار نہیں ہے پس قلب کو صاف کرو یہ اصل جڑ ہے اُسکے بعد دعا قبول ہوگی اس قصہ کو درمیان میں بیان کر کے آگے پھر اُسی مضمون بالا کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ۔

(۱۲)

گر نداری تو دم خوش در دعا — رو دعا ئے خواہ ز اخوان صفا

یعنی اگر تم دعا میں دم خوب نہیں رکھتے تو جاؤ اور اخوان صفا سے دعا چاہو مطلب یہ کہ اگر تمہارا منہ بوجہ گناہوں کے قابل دعا کے نہیں ہے تو خیر خود تو کر دہی اور انکی تلافی کیلئے اور حضرات اہل اللہ سے بھی دعا کراؤ کہ اس گندگی دہن کی تلافی انکی دعا کرنے سے ہو جاویگی آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس سے کہ دوسروں سے دعا کرانے کی خوبی معلوم ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا ارشاد کہ ہمکو اس منہ سے پکارو جس سے کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو

بہر این فرمود با موسیٰ خدا　　وقت حاجت خواستن اندر دعا

یعنی اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے دعا میں حاجت چاہنے کے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ۔

(۱۳)

کاے کلیم اللہ ز من میجو پناہ　　با دہانے کہ نہ کردی تو گناہ

یعنی اے کلیم اللہ مجھسے اس منہ سے پناہ مانگو کہ جس سے تمنے گناہ نہ کیا ہو۔

گفت موسیٰ من ندارم آں دہاں　　گفت مارا از دہان غیر خواں

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں تو وہ منہ نہیں رکھتا تو ارشاد ہوا کہ مجھے دہان غیر سے پکارو گناہ سے مراد اُن کے مرتبہ کے موافق لغزش ہے ورنہ انبیا تو معصوم ہوتے ہی ہیں لہذا ارشاد ہوا کہ تم دوسروں سے دعا منگواؤ تو اس کے منہ سے تمنے تو گناہ نہ کیا ہوگا اگرچہ اُس شخص نے کیا ہو لہذا یہ ارشاد کہ اس منہ سے دعا کرو کہ جس سے تمنے گناہ نہ کیا ہو صادق ہو گیا۔ خود فرماتے ہیں کہ۔

از دہان غیر کے کردی گناہ　　از دہان غیر بر خواں کاے الٰہ

یعنی دوسرے کے منہ سے تم نے کب گناہ کیا ہے تو دوسرے کے منہ سے دعا کراؤ کہ اے الٰہی۔

از دہان کہ نکردستی گناہ　　از دہان غیر باشد عذر خواہ

یعنی اُس منہ سے کہ تمنے گناہ نہ کیا ہو (دعا مانگنا یہ ہے کہ) دہان غیر سے عذر خواہ ہو اب یہاں یہ شبہ ہوا

کہ دوسروں سے دعا کرانا تو اپنے قبضہ میں نہیں ہے ممکن ہے کہ اس سے کہیں اور وہ دعا نہ کرے تو اسکا کیا علاج ہے آگے اسکا علاج فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں کن کہ دہانہا مر ترا در شب و در روزہا آرد دعا

یعنی کام ایسے کرو کہ تمام منہ تمھارے لئے رات دن دعائیں کریں مطلب یہ کہ سب کی ساتھ بھلائی کرو کہ اس سے سب لوگ خود تمھارے لئے دعا کریں گے کسی سے کہنے سننے کی ضرورت ہی نہ ہوگی اور خیر یہ نہ ہو سکے تو آگے اسکی ترکیب فرماتے ہیں کہ۔

یا دہاں خویشتن را پاک کن روح خود را چابک و چالاک کن

یعنی یا اپنے منہ کو پاک کرے اور روح اپنی کو چابک و چالاک کرے یعنی اپنے ہی منہ کو استغفار وغیرہ سے پاک کر لو اور اسکے بعد دعا کرو کہ وہ مقبول ہوگی انشاء اللہ اسلئے کہ۔

ذکر حق پاکست چوں پاکی رسید رخت بر بندد برون آید پلید

(۱۴) یعنی ذکر حق پاک ہے تو جب پاکی پہونچی تو پلید نے اسباب باندھا اور چلتا ہوا مطلب یہ کہ اگر تم دعا سے قبل استغفار اور ذکر حق میں مشغول ہو جاؤگے تو چونکہ ذکر حق پاک ہے لہذا تمھاری وہ ساری گندگیاں اور ناپاکیاں زائل ہو جاوینگی اور آب آمد تیمم برخاست کا مضمون ہو جاویگا اور تمھارا منہ پھر اس قابل ہوگا کہ اس سے دعا کر سکو۔

می گریزد ضدہا از ضدہا شب گریزد چوں بر افروزد ضیا

یعنی ایک ضد اپنی دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو رات چلی جاتی ہے جب روشنی چمکتی ہے۔

چوں در آید نام پاک اندر دہاں نے پلیدی ماند و نے آں دہاں

یعنی جبکہ منہ کے اندر نام پاک حق تعالیٰ کا آیا تو نہ پلیدی رہی اور نہ وہ منہ رہا بلکہ اب دہاں پاک ہو گیا لہذا چاہیے کہ ہمیشہ دعا سے پہلے حق تعالیٰ سے استغفار کرے آگے ذکر کے فضائل اور اسکی قبولیت کی علامات بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اسکے کہ بندہ کا اللہ کہنا عین حق تعالیٰ کا لبیک فرمانا ہے

آں یکے اللہ می گفتے شبے ۔۔۔ تا کہ شیریں گردد از ذکرش لبے

یعنی ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تاکہ ذکر حق سے لب شیریں ہوں یعنی لطف حاصل ہو اسلئے وہ ذکر حق کیا کرتا تھا۔

گفت شیطانش خمش اے سخت رو ۔۔۔ چند گوئی آخر اے بسیار گو

یعنی اُس عابد سے شیطان نے کہا کہ ارے بےحیا آخر کہاں تک پکاریگا اے بسیار گو۔

ایں ہمہ اللہ گوئی از عتو ۔۔۔ خود یکے اللہ را لبیک کو

یعنی اے سرکش تو یہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لبیک کہاں ہے مطلب یہ ہے کہ اس خبیث نے بہکایا کہ ارے تو تو یوں پکار رہا ہے اور اللہ میاں تجھے پوچھتے بھی نہیں یہ بھی نہیں کہ کبھی لبیک ہی فرمادیں اور جواب ہی دیدیں۔

(۱۵)

می نیاید یک جواب از پیش تخت ۔۔۔ چند اللہ می زنی با روئے سخت

یعنی عرش کے آگے سے ایک جواب بھی نہیں آتا تو اس بےحیائی کے ساتھ کب تک اللہ اللہ کریگا۔

او شکستہ دل شد و بنہاد سر ۔۔۔ دید در خواب او خضر را در خضر

یعنی وہ شکستہ دل ہو کر سو رہا تو خواب میں خضر علیہ السلام کو ایک باغ میں دیکھا۔

گفت ہیں از ذکر چوں وا ماندۂ ۔۔۔ چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ

یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ارے ذکر سے کیوں رہ گیا اور جسکو کہ پکارا کرتا تھا اُس سے کیوں پشیمان ہوتا ہے۔

گفت لبیکم نمی آید جواب ۔۔۔ زاں ہمی ترسم کہ باشم رد باب

یعنی اُس نے عرض کیا کہ میرے جواب میں لبیک تو آتا نہیں تو مجھے خوف ہے کہ کہیں مردود بارگاہ ہو جاؤں مطلب یہ کہ جب وہاں مقبول نہیں ہے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں اس سے کبھی نہ جاؤں اور بالکل ہی مردود نہ ہو جاؤں۔

گفت خضرش کہ خدا گفت این بمن کہ برو با او بگو اے ممتحن

یعنی خضر علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اُس سے کہہ دو کہ اے ممتحن۔

گفت آں اللہ تو لبیک ماست ایں نیاز و سوز و دردت پیک ماست

یعنی ارشاد ہوا ہے کہ وہ اللہ کہنا تیرا ہمارا لبیک ہے اور یہ نیاز و سوز اور درد تیرا ہمارا قاصد ہے۔

نے ترا در کار من آوردہ ام نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام

یعنی کیا میں نے ہی تجھے کام میں نہیں لگایا ہے اور کیا میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول نہیں ہے۔

حیلہ ہا و چارہ جوئیہائے تو جذب ما بود و کشاد ایں پائے تو

یعنی تیرے حیلے اور تیری چارہ جوئیاں یہ ہمارا جذب تھا کہ جس نے تیرا پاؤں کھول دیا۔

ترس و عشق تو کمند لطف ماست زیر ہر یارب تو لبیک ہاست

(۱۶)

یعنی تیرا خوف اور تیری محبت یہ ہمارے لطف کی کمند ہے اور تیرے ہر یارب کے نیچے بہت سے لبیک ہیں مطلب یہ کہ تم جو پکار رہے ہو اور اللہ اللہ کر رہے ہو یہ ہماری توفیق ہی سے تو ہے اور تمھارا یہ اللہ اللہ کرنا ہی ہمارا لبیک کہنا ہے اسلئے کہ اگر ہم جواب نہ دیتے تو پھر دوبارہ تمکو توفیق ہی کیوں دیتے ایک مرتبہ کے بعد جو دوبارہ توفیق ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمنے اول کو قبول کرلیا اور اُسکا جواب دیدیا اور دلیل اسکی یہ ہے کہ۔

جان جاہل ازیں دعا جز دور نیست زانکہ یارب گفتنش دستور نیست

یعنی جاہل کی جان دعا سے سوائے دور کے نہیں ہے اسی لئے یارب کہنا اُسکا دستور نہیں ہے یعنی دیکھو مطلب یہ کہ جو کہ محجوب ہے اُسکو اللہ کہنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسکو توفیق ہوتی ہے وہ مقبول ہو جاتا ہے جب توفیق ہوتی ہے۔

بر دہان و بر دلش قفل است و بند تا نہ نالد با خدا وقت گزند

یعنی اُس محجوب کے مُنہ اور دل پر تو قفل اور قید ہے تاکہ خدا کے آگے مصیبت کے وقت نہ رو سکے اور جو کہ عرض اور دعا کر سکے معلوم ہوا کہ وہ مقبول ہو گیا۔ آگے اس محجوبیت کی وجہ سے دعا نہ کر سکنے کی ایک نظیر ہے

بیان فرماتے ہیں۔

داد مر فرعون را صد ملک و مال　　تا بکرد او دعوے عز و جلال

یعنی حق تعالیٰ نے فرعون کو سیکڑوں ملک اور مال دئے یہانتک کہ اُس نے خدائی کا دعویٰ کیا

در ہمہ عمرش ندید او درد سر　　تا نہ نالد سوئے حق آں بدگہر

یعنی تمام عمر میں اُسکو درد سر بھی نہ ہوا تاکہ وہ بدذات حق تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کر ہی نہ سکے۔

داد او را جملہ ملک ایں جہاں　　حق ندادش درد و رنج و اندہاں

یعنی اُسکو اس جہان کی تو تمام ملک و مال دئے مگر حق تعالیٰ نے اُسکو درد اور رنج اور اندوہ نہ دیا اسی لئے کہ وہ مبغوض تھا حق تعالیٰ کو منظور نہ ہوا کہ وہ دعا کرے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

درد آمد بہتر از ملک جہاں　　تا بخوانی تو خدا را در نہاں

(۱۷)

یعنی درد اس ملک جہاں سے بھی بہتر ہے تاکہ تو خدا کو پوشیدگی میں پکار سکے مطلب یہ کہ وہ ملک و مال جو کہ غافل عن الحق کرنے والا ہو اُس سے وہ درد جو کہ یاد دلانے والا ہو بہتر ہے کہ اُسمیں یاد حق تو ہے۔

زانکہ درد و رنج و بار اندہاں　　شد نصیب دوستانش در جہاں

یعنی اس لئے کہ درد و رنج اور بار اندوہ دوستان حق کو نصیب ہوتا ہے اور جو محجوب اور دشمن ہیں اُنکا تو کبھی کان بھی گرم نہیں ہوتا۔

خواندن بیدرد از افسردگیست　　خواندن با درد از دل بردگیست

یعنی بے درد کی دعا تو دل افسردگی سے ہوگی اور با درد کی دعا دل بردگی سے ہوگی اُسمیں ضرور ایک سوز و گداز ہوگا جو کہ در اجابت تک پہونچا دیگا۔

آں کشیدن زیر لب آواز را　　یاد کردن مبدء و آغاز را

یعنی وہ زیر لب آواز کو کھینچنا اور مبدء کو اور آغاز کو یاد کرنا۔

آں شدہ آواز صافی و حزیں　　کاے خدا اے مستغاث و اے معیں

یعنی وہ صاف اور حزیں آواز یہ ہوں کہ اے مستغاث اور اے مددگار مطلب یہ کہ جب درد ہوتا ہے تو آواز میں بھی سوچ پیدا ہو جاتا ہے اور اسکی وجہ سے وہ مقبول ہو جاتی ہے اور یہ اثر اس جذبہ حق کا ہوتا ہے جسکی وجہ سے یہ مرض آیا ہے اور دل میں یہ بات پیدا ہوئی ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

**نالہ سگ در رہش بے جذبہ نیست		زانکہ ہر راغب اسیر رہزنیست**

یعنی کتے کا نالہ بھی اسکی راہ میں بے جذبہ نہیں ہے اسلئے کہ ہر راغب ایک رہزن کا اسیر ہے مطلب یہ کہ ہر شخص کسی نہ کسی دنیاوی طمع وغیرہ میں پھنسا ہوا ہے کہ وہ اسکو مانع عن الحق ہوتی ہے مثلاً کتا ہے وہ ہڈی بوٹی کی طمع میں ہے مگر ان سب سے الگ کر کے جوان کو متوجہ بحق کر دیتا ہے یہ وہ جذبہ حق ہی ہے لہذا معلوم ہوا کہ دنیا میں جسکو بھی توجہ الی الحق ہوتی ہے وہ بغیر جذبہ کے نہیں ہوتی۔ آگے ایک نظیر فرماتے ہیں۔

**چوں سگ کہفے کہ از مردار رست		بر سر خوان شہنشاہاں نشست**

یعنی اصحاب کہف کے کتے کی طرح کہ وہ مردار سے چھوٹ گیا اور بادشاہوں کے خوان پر بیٹھا مطلب یہ کہ دیکھو جذب حق وہ شئے ہے کہ وہ کتا تھا مگر وہ آرام سے سو رہا ہے مردار خوری سے چھوٹ گیا اور پھر دیکھو آخر انہیں کوئی تو بات تھی جو اُسکا ذکر قرآن شریف میں آیا یہ ساری برکت جذبہ حق کی تھی۔

(۱۸)

**تا قیامت او خورد پیش غار		آب رحمت عارفانہ بے تغار**

یعنی وہ قیامت تک غار کے آگے آب رحمت کو بے کسی برتن کے کھاتا رہے گا اسلئے کہ جب رحمت آن اصحاب کہف پر نازل ہوتی ہے تو انہیں سے ضرور ہے کہ اسکو بھی حصہ ملتا ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آب رحمت کے کھانے کیلئے برتن وغیرہ کی کہیں کی بھی ضرورت نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

**ای بسا سگ پوست کو را نام نیست		لیک اندر پردہ بے آن جام نیست**

یعنی بہت سے سگ پوست کہ جنکا نام بھی نہیں ہے لیکن پردہ میں اس جام بغیر نہیں ہیں مطلب یہ کہ بہت ایسے ہیں کہ جو ظاہر میں بے نام و نشان ہیں مگر باطن میں شراب محبت حق سے پر ہیں بلکہ زیادہ تو وہی ہیں جو ایسے ہیں نام والے اور مشہور تو کم ہی ہیں بہت سے تو اسی پردہ میں پوشیدہ ہیں۔

**جان بدہ از بہر آن جام اے پسر		بے جہاد و صبر کے باشد ظفر**

یعنی اے صاحبزادہ اُس جام محبت کے (حصول کے) لئے جان دیدو اسلئے کہ بے مجاہدہ اور صبر کے فتح کب حاصل

ہوسکتی ہے فتح تو جب ہی ہوگی جبکہ صبر سے کام لوگے اور مجاہدہ کروگے۔

صبر کردن بہر ایں نبود حرج   صبر کن کالصبر مفتاح الفرج

یعنی اسکے لئے صبر کرنے کا کوئی حرج نہیں ہے صبر کرو اسلئے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔

زیں کمیں بے صبر و حزمے کس نجست   حزم را خود صبر آمد پا و دست

یعنی اس گھاٹی سے بے سوچ بچار کئے اور صبر کے کوئی نہ نکل سکا اور حزم کیلئے خود صبر پاؤں اور ہاتھ ہیں مطلب یہ کہ بے صبر کئے اور مجاہدہ کے حزم سے کام نہیں چلتا لہذا دونوں کی ضرورت ہے

حزم کن از خورد کایں زہریں گیاست   حزم کردن زور و نور انبیاست

یعنی اسکے کھانے سے پرہیز کرو اسلئے کہ یہ گھاس زہریلا ہے اور حزم کرنا زور اور نور انبیا علیہم السلام ہے مطلب یہ کہ دنیا میں رہو تو سوچ سے کام لو اسلئے کہ یہ دنیا زہریلا گھاس ہے کہ ظاہر میں سبز ہے مگر حقیقت میں قاتل ہے اور اسکو سوچ سمجھکر استعمال کرو اور خود حضرات انبیا علیہم السلام نے حزم سے کام لیا ہے تو تمکو تو ان کی اتباع کی وجہ سے بھی حزم ضروری ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

(۱۹)

کاہ باشد کو بہر بادے جہد   کوہ کے مر باد را وزنے نہد

یعنی جو کہ ہر ہوا سے اوچھلنے کودنے لگے وہ تو گھاس ہوتا ہے اور پہاڑ کب ہر ہوا کا وزن رکھتا ہے مطلب یہ کہ جو خام ہیں وہی ان تغیرات سے متاثر ہوتے ہیں اور اس دنیا کو خیال میں لاتے ہیں ورنہ جو پختہ ہو چکے ہیں انکو تو ان حوادث کی پروا بھی نہیں ہوتی لہذا خامی کو ترک کرکے پختگی حاصل کرو۔

ہر طرف غولے ہمی خواند ترا   کاے برادر راہ خواہی ہین بیا

یعنی شیاطین تجھے ہر طرف بلا رہے ہیں کہ اے بھائی اگر راہ چاہتا ہے تو یہاں آ اور کہتا ہے کہ۔

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق   من قلاوزم دریں راہ دقیق

یعنی میں رہنما ہوں اور تیری ہمراہ ہوں اور رفیق ہوں اور اس راہ دقیق میں میں رہبر ہوں غرضکہ خوب بہکاتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ پھنس جاوے مولانا بچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

نے قلاوزست و نے رہ داند او   یوسفا کم رو سوئے ایں گرگ خو

یعنی نہ وہ رہبر ہے اور نہ خود راہ جانتا ہے تو اے یوسف (جیسے) تم اس بھیڑیا خصلت کی طرف مت جاؤ اگر اسکے کہنے کو صحیح مان لیا تو بس پھر غارت ہوگئے اور اس سے بچنا ہی تو حزم ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ نہ فریبد ترا — چرب و نوش و دامہای ایں سرا

یعنی حزم یہی ہے کہ تمکو اس سرا دنیا کے جال کی چکنی چپڑی باتیں لبھا نہ لیں اسلئے کہ۔

کہ نہ چربی دارد و نے نوش او — سحر خواند می دمد در گوش تو

یعنی کہ نہ یہ چربی رکھتا ہے اور نہ لذت وہ جادو پڑھ رہا ہے اور کان میں پھونک رہا ہے لہذا اس سے بچنا اور پرہیز کرنا بہت ضروری ہے اور وہ شیاطین کہتے ہیں کہ۔

کہ بیا مہمان ما اے روشنی — خانہ آں تست و تو آں منی

یعنی کہ اے روشن (دل) ہمارا مہمان آ۔ گھر تیری ملک ہے اور تو میری ملک ہے مطلب یہ کہ تو یہاں آ کہ گھر تیری ملک ہے مگر تجھپر میرا قابو ہے تو جب وہ یہ کہے تو تمکو چاہیئے کہ اس سے انکار کردو اور کہدو کہ بھائی ہم تیرے گھر باہر سے باز آئے اور یہی حزم ہے اور اسی کو سوچ اور اسی کو پرہیز کہتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

(۲۰)

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام — یا سقیم و خستہ ایں دخمہ ام

یعنی حزم تو یہ ہے کہ کہدو مجھے تخمہ ہو رہا ہے یا میں مریض اور خستہ اس دخمہ کا ہوں مطلب یہ کہ جب وہ بلاوے اور کہے کہ یہ میری چیزیں کھالو تو حزم کی بات تو یہ ہے کہ اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤ بلکہ اس سے انکار کردو یا یوں کہدو کہ۔

یا سرم درد است و درد سر ببر — یا مرا خواند است آں خالو پسر

یعنی یا میرے سر میں درد ہے تو میرے سر کے درد کو کاٹ دے یا یہ کہ مجھے اس خالو کے بیٹے نے بلایا ہے یعنی اس سے یہ عذر کردو کہ اچھا اگر فلاں کام میرا کردو تو میں چلنے کو تیار ہوں اور کام ایسا بتاؤ کہ اس سے نہ ہو سکے غرضکہ کسی نہ کسی طرح اس سے جان بچاؤ آگے اسکی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ یک نوشت دہد با نیشہا — کہ بکارد در تو نیشش ریشہا

یعنی اسلئے کہ وہ تجھے ایک نوش بہت سے نیشوں کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ اسکے نیش تیرے اندر بہت سے زخم

پیدا کردیں گے

زر اگر پنجاہ یا شصتت دہد ۔۔۔ ماہیا او گوشت در شستت دہد

یعنی وہ اگر تمھیں پچاس یا ساٹھ روپئے دیتا ہے تو اسے مچھلی وہ شست میں تجھے گوشت دے رہا ہے۔

گر دہد خود کے دہد آں پر حیل ۔۔۔ جوز پوسیدست گفتارش دغل

یعنی اگر وہ (ظاہر میں) دیتا ہے (مگر حقیقت میں) وہ پر حیل کب دیتا ہے وہ جوز پوسیدہ ہے اور اسکی بات دھوکہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ شیاطین ظاہر میں کوئی بات نفع کی بھی بتا دیں مگر حقیقت میں اور اصل میں وہ مضر اور نقصان دہ ہی ہوتی ہے۔

ترغنغ زر مغز و عقلت را برد ۔۔۔ صد ہزاراں عقل را یک نشمرد

یعنی روپیہ کا بجنا تیرے مغز اور عقل کو لیجاتا ہے اور لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں گنتا مطلب یہ کہ دنیا کی محبت وہ ہے کہ تمام عقول اسکے آگے پست ہو جاتی ہیں اور سب پر یہ غالب آتی ہے اور عقل کو بالکل سلب کر دیتی ہے پس چاہئے کہ حرص اور محبت دنیا کو دل میں جگہ نہ دے اسلئے کہ۔

۲۱

یار تو خرجین تست و کیسہ ات ۔۔۔ گر تو رامینی مجو جز ویسہ ات

یعنی تیرا یار تیری خرجین اور تیرا کیسہ ہے اگر تو رامین ہے تو سوائے اپنی ویسہ کے اور کسی کو مت تلاش کر رامین ایک عاشق کا نام ہے اور ویسہ اسکی معشوقہ کا مطلب یہ کہ تمہارا معشوق اور مطلوب اصل جو ہے اسکی تلاش کرو ادہر اودہر بھٹکتے ہوئے مت پھرو آگے خود اسکی تعیین فرماتے ہیں کہ

ویسہ و معشوق تو ہم ذات تست ۔۔۔ ویں برونیہا ہمہ آفات تست

یعنی تمہاری ویسہ اور تمہارا معشوق خود تمہاری ذات ہے اور یہ باہر کی اشیا سب تمہاری آفات ہیں مطلب یہ کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اگر تمکو خود اپنی ذات کی معرفت ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت ضرور ہوگی تو بس تمہارا مطلوب تو تمہاری ذات ہے تم باہر کیوں تلاش کرتے ہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند ۔۔۔ تو نگوئی مست و خواہان منند

یعنی حزم تو یہ ہے کہ یہ شیاطین جب بلا دیں تو تم یہ نہ کہو کہ میرے مست اور خواہاں ہیں بلکہ انکو غیر ہی سمجھو اسلئے کہ

دعوت ایشان صفیر مرغ داں — کہ کند صیاد در مکمن نہاں

یعنی ان کی دعوت وہ آواز مرغ سمجھو جسکو کہ صیاد گھات میں پوشیدہ کر دیتا ہے۔

مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ ایں — می کند ایں بانگ و آواز چنیں

یعنی اس صیاد نے مرغ مردہ ایک آگے رکھ لیا ہے کہ یہ آواز اور پکار کر رہا ہے۔

مرغ پندارد کہ جنس او ست او — جمع آید بر درد شاں پوست او

یعنی جانور تو سمجھتا ہے کہ یہ اسکی جنس ہی ہے تو وہ گرد آجاتا ہے اور وہ شیاد اسکی کھال پھاڑ ڈالتا ہے مطلب یہ کہ جسطرح صیاد جال کے آگے ایک مردہ جانور بٹھا کر سیٹی بجاتا ہے تو دوسرے جانور جو سنتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہمجنس سامنے بیٹھا ہے اور وہ آواز کر رہا ہے لہذا سب اسکے پاس آکر جمع ہوتے ہیں اور جال میں پھنستے ہیں اسی طرح شیاطین تلبیس کرتے ہیں اور ہمکو پکارتے ہیں ہم اپنے ہمجنس جانکر ان کے پاس چلے جاتے ہیں حتی کہ وہ ہمکو بھی ویسے بناتے ہیں لہذا ہمکو چاہیئے کہ ذرا سوچ سمجھکر دیکھ بھال کر سمجھیں کہ آیا ہمارا ہمجنس ہی ہے یا کوئی اور ہے آگو فریب دیتا ہے۔

جز مگر مرغے کہ حزمش داد حق — تا نگردد گیج ازاں دانہ سلق

یعنی سوائے اس جانور کے کہ جسکو حق تعالی نے حزم عطا فرمایا ہے تاکہ وہ اس دانہ چاپلوسی سے پریشانی میں نہ پڑے مطلب یہ کہ اور سب جال میں پھنس جاتے ہیں مگر جسکو کہ حق تعالی نے عقل اور حزم عطا فرمایا ہو بھلا وہ اس بناوٹی دانہ اور چاپلوسی میں کب پھنس سکتا ہے اسکو تو اس سے ہرگز پریشانی نہ ہوگی۔

ہست بے حزمی پشیمانی یقیں — حزم را مگذار و محکم کن تو دیں

یعنی بے حزمی کے پشیمانی یقیناً ہے تو حزم کو ترک مت کرو اور دین کو مضبوط کرو مطلب یہ کہ بے سوچ اور فکر کے تو ضرور پریشانی اور پشیمانی ہوتی ہے لہذا چاہیئے کہ دین کو مضبوط رکھو اور حزم کو اختیار کرو تاکہ ان ساری بلاؤں سے نجات ہو۔

زانکہ بے حزمی شقاوت پر دہد — دیں رود واز دست و درد سر دہد

یعنی اسلیئے کہ بے حزمی کے شقاوت پھل دیتی ہے اور ہاتھ سے دین جاتا رہتا ہے اور درد سر دیتا ہے مطلب یہ کہ بے فکری کا ہمیشہ پریشانی ہی ہوتی ہے لہذا چاہیئے کہ کام ہمیشہ حزم اور فکر سے کرے تاکہ پشیمانی اور پچھتانا نہ پڑے۔

(۲۴)

بشنو این افسانہ را در شرح این تا شوی حازم برائے حفظ دین

یعنی اس امر کی شرح میں اس قصہ کو سنو تاکہ تم حفاظت دین کیلئے حزم والے ہو جاؤ مطلب یہ کہ ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوگا کہ ہر کام میں حزم اور احتیاط کی ضرورت ہے اس سے استدلال کر کے تم کو چاہیے کہ امور دین میں احتیاط سے کام لو اسلئے کہ امور دین تو بہت اہم اور احتیاط کے قابل ہیں آگے حکایت کو بیان فرماتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی اور ایک شہری کی آپس میں دوستی تھی وہ دیہاتی ہمیشہ اس شہری کا مہمان رہا کرتا تھا اور اصرار کیا کرتا تھا کہ تم بھی کبھی ہمارے یہاں آؤ اور وہ ہمیشہ بہانے کیا کرتا تھا آخر کار ایکمرتبہ کمبختی کا مارا چلا گیا اس دیہاتی نالائق نے خوب ہی پریشان کیا تو دیکھو چونکہ اس شہری نے احتیاط اور حزم سے کام نہ لیا تھا اس لئے پریشان ہوا ورنہ کیوں پریشان ہوتا اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ای برادر بود اندر ما مضی شہری با روستائی آشنا

روستائی چون سوی شہر آمدی خرگہ اندر کوی آن شہری زدی

دو مہ و سہ ماہ مہمانش بدی بر دکان او و بر خوانش بدی

ہر حوائج را کہ بودش آن زمان راست کردی مرد شہری رائگان

رو بشہری کرد و گفت ای خواجہ تو ہیچ می نائی سوی دہ فرجہ جو

اللہ اللہ جملہ فرزندان بیار کاین زمان گلشن است و نوبہار

یا بتابستان بیا وقت ثمر تا ببندم خدمتت را من کمر

خیل و فرزندان و قومت را بیار در دہ ما باش خوش ماہی سہ چار

در بهاران خطهٔ ده خوش بود	کشت زار و لالهٔ دلکش بود
وعده دادے خواجه او را دفع حال	تا در آمد بعد وعده هشت سال
او بهر سالے همی گفتے که کے	عزم خواهی کرد آمد ماه دے
او بهانه ساختے کامسال ما	از فلان خطه بیامد میهمان
سال دیگر گر توانم وارهید	از مهمات آن طرف خواهم دوید
گفت هستند آن عیالم منتظر	بهر فرزندان تو اے اهل بر
باز هر سالے چو لکلک آمدے	تا مقیم قبهٔ شهری شدے
خواجه هر سالے ز زاد و مال خویش	خرج او کردی کشودی بال خویش
آخرین کرت سه ماه آن پهلوان	خوان نهادش بامدادان و شبان
از خجالت باز گفت او خواجه را	چند وعده چند بفریبی مرا
گفت خواجه جسم و جانم وصل جوست	لیک هر تحویل اندر حکم اوست
آدمی چون کشتی است و بادبان	تا کے آرد باد را آن بادران
باز سوگندان بدادش کای کریم	گیر فرزندان بیا بنگر نعیم

(۲۴۳)

دست او بگرفت سه کرت بعہد — کاللہ اللہ زو بیا بنمای جہد

بعد ده سال و بہر سالے چنین — لابہ ہا و وعدہ ہاے شکرین

کودکان خواجہ گفتند اے پدر — ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر

حقہا بر وے تو ثابت کردہ — رنجہا در کار او بس بردہ

او ہمی خواہد کہ بعضی حق آں — واگذارد چوں شوی تو میہماں

بس وصیت کرد ما را او نہاں — کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں

گفت حق است این ولے اے سیبویہ — اتق من شر من احسنت الیہ

۲۵

دوستی تخم دم آخر بود — ترسم از وحشت کہ او فاسد شود

صحبتے باشد چو شمشیر قطوع — ہمچو دے در بوستان و در زروع

صحبتے باشد چو فصل نوبہار — زو عمارتہا و دخل بے شمار

حزم آں باشد کہ ظن بد بری — تا گریزی و شوی از بد بری

حزم سوء الظن گفتہ است آں رسول — ہر قدم را دام می داں اے فضول

روی صحرا ہست ہموار و فراخ — ہر قدم دامیست کم رو گستاخ

آں بز کوہی دود کہ دام کو — چوں بتازد دامش افتد در گلو

آنکہ می گفتی کہ تو اینک بہ بیں — دشت می دیدی نمی دیدی کمیں

بے کمین و دام صیاد ای عیار — دنبہ کے باشد میاں کشت زار

آنکہ گستاخ آمدند اندر زمیں — استخوان و کلہ ہاشاں را ببیں

چوں بگورستان روی اے مرتضیٰ — استخوانشاں را بپرس از ما مضیٰ

تا بظاہر بینی آں مستان کور — چوں فرو رفتند در چاہ غرور

چشم چوں داری تو کورانہ میا — ور نداری چشم دست آور عصا

آں عصائے حزم و استدلال را — چوں نداری دیدہ می کن پیشوا

ور عصائے حزم و استدلال نیست — بے عصا کش بر سر ہر رہ مایست

گام زانساں نہ کہ نابینا نہد — تا کہ پا از سنگ و از چہ وارہد

کور لرزاں و بترس و احتیاط — می نہد پا تا نیفتد در خباط

اے ز دودے جستہ در نارے شدہ — لقمہ جستہ لقمہ مارے شدہ

تو نخواندی قصہ اہل سبا — یا بخواندی و ندیدی جز صدا

(۳۶)

از صدا آں کوه خود آگاه نیست / سوئے معنی ہوش کہ را راه نیست

او ہمی بانگے کند بے ہوش و گوش / چوں خمش کردی تو او ہم شد خموش

داد حق اہل سبا را بس فراغ / صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ

شکر آں نگذاشتند آں بدرگان / در وفا کمتر فتادند از سگان

مر سگے را لقمۂ نانے ز در / چوں رسد بر در ہمی بندد کمر

پاسبان و حارس در می شود / گرچہ بر وے جور و سختی می رود

ہم بر آں در باشدش باش و قرار / کفر داند کرد غیرے اختیار

ور سگے آید غریبے روز و شب / آں سگانش می کنند آندم ادب

کہ برو آنجا کہ اول منزل است / حق آں نعمت گروگان دل است

می گزندش کہ برو بر جائے خویش / حق آں نعمت فرو مگذار بیش

از درون اہل دل آب حیات / چند نوشیدی و وا شد چشمہات

بس غذائے وجد و سکر و بیخودی / از در اہل دلاں بر جان زدی

باز ایں در را رہا کردی ز حرص / گرد ہر دکان ہمی گردی ز حرص

(۲۷)

بر در آن منعمان چرب دیگ — می دوی بهر ثرید ای مرده ریگ

چربش اینجا دان که جان فربه شود — کار نا امید اینجا به شود

صومعهٔ عیسی است خوان اهل دل — هان و هان ای مبتلا این در مهل

جمع گشتندی ز هر اطراف خلق — از ضریر و لنگ و شل و اهل دلق

بر در آن صومعهٔ عیسی صباح — تا بدم ایشان رهاند از جناح

او چو فارغ گشتی از اوراد خویش — چاشتگه بیرون شدی آن خوب کیش

جوق جوق آن مبتلا دیدی نزار — شسته بر در با امید و انتظار

(۲۸)

گفتی ای اصحاب آفت از خدا — حاجت و مقصود جمله شد روا

هین روان گردید بی رنج و عنا — سوی غفاری و اکرام خدا

جملگان چون اشتران بسته پای — که گشایی زانوی ایشان برای

جمله صحت یافته گشته روان — از دم جان بخش عیسی در زمان

شد روا آن حاجت جمله علیل — ز امر حق و از دم نیک جلیل

خوش دوان و شادمانه سوی خان — از دعای وی شدندی پا دوان

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم	تندرست و شادمان و محترم
سوئے خانہ خویش گشتند ے رواں	از دم میموں آں صاحب قراں

اے بھائی زمان گذشتہ میں ایک دیہاتی کی ایک شہری سے دوستی تھی وہ دیہاتی جب شہر میں آتا تو اُسی کے یہاں ڈیرہ ڈالتا اور اُسی کے مکان پر ٹھیرتا دو دو مہینے تین تین مہینے اسکے یہاں مہمان رہتا کھانے میں بھی شریک ہوتا اور دکان پر بھی رہتا غرض بہت آرام و آسایش اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ رہتا اور اگر اُسکو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو شہری بلا قیمت کے اُسکے لئے مہیا کر دیتا ایک روز اُس نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب آپ تو کبھی سیر کیلیے بھی ہمارے گانوں میں تشریف نہیں لاتے آپکو خدا کی قسم آپ مع اپنے بال بچوں کے تشریف لیچلیے کیونکہ یہ زمانہ بہار کا ہے اس زمانہ میں باغوں میں رونق ہوتی ہے ذرا لطف رہیگا اور اگر اسوقت آپ نہیں چلسکتے تو گرمیوں میں جو میوونکا زمانہ ہوگا ضرور تشریف لائیے تاکہ میں بھی آپ کی خدمت کروں آپ اپنی ساتھ خدم و حشم اور عیال و اطفال و دوست آشناؤنکو بھی ضرور لائیے اور مزے سے تین چار مہینے ہمارے گانوں میں قیام فرمائیے اگر آپ موسم بہار میں تشریف لیچلیں تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ بہار میں گانوں کا رقبہ نہایت پر لطف ہوتا ہے ہر طرف کھیتیاں لہلہاتی ہوتی ہیں اور لالوں کا عجیب دلکشی کا عالم ہوتا ہے وہ امیر دفع الوقتی کے طور پر اس سے وعدہ کر لیتا حتی کہ وعدہ اول کے بعد آٹھ سال گذر گئے اور وہ نہیں گیا وہ ہر سال کہتا تھا کہ جناب کب تشریف لیچلیں گے لیجیے موسم خزاں بھی آگیا اور آپ تشریف نہیں لائے وہ بہانہ کر دیتا تھا کہ اسسال ہمارے یہاں فلاں مقام سے کچھ مہمان آگئے تھے اُن کے سبب آنا نہ ہوا۔ آئندہ سال اگر ضروریات سے فرصت ہوئی تو ضرور اُونکا امید وہ کہتا کہ ہاں آپ ضرور ضرور تشریف لائیے میرے گھر کے لوگونکو آپ کے بچونکا سخت انتظار ہے اور گن گن کر دن کاٹتے ہیں غرض ہر سال وہ لکلک کی طرح آوارد ہوتا اور اُس شہری کے مکان پر ٹھیرتا اور وہ امیر خوب دل کھولکر اُسپر اپنا زر و مال صرف کرتا آخری مرتبہ اس جوانمرد نے تین مہینے تک اُسکو دونوں وقت خوب کھانے کھلائے اس نے اُس امیر سے بے امید و توقع نفع احسانات سے شرمندہ ہو کر اسکو بہت مجبور کیا اور کہا کہ آخر آپ مجھسے کتنے وعدے کریں گے اور کب تک ٹلائیں گے ابکے تو آپ کو ضرور ہی چلنا ہوگا امیر نے کہا میرا جی بھی ملنے کو بہت چاہتا ہے لیکن مجبور ہوں کہ میرا انتقال حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے آدمی کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی اور اُسکا بادبان اور قضائے الٰہی ایسی ہے جیسے ہوا اور حق سبحانہ اس ہوا کو چلانے والے اور قضا کو نافذ کرنے والے ہیں پس جب تک اُنکا حکم نہو آدمی کیا کر سکتا ہے اُس نے پھر قسمیں دیں کہ مہربانی فرما کر ان حیلے حوالوں کو جانے دیجئے اور اپنے بچونکو لیکر آپ ضرور تشریف لائیے دیکھئے تو سہی گانوں میں کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ وہاں کیسی پر لطف زندگی بسر ہوتی ہے آخر اُس نے پھر وعدہ کیا اُسنے

(۲۹)

تین مرتبہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر عہد لیا اور کہا آپکو خدا کی قسم آپ جلد تشریف لانے کی کوشش کریں آخرش دس سال کے عرصہ کے بعد جسمیں وہ ہر سال دلجوئی اور دلخوش وعدے کرتا رہا اس امیر کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان آپ ملاحظہ فرماویں کہ چاند ابر ہوا وغیرہ سب اپنے اپنے مقام سے حرکت کرتے ہیں لیکن حضور والا ہیں کہ ایک ہی جگہ مقیم ہیں آپکے بہت سے حقوق اس غریب کے ذمہ ہو گئے ہیں اور آپ نے اسکے معاملات میں بہت کچھ تکلیف اٹھائی ہے اسلئے وہ چاہتا ہے کہ آپکو مہمان بلا کر آپ کے احسانات کا کچھ حق ادا کرے اس بنا پر اس نے ہم سے وعدہ لیا ہے کہ تم بہت خوشامد کرکے اپنے والد صاحب کو ضرور ہمارے یہاں لاؤ جب وہ بیچارہ اسقدر اصرار کر رہا ہے تو جناب والا کو اسکی درخواست کے قبول فرمانے میں کیوں تامل ہے امیر نے کہا بیٹا یہ سچ ہے لیکن بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جسکے ساتھ تم احسان کرو تمکو اسکے شر سے بہت بچنا چاہئے میں اسلئے پس و پیش کرتا ہوں۔ نیز یہ وجہ بھی ہے کہ میں دوستی کو بمنافع بعد الموت کا تخم خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ جب میں مر جاؤنگا تو میرے دوست فاتحہ وغیرہ سے مجھے فائدہ پہونچائیں گے اسلئے میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اس ذریعہ سے ہم میں منافرت پیدا ہو جائے اور یہ تخم فاسد ہو کر ناقابل انتفاع ہو جاوے میں اس اندیشہ کی وجہ سے کہ بعض صحبتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ شمشیر براں کی طرح پہلے تعلقات کو قطع کر دیتی ہیں اور جسطرح خزاں باغوں اور کھیتیوں کا ستیاناس کر دیتی ہے یونہی وہ بھی اس گلشن معنوی یعنی خوشگوار تعلقات کا استیصال کر دیتی ہیں اور بعض صحبتیں فصل بہار کی طرح مثمر ثمرات و برکات اور خوشگوار تعلقات کو بڑھانیوالی اور ان کو ایک سے چار کرنے والی ہوتی ہیں ایسی حالت میں مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ ہم نقصان کو پیش نظر رکھیں تاکہ اس سے بچیں اور شر سے محفوظ رہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ امیر نے بہت صحیح کہا واقعی بات یہ ہے کہ احتیاط ضروری ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الحزم سوء الظن (کما ہو المشہور واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) لیکن اسکو صرف ضرر دنیوی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ ضرر دینی سے بچنے کیلئے بھی اسکو پیش نظر رکھنا چاہئے بل ھو الاھم۔ اور ہر قول و فعل میں نہایت احتیاط کرنی چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے ذرا چوکے اور پھنسے گو تمکو میدان ہموار اور فراخ معلوم ہوتا ہے اور تم اپنے افعال و اقوال میں ضرر محسوس نہیں کرتے ہو لیکن ہم تم کو بتاتے ہیں کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے تمکو بیباکانہ اور ایسے بے سمجھے بوجھے نہ چلنا چاہئے تم اپنی ایسی مثال سمجھو جیسے پہاڑی بکرا کہ وہ میدان کو بظاہر صاف دیکھکر سمجھتا ہے کہ جال وہی جال کہاں ہے لیکن جب وہ لاابالی پن سے دوڑتا ہے تو اس کے گلے میں جال پڑ جاتا ہے اب اس سے کوئی کہے کہ تو تو کہتا تھا کہ جال کہاں ہے دیکھ یہ ہے بدبخت تو نے سرسری نظر سے میدان صاف دیکھ لیا لیکن اس گھات کو نہ دیکھا سمجھو تو سہی بدون گھات کے اور بلا شکاری کے جال کہیں کھیت میں دفعۃً پیدا ہوتا ہے ہرگز نہیں پس اسی طرح سمجھ لو کہ یہ تلذذات و تنعمات دنیوی خطرۂ اخروی سے خالی نہیں ان سے نہایت احتیاط کے ساتھ متمتع ہونا چاہئے زندہ لوگوں میں عوام تو تمہاری ہی طرح بے خبر ہیں انکے تو کچھ پتہ ہی نہیں چلسکتا رہے باخبر لوگ سو ان کے قول کو تم اغراض نفسانیہ دوں ہمتی پست خیالی وغیرہ پر محمول کروگے اسلئے ہم تم سے کہتے ہیں کہ جو لوگ زمین پر بیباکانہ چلتے ہیں ان کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں کو قبرستان میں جاکر دیکھو اور ان سے واقعات دریافت کرو کہ وہ اندھے اور مست شہوات و لذات اپنی بے احتیاطی کی بدولت کیونکہ دھوکے

(۳

گڑھے میں گرے وہ زبان حال سے اپنی غلطی کو بتلائیں گے پس جب حزم کی ضرورت ثابت ہو گئی تو اب سمجھ تیرے لئے
تین صورتیں ہیں اگر تو صاحب بصیرت ہے تو بیناؤں کی طرح چل اور اندھوں کی طرح مت چل یعنی اپنی بصیرت سے
ہر شے کے حسن و قبح کو دیکھکر اسکے مطابق عمل کر اور اگر تو چشم بصیرت نہیں رکھتا تو ہاتھ میں لاٹھی لیکر چل یعنی جب تجھے
بصیرت نہیں تو حزم و استدلال کی لاٹھی کے سہارے چل اور جس چیز کا ضرر تجھے دلیل سے معلوم ہو جائے یا جس میں
مضرت کا احتمال ہو اس سے بچ اور اگر حزم و استدلال کی لاٹھی بھی تیرے پاس نہیں تو کوئی شیخ کامل ہونا چاہیے جو تیرا
ہاتھ پکڑ کر تجھے رستہ پر لیچلے اور بدون اسکے ہر رستہ پر چلنے کیلئے مت کھڑا ہو غرضکہ جب تجھے بصیرت ہو تو بصیرت
راہ پر تجھے لئے جاتا ہو اسوقت تجھے پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے اور ہر قدم یوں رکھنا چاہیے جیسے اندھا رکھتا
ہے تاکہ تیرا پاؤں پتھر کی ٹھوکر اور کنوئیں میں پڑنے سے محفوظ رہے یاد رکھ کہ تو اندھا ہے اور اندھا آدمی کانپتے ہوئے
اور ڈرتے ڈرتے اور بہت احتیاط سے قدم رکھتا ہے تاکہ وہ گڑھے میں نہ پڑ جائے۔ اے وہ جو دھوئیں سے بھاگ کر آگ میں
گرنے والے اور کھانے کی خاطر سانپ کا لقمہ بنجانے والے یعنی ضرر دنیوی سے بچکر ضرر دینی میں مبتلا ہونے والے اور
تنعمات دنیویہ کی خواہش پر نفس و شیطان کا شکار ہونے والے شاید تو نے اہل سبا کا قصہ نہیں پڑھا یا پڑھا ہے
لیکن اسکو صدائے کوہ سے زیادہ وقعت نہیں دی پہاڑ کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی آواز کو سمجھتا نہیں اور پہاڑ کی فہم اس کے
معنی تک نہیں پہنچتی وہ نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے بلکہ یونہی آواز نکالتا ہے اور اسکی آواز صرف انسان کی آواز کی
نقل ہوتی ہے جب وہ چپ ہو جاتا ہے تو وہ پہاڑ بھی خاموش ہو جاتا ہے یہی تو نے بھی کیا ہے کہ محض زبان سے
الفاظ نکالے نہ ان کو خیال سے سنا اور نہ ان کے معانی کو تو نے سمجھا بلکہ محض نقل کرنے والے کی نقل کی اب ہم اس قصہ
کو تیرے لئے بیان کرتے ہیں اگر تو نے نہیں پڑھا تو اب پڑھ اگر پڑھا ہے لیکن سمجھا نہیں تو اب سمجھ حق سبحانہ نے اہل سبا
کو بہت کچھ اطمینان اور فراغ خاطر عطا کیا تھا ہزاروں قصر و ایوان اور باغ وغیرہ ان کو عطا کئے تھے۔ لیکن ان بدخو لوگوں
نے اس انعام حق کا شکر ادا نہیں کیا اور وفا میں کتوں سے بھی کم رتبہ لیا۔ کتے کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی دروازہ
سے اسکو ایک لقمہ ملجاتا ہے تو اسی در کا ہو رہتا ہے وہ اسکی پاسبانی اور پہرہ داری کرتا ہے خواہ اسپر کتنی ہی زیادتی
اور سختی ہو لیکن اسکا قرار اور ٹھکانہ وہی در رہتا ہے اسکے سوا دوسرے در کا اختیار کرنے کو وہ کفر سمجھتا ہے اگر کبھی
غلطی سے کوئی کتا راہ وفا سے نکل جاتا ہے اور رات کو یا دن کو کسی دوسرے دروازہ پر جانیکا قصد کرتا ہے تو دوسرے کتے
اسکو سزا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے پہلے ہی ٹھکانہ پر جا حق نعمت کا پاس دل میں مقید رہنا چاہیے اور اسکو اس
عادت میں رہنا چاہیے وہ اسکو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی اصلی جگہ پر جا اور حق نعمت کا پاس کر پس اے طالب سالک
واقعہ سے تجھکو بھی سبق لینا چاہیے تو نے اہل دل کے باطن سے بہت کچھ آب حیات پیا ہے اور اس سے تیری آنکھیں
کھلی ہیں اور بیخودی و سکر و ذوق جو تو نے اہل دل سے حاصل کئے تو نے اپنی جان کو دی ہے مگر اسپر بھی تو نے
اس دروازہ کو چھوڑ دیا اور حرص سے ہر دنیا داروں کی دکانوں کا طواف کر رہا ہے اور بیہودہ تنعمات ثرید (ایک غذا
کا نام ہے جو شوربے میں روٹی توڑ کر بنائی جاتی ہے) مرغن بانڈی والے امیروں کے دروازوں پر دوڑ دوڑ کر جاتا ہے

(۱۳۱)

تجھے اس ناشکری اور بے وفائی سے شرم آنی چاہیئے ارے احمق تجھے سمجھنا چاہیئے کہ حقیقی روغن وہاں ہے جہاں جان موٹی تازی ہوتی ہے اور روح کو قوت اور تازگی حاصل ہوتی ہے اور جہاں ناامیدوں کا بھی نبھا ہوتا ہے یعنی اہل اللہ کے یہاں نہ کہ وہاں جہاں تو تلاش کرتا ہے اسلیئے کہ ان کے روغن سے تو نفس کو قوت ہوتی ہے اور وہی موٹا تازہ ہوسکتا ہے نیز وہاں یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر امیدوار کو مل ہی جاوے۔ بلکہ بہت سوں کو دھکے بھی ملتے ہیں۔ یاد رکھ کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی مانند ہے کہ وہاں سے کوئی محروم ہی نہیں جاتا بس اے مریض قلب بچہ خبردار تو اس درکو نہ چھوڑنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی یہ حالت تھی کہ دور دور سے لوگ آکر وہاں جمع ہوتے تھے بعض اندھے ہوتے تھے بعض لنگڑے بعض لنجے بعض محتاج تاکہ حضرت عیسیٰ اپنی پھونک سے انکو اس بلا سے نجات دیں جسمیں وہ مبتلا ہیں حضرت عیسیٰ جب اپنے معمولات سے فارغ ہوتے تھے تو دوپہر کے وقت صومعہ سے باہر تشریف لاتے تھے اور آکر دیکھتے تھے کہ بہت سے مریض خستہ حال امید و انتظار تشریف آوری میں بیٹھے ہوتے تھے یہ دیکھکر آپ فرماتے کہ اے مبتلائے آفات خداوندی بحکم خدا تم سب کی حاجت اور مدعا پورا ہوا۔ اب تم بے رنج و مشقت حق سبحانہ کی غفاری اور اسکے اکرام کی طرف چلو اور ان کو حال کرو وہ سب یوں جیسے اونٹ کا پاؤں اول بندھا ہوا ہو اور پھر اسکو کھولدیا جاتے ہے حضرت عیسیٰ کی پھونک سے شفا پاکر چلدیتے اور حق سبحانہ کے حکم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک کی برکت سے ان تمام بیماروں کی حاجت روا ہوجاتی اور ان کی دعا کی برکت سے اپنے پاؤں دوڑتے ہوے خوش و خرم اپنے گھر چلے جاتے اور اس عظیم الشان صاحب اقبال کی پھونک سے سب کی تکلیف اور رنج و غم دور ہوجاتا اور سب کے سب تندرست اور خوش و خرم اور عزت کے ساتھ اپنے اپنے گھر ونکو روانہ ہوجاتے۔

(۳۳۲)

شرح شبیری

ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریب دینا اور خوشامد اور الحاح سے اسکی دعوت کرنا

اے برادر بود اندر ما مضے شہریئے با روستائی آشنا

یعنی اے بھائی زمانہ ماضی میں ایک شہری کا ایک دیہاتی دوست تھا۔

روستائی چوں سوئے شہر آمدے خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے

یعنی وہ دیہاتی جب شہر کی طرف آتا تو اس شہری کے یہاں قیام کرتا۔

دو مہ و سہ ماہ مہمانش بدے　　　بر دکان او و بر خوانش بدے

یعنی دو دو تین تین مہینے اُسکا مہمان رہتا اور اُسکی دوکان اور اُسکے خوان پر رہتا مطلب یہ کہ اُسی کے یہاں خوب رہتا سہتا۔

ہر حوائج را کہ بودش آن زمان　　　راست کردی مرد شہری رائگاں

یعنی اُس دیہاتی کو جو ضرورتیں ہوتیں وہ شہری آدمی اُن کو مفت ہی درست کر دیتا۔

رو بشہری کرد و گفت ای خواجہ تو　　　ہیچ می نائی سوے دہ فرجہ جو

یعنی (ایک دفعہ) دیہاتی نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب والا آپ کبھی گانوں کی طرف سیر کرتے ہوئے تشریف نہیں لاتے۔

اللہ اللہ جملہ فرزندان بیار　　　کاین زمان گلشن است و نوبہار

(۱)

یعنی اللہ کے واسطے اپنے تمام صاحبزادوں کو لاؤ اسلیئے کہ یہ زمانہ گلشن اور نوبہار کا ہے۔

یا بتابستان بیا وقت ثمر　　　تا ببندم خدمتت را من کمر

یعنی یا گرمیوں میں پھلوں کے وقت تشریف لایئے تاکہ میں آپکی خدمت کیلئے کمر بستہ ہوں۔

خیل و فرزندان و قومت را بیار　　　در دہ ما باش خوش ماہے سہ چار

یعنی اپنے نوکروں اور بچوں اور کنبہ کو لاؤ اور ہمارے گانوں میں خوب اچھی طرح تین چار ماہ رہو۔

در بہاران خطۂ دہ خوش بود　　　کشت زار و لالہ دلکش بود

یعنی بہار کے زمانہ میں گانوں کا خطہ خوب ہوتا ہے کھیتی اور لالہ خوب دلکش ہوتا ہے [illegible] ہمیشہ بلایا کرتا
[illegible] شہری کی یہ حالت تھی کہ۔

وعدہ دادی خواجہ او را دفع حال　　　تا در آمد بعد وعدہ ہشت سال

یعنی وہ خواجہ اس سے دفع الوقتی کیلئے وعدہ کر لیا کرتا تھا [illegible] وعدہ کرتے ہوئے آٹھ برس گذر گئے۔

او بهر سالے ہمی گفتے کہ کے
عزم خواہی کرد کامد ماہ دے

یعنی دیہاتی ہر سال کہتا کہ (میاں) کب ارادہ کروگے (لو) ماہ خزاں بھی آگیا۔

او بہانہ ساختے کامسال ما
از فلاں خطہ بیامد میہماں

یعنی وہ شہری بہانہ کر دیتا کہ ہمارے اس سال تو فلاں جگہ سے مہمان آگئے ہیں۔

سال دیگر گر توانم وا رہید
از مہمّات آں طرف خواہم دوید

یعنی اگلے سال اگر میں کاموں سے چھوٹ گیا تو اس طرف آؤنگا۔

گفت ہستند آں عیالم منتظر
بہر فرزندان تو اے اہل بر

یعنی دیہاتی بولا کہ اجی حضرت میرے اہل و عیال آپ کے بچوں کے منتظر ہیں۔

باز ہر سالے چو لکلک آمدی
تا مقیم قبۂ شہری شدی

یعنی پھر ہر سال لکلک کی طرح آتا اور اس شہری کے گھر ٹھیرتا۔

خواجہ ہر سالے ز زر و مال خویش
خرج او کردے کشودے بال خویش

یعنی وہ خواجہ شہری ہر سال اپنا روپیہ پیسہ اُسپر خرچ کرتا اور اپنا ہاتھ خوب فراخ کرتا مطلب یہ کہ خوب فراخ دلی سے خرچ کرتا۔

آخریں کرت سہ ماہ آں پہلواں
خواں نہادش بامداداں و شباں

یعنی آخری مرتبہ میں اُس پٹھے نے تین ماہ تک رات اور دن قیام کیا۔

از خجالت باز گفت او خواجہ را
چند وعدہ چند بفریبی مرا

یعنی اُس نے خجالت کی وجہ سے اُس خواجہ سے کہا کہ کب تک وعدہ کروگے اور کب تک مجھے فریب دوگے
یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب اپنے اوپر کوئی احسان کرے اور اپنی طرف سے اُسکی مکافات نہو تو شرم آتی ہے تو
یہ کتنا ہی بےحیا اور بے مروت تھا مگر آخر طبعیات تو نہ بدل گئیں تھیں اس وجہ سے اُسکو بھی مدت تک اُسکے یہاں

قیام کرکے شرم آئی اور اس سے کہا کہ جناب آخر کب تک وعدے کروگے اب تو ضرور چلو۔

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جواست لیک ہر تحویل اندر حکم اوست

یعنی شہری نے کہا خود میرا جسم و جان وصل کا متلاشی ہے لیکن ہر تبدیلی اسکے حکم میں ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ خود میرا دل آنے کو بہت چاہتا ہے مگر خدا کے قبضہ میں سب چیزیں ہیں جب وہ چاہیں گے اسوقت ہی آنا ہو سکتا

آدمی چوں کشتی است و بادبان تا کہ آرد باد را آں بادراں

یعنی آدمی مثل کشتی اور بادبان کے ہے کہ کب وہ بادراں (حق تعالیٰ) ہوا کو لاوے مطلب یہ کہ جسطرح کہ کشتی اور بادبان محتاج اسکے ہیں کہ جب حق تعالیٰ ہوا چلاویں تو وہ بھی چلیں اسی طرح انسان بھی محتاج مشیت ایزدی کا ہے جب وہ چاہیں جب ہی کچھ کرسکتا ہے۔

باز آں سوگند دادش کاے کریم گیر فرزندان بیا بنگر نعیم

یعنی پھر اس دیہاتی نے اسکو قسم دی کہ اے کریم صاحبزادوں کو ہمراہ لیکر تشریف لائیے اور عیش و آرام دیکھیے

(۴)

دست او بگرفت سہ کرت بعہد کاللہ اللہ زو بیا بنمائے جہد

یعنی تین مرتبہ عہد کے لئے اسکا ہاتھ پکڑا کہ تجھے خدا کی قسم کوشش کرکے جلدی ہی آنا۔

بعد دہ سالے بہر سال چنیں لابہا و وعدہاے شکریں

یعنی بعد دس برس کے اور ہر برس میں اسی طرح وہ وعدے اور خوشامد میٹھی کیا کرتا تھا۔

کودکان خواجہ گفتند اے پدر ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر

یعنی اس خواجہ کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں مطلب یہ کہ سب چیزیں سفر کرتی ہیں مگر آپ ایسے اٹل ہیں کہ ایک جگہ سے ہل کر ہی نہیں دیتے۔

حقہا بروے تو ثابت کردہ رنجہا در کار او بس بردہ

یعنی آپ نے اسپر بہت سے حقوق قایم کردئے ہیں اور اس کے کاموں میں بہت سی تکالیف برداشت کی ہیں۔

اوہمی خواہد کہ بعضے حق آں واگذارد چوں شوی تو میہماں

یعنی وہ چاہتا ہے کہ اُن میں سے بعض حق جب آپ مہمان ہوں ادا کرے۔

بس وصیت کرد مارا او نہاں کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں

یعنی اُس دیہاتی نے ہمکو پوشیدگی میں بہت کہا تھا کہ اُس (اپنے باپ) کو گانوں کی طرف کھیلتے کودتے کبھی لے آو جب بچوں نے یہ کہا تو اُس شہری نے جواب دیا کہ۔

گفت حق است ایں ولے اے سیبویہ اتق من شر من احسنت الیہ

یعنی اُس شہری نے کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ جس سے کہ تم نے احسان کیا ہے اُسکے شر سے بچو اس شخص کا سیبویہ کہنا اسلئے ہے کہ وہ سمجھدار تھا ورنہ اس لڑکے کا نام سیبویہ نہیں ہے اُس نے کہا کہ جس سے تم نے احسان کیا ہو اُسکے شر سے ہمیشہ بچتے رہنا اگر وہ شر کریگا تو یقیناً بے طرح کریگا یہ ایک تجربہ ہے ایک تو یہ خرابی ہے دوسری یہ ہے کہ

(۴)

دوستی تخم دم آخر بود ترسم از وحشت کہ او فاسد شود

یعنی دوستی دم آخر کا تخم ہوتی ہے اور میں وحشت سے ڈرتا ہوں کہیں وہ فاسد نہو جاوے مطلب یہ ہے کہ بھائی میں نے اس دوستی کو ذخیرہ آخرۃ بنایا ہے کہ یہ اللہ واسطے کی دوستی ہے اور جو احسان کیا ہے صرف اللہ واسطے کیا ہے اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہاں جاکر کوئی شکر رنجی پیش آوے اور اللہ واسطے کی دوستی میں خلل پڑے لہذا اُسکو تو بس ذخیرہ آخرۃ ہی رہنے دو اسلئے کہ۔

صحبتے باشد چو شمشیر قطوع ہمچو دے در بوستان و در زروع

یعنی ایک صحبت تو مثل کاٹنے والی تلوار کے ہوتی ہے جیسا کہ ایام خزاں کھیتی اور باغوں میں مطلب یہ کہ جسطرح کہ خزاں کا موسم برباد کرنے والا ہوتا ہے اسی طرح بعض صحبت سے علیحدگی اور بربادی ہوجاتی ہے۔

صحبتے باشد چو فصل نو بہار زو عمارتہا و دخل بے شمار

یعنی ایک صحبت مثل فصل نو بہار کے ہوتی ہے کہ اُس سے آبادی اور بے شمار آمدنی ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ بعض صحبت ایسی ہے کہ جس سے منافع ہوتے ہیں اور اُس سے بجائے بربادی کے آبادی ہوتی ہے تو معلوم

ہوا کہ صحبت مذکور ہیں دونوں پہلو ہیں خرابی بھی ہے اور نفع بھی ہے لہذا احتیاط یہ ہے کہ عملاً ظن بد رکھو اور ہر صحبت سے بچو اعتقاداً تو کسی کو برا نہ سمجھو مگر عملاً ہشیار رہو کہ جیسے بدگمان لوگ رکھا کرتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ ظن بد بری | تا گریزی و شوی از بد بری

یعنی احتیاط یہ ہے کہ اس سے ظن بد لیجاوے تو تاکہ تم علیحدہ رہو اور برائی سے بری ہو جاؤ۔

حزم سوء الظن گفت ست آں رسول | ہر قدم را دام میداں ای فضول

یعنی الحزم سوء الظن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو اے فضول ہر قدم کو تم جال سمجھو حدیث میں ہے الحزم سوء الظن یعنی احتیاط یہ ہے کہ (عملاً) سوء ظنی کا برتاؤ کرے اور اس حدیث کو جامع صغیر نے نقل کیا ہے اور حسن کہا ہے۔

روی صحرا ہست ہموار و فراخ | ہر قدم دامیست کم رو گستاخ

یعنی روئے صحرا تو ہموار اور فراخ ہے اور ہر قدم پر ایک جال ہے تو ذرا گستاخانہ مت چلو روئے صحرا سے مراد دنیا ہے مطلب یہ ہے کہ ظاہر میں تو خوب کشادہ اور فراخ معلوم ہوتی ہے مگر اسکے اندر قدم قدم پر جال ہیں لہذا ذرا بیباک ہو کر مت چلو کہ ممکن ہے کہ پھنس جاؤ آگے اسکی مثال ہے کہ۔

(۵)

آں بز کوہی دود کہ دام کو | چوں بتازد دامش افتد در گلو

یعنی بز کوہی کہتا ہے کہ دام کہاں ہے تو جب دوڑتا ہے تو اسکے گلے میں جال پڑ جاتا ہے مطلب یہ کہ بز کوہی پہاڑ میں رہتا ہے لیکن بعض مرتبہ اسکو زمین فراخ دیکھکر شوق ہوتا ہے کہ دوڑے اور سیر کرے اور سمجھتا ہے کہ بھلا جال کہیں دکھائی دیتا نہیں ہے کہاں ہوگا یہ سمجھکر دوڑتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح انسان اس دنیا کی سرسبزی اور ظاہری بہار پر نظر کرکے اسمیں منہمک ہوتا ہے کہ نفس و شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے اور پھر افسوس کرتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ می گفتی کہ کو اینک ببیں | دشت می دیدی نمی دیدی کمیں

یعنی (اے بز کوہی) تو جو کہہ رہا تھا کہ (جال) کہاں ہے دیکھ لے یہ ہے تو نے جنگل کو تو دیکھا اور اس گھات کو نہ دیکھا اور یہ نہ سمجھا کہ

بے کمیں و دام و صیاد ای عیار | دنبہ کے باشد میاں کشت زار

یعنی اے چالاک بے یقین کے اور دام و صیاد کے کشت زار میں دنبہ کب ہوتا ہے تو تم جو اس ظاہری دنیا کی بہار کو دیکھتے ہو بھلا بغیر دھوکہ اور جال کے کہیں یہ تھوڑا ہی ہے ضرور اسکے اندر کوئی بات ہے جسکی وجہ سے کہ یہ بہار رکھی گئی ہے تاکہ اسکو دیکھکر لوگ پھنسیں آگے فرماتے ہیں کہ

آنکہ گستاخ آمدند اندر زمیں … استخواں و کلہ ہاشاں را ببیں

یعنی جو لوگ کہ زمین میں گستاخانہ آئے تھے ان کی ہڈیوں اور جبڑوں کو تو ذرا دیکھو۔

چوں بگورستاں روی اے مرتضیٰ … استخوانشاں را بپرس از ماضی

یعنی اے برگزیدہ جب تو گورستان میں جائے تو ان کی ہڈیوں سے زمانہ ماضی کی حالت دریافت کرنا کہ پہلے تمہاری کیا حالت تھی۔

تا بظاہر بینی آں مستان کور … چوں فرو رفتند در چاہ غرور

تاکہ تم ظاہر طور پر دیکھ لو کہ وہ اندھے مست کسطرح چاہ غرور میں چلے گئے ہیں مطلب یہ کہ اگر تم ان ہڈیوں کو بہ نظر عبرت دیکھوگے تو وہ تمکو بزبان حال جواب دینگی اسوقت تمکو معلوم ہوگا کہ اس غرور و تکبر کا کیا نتیجہ ہوا کسی نے خوب کہا ہے ؎ کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آگیا ٭ وہ سر جو استخوان شکستہ سے چور تھا ٭ بولا کہ چل سنبھل کے ذرا راہ بیخبر ٭ میں بھی کبھو کسی کا سر پرغرور تھا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چشم اگر داری تو کورانہ میا … ورنہ داری چشم دست آور عصا

یعنی اگر بصیرت رکھتے ہو تو اندھے بنکر مت آؤ اور اگر بصیرت نہیں ہے تو ہاتھ میں لاٹھی لو لاٹھی سے مراد علم استدلالی ہے مطلب یہ کہ اگر ذوق سلیم نہیں ہے تو علم استدلالی سے ہی کام چلاؤ کہ وہ بھی کارآمد ہے۔

آں عصائے حزم و استدلال را … چوں نداری دیدہ می کن پیشوا

یعنی اس عصائے حزم و استدلال کو جب تو نہیں رکھتا تو کسی دیکھے ہوے کو پیشوا بنا لے مطلب یہ کہ اگر علم استدلالی بھی نہیں ہے تو پھر کسی کو اپنا پیشوا بنا لو۔

ور عصائے حزم و استدلال نیست … بے عصا کش بر سر ہر رہ مایست

یعنی اور اگر حزم و استدلال کا عصا نہیں ہے تو بے عصاکش کے ہر راہ کے سرے پر کھڑا ہی مت ہو مطلب یہ کہ

پھر کسی کو راہبر اور پیشوا بنالو کہ جو تمکو راہ مقصود تک پہونچا دے اور اسوقت یہ حالت کرلو کہ۔

گام زانسان نہ کہ نابینا نہد　　تاکہ پا از سنگ وا ز چہ وارہد

یعنی قدم اس طرح رکھو کہ جسطرح نابینا رکھتا ہے تاکہ پاؤں پتھر اور گڑھے سے بچا رہے مطلب یہ کہ جسطرح اندھا خوب دیکھ بھال کر قدم رکھتا ہے تو جب تمکو نہ علم استدلالی ہے اور نہ ذوقی ہے تو پھر بہت ہی سنبھل کر قدم رکھو ذرا اِدھر اُدھر ہوا اور تم گرے۔

کور لرزان و بترس و احتیاط　　می نہد پا تا نیفتد در خباط

یعنی اندھا کانپتا ہوا اور خوف اور احتیاط سے پاؤں رکھتا ہے تاکہ خرابی میں نہ پڑ جاوے اسی طرح تم بھی ذرا سنبھل کر چلنا کہیں غارت نہ ہو جاؤ۔

اے ز دود جستہ در ناری شدہ　　لقمہ جستہ لقمہ مارے شدہ

یعنی اے شخص جو کہ دھوئیں سے نکلکر آگ میں پڑ گیا ہے اور لقمہ کی تلاش میں خود لقمہ مار ہوگیا ہے مطلب یہ کہ نفع کی جگہ جو تجھے نقصان ہو رہا ہے کہ تو اس دنیاوی نفع کو نفع خیال کر رہا ہے حالانکہ یہ اس نقصان کے مقابلہ میں جو تجھے آخرت کا نقصان ہو رہا ہے کچھ بھی نہیں ہے ذرا سنبھل۔ حقیقی اور نفع اصلی کو اختیار کر آگے اہل سبا کی نافرمانی کی وجہ سے اُن کے تمام عیش و آرام کے چھین جانیکا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ اس دنیا ہی میں منہمک ہوا اور آخرت کو بھول گئے اسی طرح کہیں تمہاری بھی گت نہ بنے فرماتے ہیں کہ۔

اہل سبا اور اُن کی نافرمانی کا قصہ اور اُن کی نعمت کا ناشکری کی وجہ سے زائل ہو جانا اور شکر و وفا کی فضیلت

تو نخواندے قصہ اہل سبا　　یا بخواندی و نہ دیدی جز صدا

یعنی کیا تم نے اہل سبا کا قصہ نہیں پڑھا ہے یا پڑھا ہے تو بجز صدا کے اور کچھ دیکھا نہیں ہے مطلب یہ کہ جسطرح کسی گنبد یا پہاڑ میں اگر کوئی آواز کرے تو اسمیں سے بھی آواز پیدا ہوتی ہے مگر اسکو کوئی نفع اس آواز سے نہیں ہوتا اسی طرح تم نے بھی قصہ اہل سبا پڑھا ہے مگر اس سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا۔

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست سوئے معنی ہوشِ کُہ را راہ نیست

یعنی آواز سے وہ خود پہاڑ آگاہ نہیں ہے اور معنی کی طرف کوہ کے ہوش کو راہ نہیں ہے مطلب یہ کہ اُس آواز سے وہ خاک بھی نہیں سمجھتا۔ بلکہ

او ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش چوں خمش کردی تو او ہم شد خموش

یعنی وہ بھی ایک آواز بے سمجھ بوجھ کے کرتا ہے اور جب تو خاموش ہووے تو وہ بھی خاموش ہو جاوے اسی طرح تُنے بھی اُس قصہ سے معنی کو نہیں لیا ہے بلکہ صرف صدا اور الفاظ ہی سُنتے ہیں اسی لئے اُس سے عبرت حاصل نہیں ہوئی آگے خود اہل سبا کے اُس قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

داد حق اہل سبا را بس فراغ صد ہزاران قصر و ایوان ہا و باغ

یعنی حق تعالیٰ نے اہل سبا کو بہت فراغت عطا فرمائی تھی لاکھوں محل اور مکان اور باغات تھے۔

شکر آں نگذاردند آں بدرگان در وفا بودند کمتر از سگان (۸)

یعنی اُن نالائقوں نے اُن چیزوں کا شکر ادا نہ کیا وہ تو وفا میں کتے سے بھی کم تھے اسلئے کہ۔

مر سگے را لقمۂ نانے ز در چوں رسد بر در ہمی بندد کمر

یعنی کتے کو ایک روٹی کا ٹکڑا کسی دروازہ سے ملجاوے تو وہ اُسی در پر قیام کرتا ہے۔

پاسبان و حارس در می شود گرچہ بروے جور و سختی می رود

یعنی اُس در کا پاسبان اور حارس ہو جاتا ہے اگرچہ اُس پر جور و سختی کتنی ہی ہو۔

ہم براں در باشدش باش و قرار کفر دارد کرد غیرے اختیار

یعنی اُسی در پر اُسکی بود و باش ہوتی ہے اور کسی غیر کو اختیار کرنا وہ کفر جانتا ہے یعنی اور کہیں جانا وہ بہت ہی برا سمجھتا ہے تو دیکھو اُسکے اندر کسقدر وفا کی خصلت بڑھی ہوئی ہے آگے ایک نہایت لطیف مضمون فرماتے ہیں کہ۔

ور سگے آید غریبے روز و شب آں سگانش می کنند آندم ادب

یعنی اور اگر کوئی اجنبی کتا رات کو یا دن کو آجاتا ہے تو کتے اسکو اسی وقت ادب کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ:

کہ برو آنجا کہ اول منزل است | حق آں نعمت گروگان دل است

یعنی اسی جگہ جا جو کہ اول ٹھکانہ ہے اسلئے کہ اس نعمت کا حق مرہون دل کا ہے۔

می گزندش کہ برو بر جائے خویش | حق آں نعمت فرو مگذار بیش

یعنی اسکو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا اور اس نعمت کے حق کو مت چھوڑ تو دیکھو خود تو وفادار ہوتے ہی ہیں مگر کسی اپنے ہمجنس کو بھی بے وفائی نہیں کرنے دیتے آگے اسپر ایک دوسرا مضمون متفرع فرماتے ہیں کہ۔

از درون اہل دل آب حیات | چند نوشیدی و وا شد چشمہات

یعنی اہل دل کے اندر سے تمنے آبحیات کسقدر پیا ہے کہ تمھاری آنکھیں کھل گئی ہیں۔

بس غذائے سکر و وجد و بیخودی | از در اہل دلان بر جان زدی

(۹)

یعنی بہت سی سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا کو اہل قلوب سے تمنے اپنی جان پر لگایا ہے یعنی اُن کو اُن سے حاصل کیا ہے۔

باز ایں در را رہا کردی ز حرص | گرد ہر دکان ہمی گردی ز حرص

یعنی پھر اس در کو تمنے حرص کی وجہ سے چھوڑ دیا اور ہر دوکان کے گرد حرص کی وجہ سے پھرنے لگے۔ یہاں وہ لوگ مراد ہیں کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ کسی نفسانی غرض کی وجہ سے جاتے ہیں مثلاً کوئی بات ناگوار ہوئی اور چلدئے یا اور کوئی غرض ہے تو فرماتے ہیں کہ تم جو اس در کو جس سے کہ تمکو فیض ہو رہا ہے چھوڑ رہے ہو تو یہ سخت ناشکری کی بات ہے اور اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ طلب حق ہی میں جاتے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن غرض نفسانی کیلئے جانا مضر ہوتا ہے۔

بر در آں منعمان چرب دیگ | می دوی بہر ثریدِ مردہ ریگ

یعنی اے کمینے تو اُن امیروں چرب دیگ کے در پر کھانے کے لئے دوڑ رہا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ تحصیل دنیا کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں کہ اس در کو جس سے نفع ہوا ہے ترک کرکے دوسری جگہ تحصیل دنیا کے لئے جارہے ہو بڑے شرم کی بات ہے۔

چربش آنجا داں کہ جاں فربہ شود　　کار ناامید آنجا بہ شود

یعنی چربیت تو اس جگہ جانو جہاں کہ جان فربہ ہووے اور ناامید کا کام اُس جگہ درست ہو جاوے مطلب یہ کہ تم جو اس جسم کے فربہ کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اسکو ترک کرو بلکہ جان اور قلب کی فربہی کو تلاش کرو کہ اُس سے دین و دنیا دونوں حاصل ہونگی۔

صومعۂ عیسیٰ است خوان اہلِ دل　　ہان وہاں اے مبتلا این در مہل

یعنی خوان اہل دل کو صومعہ عیسیٰ کی طرح جانو اور اے مبتلا اس در کو ہرگز مت چھوڑو مطلب یہ کہ جسطرح کہ صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سبکو شفا حاصل ہوتی تھی اسی طرح تمکو ان اہل دل سے جو نفع ہوگا اُس سے دین و دنیا دونوں درست ہونگے لہذا خدا کے لئے اسکو ترک کر کے اور کہیں مت جاؤ آگے اُس صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو نفع ہونے کو ذکر فرماتے ہیں کہ۔

مصیبت زدہ لوگوں کا ہر صبح کو عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کے دروازہ پر دعا کے لئے جمع اور حاضر ہونا

جمع گشتندی ز ہر اطراف خلق　　از ضریر و لنگ و شل و اہل دلق

یعنی ہر طرف سے لوگ جمع ہوا کرتے تھے اندھے لنگڑے بےبس لُنجے اور محتاج۔

بر در آں صومعۂ عیسیٰ صباح　　تا بدم شاں وا رہاند از جناح

یعنی صبح کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ پر تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک سے انکو مصیبت سے چھڑا دیں۔

او چو فارغ گشتے از اوراد خویش　　چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش

یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اوراد سے فارغ ہوتے تو چاشت کے وقت وہ خوب کیش باہر نکلتے۔

جوق جوق آں مبتلا دیدے نزار　　شستہ بر در در امید و انتظار

یعنی وہ بیماروں ضعیفوں کو جوق جوق دیکھتے کہ دروازہ پر امید اور انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

پس دعا کردے وگفتے اے خدا　　حاجت و مقصود جملہ کن روا

یعنی آپ دعا فرماتے اور فرماتے کہ اے اللہ سب کی حاجت اور مقصود پورا فرما دے۔

گفتے اے اصحاب آفت از خدا　　حاجت این جملگان تان شد روا

یعنی پھر فرماتے کہ اے مصیبت والو خدا سے تمھاری سب کی حاجت پوری ہوگئی۔

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا　　سوئے غفاری و اکرام خدا

یعنی ہاں اب بے رنج و عنا کے حق تعالیٰ کی غفاری اور اُن کے اکرام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

جملگان چون اشتران بستہ پائے　　کہ کشائی زانوے ایشاں برائے

یعنی سارے اُن اونٹوں کی طرح جو کہ پاؤں بندھے ہوئے ہوں اور تم اُن کے پاؤں خود کھول دو اور وہ اُٹھ کر روانہ ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ سب بے کسی تکلیف کے چنگے ہو کر روانہ ہو جاتے تھے۔

(۱۱)

جملہ صحت یافتہ گشتہ رواں　　از دم جان بخش عیسیٰ در زماں

یعنی سارے کے سارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان بخش پھونک سے اُسی وقت روانہ ہو جاتے تھے اللہ اکبر کیا ہی برکت تھی۔

شد روا آں حاجت جملہ علیل　　زام حق واز دم نیک جلیل

یعنی اُن سارے مریضوں کی حاجت امر حق سے اور اُن نیک اور بزرگ کی دعا سے روا ہو جاتی تھی

بے توقف جملہ شادان در اماں　　از دعائے وے شدندی پا دواں

یعنی بے توقف وہ سارے خوش اور امن میں اُن کی دعا سے اپنے پاؤں سے دوڑنے لگتے تھے۔

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم　　تندرست و شادمان و محترم

یعنی وہ سارے بے رنج و الم اور بے درد و غم کے تندرست اور شادمان اور محترم۔

سوئے خانہ خویش گشتندی رواں — از دم میموں آں صاحبقراں

یعنی اپنے گھر کی طرف اُن صاحبقراں کی پھونک سے روانہ ہو جاتے تھے تو دیکھو اُن کی پھونک میں یہ برکت تھی اور لوگ اُس سے تندرستی اور صحت حاصل کرتے تھے مولانا آگے انتقال کرکے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

آزمودی تو بسے آفات خویش — یافتی صحت ازاں یاران کیش

چند آں لنگے تو رہوار شد — چند جانت بے غم و آزار شد

اے مغفل رشتۂ بر پائے بند — تا ز خود ہم گم نہ گردی اے لوند

ناسپاسی و فراموشی تو — یاد ناورد آں عسل نوشی تو

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد — چوں دل اہل دل از تو خستہ شد

زودشاں دریاب و استغفار کن — ہمچو ابرے گریہ ہائے زار کن

تا گلستان شاں سوئے تو بشگفد — میوہائے پختہ بر تو وا کفد

ہم برآں در گرد از سگ کم مباش — با سگ کہف ار شدستی خواجہ تاش

چوں سگاں ہم مرسگاں را ناصح اند — کہ دل اندر خانۂ اول بہ بند

آں در اول کہ خوردی استخواں — سخت گیر و حق گزاری را ممان

(۱۲)

می گزندش کز ادب آنجا رود	در مقام اولین مفلح شود
می گزندش کای سگ طاغی برو	با ولی نعمتت یاغی مشو
بر همان در همچو حلقه بسته باش	پاسبان و چابک و برجسته باش
صورت نقض وفای ما مباش	بیوفائی را مکن بیهوده فاش
مر سگان را چون وفا آمد شعار	رو سگان را ننگ و بدنامی میار
بیوفائی چون سگان را عار بود	بیوفائی چون روا داری نمود
حق تعالی فخر آورد از وفا	گفت من اوفی بعهد غیرنا
بیوفائی دان وفا با رد حق	بر حقوق حق ندارد کس سبق
نور را هم نور شو با نار نار	جای گل گل باش جای خار خار
حق مادر بعد از آن شد کان کریم	کرد او را از جنین تو غریم
صورتی کردت درون جسم او	داد در حملش ترا آرام و خو
همچو جزو متصل دید او ترا	متصل را کرد تدبیرش جدا
حق هزاران صنعت و فن ساختست	تا که مادر بر تو مهر انداختست

(۱۳)

پس حق حق سابق از مادر بود　　　هر که آن حق را نداند خر بود

آنکه مادر آفرید و ضرع و شیر　　　با پدر کردش قرین آن خود مگیر

ای خداوند ای قدیم احسان تو　　　آنکه دانم وانکه نے هم آن تو

تو بفرمودی که حق را یاد کن　　　زانکه حق من نمی گردد کهن

یاد کن لطفی که کردم آن صبوح　　　با شما از حفظ در کشتی نوح

اصل واجداد شما را آن زمان　　　دادم از طوفان و از موجش امان

آب آتش خو زمین بگرفته بود　　　موج او مر اوج کہ را می ربود

حفظ کردم من نکردم ردتان　　　در وجود جد جد جدتان

چون شدی سر پشت پایت چون زنم　　　کارگاه خویش ضایع چون کنم

چون فدای بیوفایان می شوی　　　از گمان بد بدانسو می روی

من ز سهو و بیوفائیها بری　　　سوئے من آئی گمان بد بری

این گمان بد بر آنجا بر که تو　　　می شوی در پیش همچون خود دوتو

بس گرفتی یار و همراهان زفت　　　گر ترا گویم که کو گوئی که رفت

(۱۴)

یار نیکت رفت بر چرخ برین	یار فسقت ماند در قعر زمین
تو بماندی در میانهٔ آنچنان	بی مدد چون آتشی از کاروان
دامن او گیر ای یار دلیر	کو منزه باشد از بالا و زیر
نی چو عیسی سوی گردون بر شود	نی چو قارون در زمین اندر رود
با تو باشد در مکان و لامکان	چون بمانی از سرا و از دکان
او برآرد از کدورتها صفا	مر جفاهای ترا گیرد وفا
چون جفا آری فرستد گوشمال	تا ز نقصان وا روی سوی کمال
چون تو وردی ترک کردی در روش	بر تو قبضی آید از رنج و تبش
آن ادب کردن بود یعنی مکن	هیچ تحویلی از آن عهد کهن
پیش از آن کین قبض زنجیری شود	اینکه دلگیریست پاگیری شود
رنج معقولت شود محسوس و فاش	تا نگیری این اشارت را بلاش
در معاصی قبضها دلگیر شد	قبضها بعد از اجل زنجیر شد
نعط من اعرض هنا عن ذکرنا	عیشة ضنکا و نحشر بالعمی

(۱۵)

دزد چون مال کسان را می برد	قبض و دل تنگی دلش را می خلد
او همی گوید عجب این قبض چیست	قبض آن مظلوم کز شرت گریست
چون بدین قبض التفاتی کم کند	باد اصرار آتشش را دم کند
قبض دل قبض عوان شد لاجرم	گشت محسوس آن معانی زد علم
قبضها زندان شد است و چارمیخ	قبض بیخست و برآرد شاخ بیخ
بیخ پنهان بود هم شد آشکار	قبض و بسط اندرون بیخی شمار
چونکه بیخش بد بود زودش بکن	تا نروید زشت خاری در چمن
قبض دیدی چارهٔ آن قبض کن	زانکه سرها جمله میروید زبن
بسط دیدی بسط خود را آب ده	چون برآید میوه با اصحاب ده
بازگرد و قصهٔ اهل سبا	بازگو تا بازگویم مرحبا
آن سبا ز اهل صبا بودند خام	کارشان کفران نعمت با کرام
باشد آن کفران نعمت در مثال	که کنی با محسن خود تو جدال
که نمی باید مرا این نیکوی	من برنجم زین چه رنجه می شوی

لطف کن این نیکوئی را دور کن
من نخواهم چشم زودش کور کن

پس سبا گفتند باعد بیننا
شیننا خیر لنا خذ زیننا

ما نمی خواهیم این ایوان و باغ
نے زنان خوب نے امن و فراغ

شهرها نزدیک همدیگر بد است
آن بیابانست خوش کانجا دد است

یطلب الانسان فی الصیف الشتا
فاذا جاء الشتا انکر ذا

فهو لا یرضی بحال ابدا
لا بضیق لا بعیش رغدا

قتل الانسان ما اکفره
کلما نال الهدی انکره

نفس زین سان است زان شد کشتنی
اقتلوا انفسکم گفت آن سنی

خار سه پهلوست هر سو کش نهی
در خلد از زخم او تو کے رهی

آتش ترک هوا در خار زن
دست اندر یار نیکو کار زن

چون ز حد بردند اصحاب سبا
که به پیش ما وبا به از صبا

ناصحان شان در نصیحت آمدند
از فسوق و کفر مانع می شدند

قصد خون ناصحان می داشتند
تخم فسق و کافری می کاشتند

(۱۷)

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں	از قضا حلوا شود رنج دہاں
گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا	تحجب الابصار اذا جاء القضا
چشم بستہ میشود وقت قضا	تا نہ بیند چشم کحل چشم را

جب تو صومعہ عیسیٰ کا قصہ سن چکا اور یہ جان چکا کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ اس صومعہ کے مشابہ ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی دعویٰ نہیں بلکہ تو بھی جانتا ہے اسلئے کہ تو نے اپنی بہت سی روحانی تکلیفوں کو آزمایا ہے کہ ان اہل اللہ کے ہاتھوں تجھے ان سے صحت حاصل ہوئی ہے اور تو جانتا ہے کہ تیرا لنگڑا پن کسقدر ٹھیک ہوگیا ہے اور تیری جان کسقدر رنج اور تکلیف سے چھوٹ گئی ہے پھر بھی تو ان کو بھولتا ہے ارے اگر یہی بھول ہے تو خدا خیر کرے کہیں تو خود اپنے کو بھی نہ بھولجاوے اور اپنے کو بھی نہ کھو بیٹھے اسلئے تو اپنے پاؤں میں تاگا باندھ لے کہ اگر کھویا جاوے تو اسکے ذریعہ سے تو اپنے کو پاسکے (ف اس شعر میں ایک احمق کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے پانوں میں تاگا اسلئے باندھا تھا کہ اگر میں گم ہوجاؤں تو اپنے کو پاسکوں) تیری ناشکری اور بھول اسقدر بڑھ گئی ہے کہ تجھے یاد بھی نہیں آتا کہ اہل اللہ نے ہمیں کچھ بھی شہد پلایا اور لذائذ روحانیہ سے بہرہ یاب کیا ہے پس تو نے اہل اللہ کو رنج دیا تو اسکا نتیجہ یہ ہونا ہی تھا کہ راہ حق تجھپر مسدود ہوگیا اور خذلان کی نوبت آگئی ارے کمبخت اب بھی کچھ نہیں گیا جلد تلافی کر اور توجہ کر اور ابر کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو تاکہ اُن کے فیوض کا باغ تیرے لیے کھلے اور اسکے پختہ میوے تجھپر پھٹ پڑیں (ف اس مقام پر ایک نسخہ بر خود واکفد ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ شگوفہ پھوٹ کر میوے نکل آئیں اور وہ پختہ ہوجائیں اس تقدیر پر واکفد کی اسناد میوہا سے پختہ کی طرف مجازی ہو نیز شگوفوں کے پھٹنے کے بعد پختہ میوے نکلنے سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ نکلنے کے وقت وہ پختہ ہوں لیکن ایسا نہیں بلکہ مآل کے اعتبار سے اُن کو پختہ کہا گیا ہے اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ میوہاے پختہ خود پھٹ جائیں جیسے انار کھل جاتا ہے یا بیر پھٹ جاتا ہے واللہ اعلم) اگر تو سگ اصحاب کہف کا جوڑی دار بنا ہے اور جس طرح اُس نے اہل اللہ کی خدمت کی تھی تو نے بھی ان کی خدمت اختیار کی ہے تو تجھکو وفا کرنا چاہیے اور اُنہی کے در کا ہو رہنا چاہیے اور کتے سے بھی کم نہ ہونا چاہیے غور تو کر کہ جب کتے بھی اپنے بے وفا بھائیوں کو نصیحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ہی گھر سے وابستگی چاہیے اور جس اول گھر سے تجھکو ہڈی ملی ہے اُسی کو مضبوط پکڑنا چاہیے اور حق گذاری کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے اور بے وفائی کرنے والے کو کاٹتے ہیں تاکہ وہ اس سزا کے سبب وہاں چلا جاوے اور پہلے ٹھکانہ پر جاکر کامیاب ہو وہ اسکو یہ سمجھانے کو کاٹتے ہیں کہ اپنی حد سے تجاوز

(۱۸)

کرنے والے کتے تو وہیں جا اور اپنے ولی نعمت سے باغی مت ہو اور اسکی اطاعت سے دست بردار مت ہو تو حلقہ
کی طرح اس در پر چارہ اسی کی پاسبانی میں خوب چسپت اور چوکنا رہ تو ہمارے لئے عہد شکنی کی زندہ تصویر مت
بن اور حماقت سے کتوں کی بیوفائی کی شہرت مت دے اور جبکہ کتوں کا عام دستور وفا ہے تو تو بیوفائی کر کے
ان کی بدنامی اور ننگ کا سبب مت بن تو جبکہ کتے بھی بیوفائی سے عار کرتے ہیں تو تو بیوفائی کرنا کیونکر جائز
رکھتا ہے وفا تو وہ صفت اعلیٰ ہے کہ حق سبحانہ اسپر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم سے زیادہ عہد کا پورا کرنے والا
کون ہے پھر تو اسکو کیوں چھوڑتا ہے اور وفا کیوں نہیں کرتا تجھکو وفادار ہونا چاہئے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے
کہ وفا ہر جگہ حسن نہیں ہے بلکہ حق سبحانہ کے ساتھ یا جہاں وفا کا وہ حکم دے وہیں حسن ہے اور اگر مردود حق
سبحانہ کے ساتھ اور برخلاف حکم خداوندی وفا کیجاوے تو وہ وفا معیوب اور بیوفائی کا حکم رکھتی ہے اسلئے
کہ حق سبحانہ کے حق سے کسی کا حق مقدم نہیں ہے اور جن بعض مقامات پر بظاہر مقدم ہے وہاں بھی بامر حق
مقدم ہے اسلئے وہاں بھی حق سبحانہ ہی کا حق مقدم ہے خلاصہ یہ کہ نور کیلئے تجھے نور ہونا چاہئے اور نار کیلئے
نار جہاں پھول بننے کی ضرورت ہو وہاں پھول بن اور جہاں خار بننے کی ضرورت ہو وہاں خار بن یعنی جہاں
وفا مناسب ہو وہاں وفا کر اور جہاں بیوفائی زیبا ہو وہاں بیوفائی کر اب ہم تجھے اسکی لم بتلاتے ہیں کہ حق سبحانہ
کا حق سب پر مقدم کیوں ہے حقوق العباد دو قسم کے ہیں ایک دین کے لحاظ سے دوسرے دنیا کے لحاظ سے
جو حقوق دین کے لحاظ سے ہیں جیسے رسول کا حق امت پر شیخ کا حق مریدین پر استاد کا حق شاگردوں پر
ان کا تو حق اللہ کے تابع ہونا ظاہر ہے لہذا ان پر حق اللہ کا مقدم ہونا بھی واضح ہے اور جو حقوق دنیا کے لحاظ
سے ہیں ان میں سب سے زیادہ حق ماں کا ہے لیکن غور کرنا چاہئے کہ اول حق سبحانہ نے تجھے اسکے پیٹ میں رکھکر
اسکو مثل اپنے مقروض کے بنایا پھر اسکے جسم کے اندر تیری صورت بنائی اور اسکے حمل کے اندر تجھے آسایش اور
اقتضاآت طبعی عطا کئے اور جبکہ اس نے تجھے اسکا جزو متصل دیکھا تو اپنی حکمت سے اسکو جدا کیا اور بہت سی تدبیریں
اور حکمتیں کیں جن سے ماں کو تجھپر مہربان کیا اسکے بعد ماں کا حق ثابت ہوا اس سے ظاہر ہوا کہ حق سبحانہ کا حق ماں
کے حق سے مقدم ہے اور جب ماں کے حق سے مقدم ہے تو اوروں کے حق سے تو بالاولیٰ مقدم ہوگا پس جو شخص
اس حق کا لحاظ نکرے جو سب سے مقدم ہے وہ گدھا اور احمق ہے وہ خدا ہی ہے جس نے ماں کو اسکے پستانوں میں اسکے
دودھ کو پیدا کیا اور باپ کے ساتھ اسکو ہم صحبت کیا یہ اور خود بخود نہیں ہوگئے پھر اسکا حق مقدم کیوں نہوگا جب
کلام تقدم حق اللہ تک منجر ہوا تو اب مولانا بصورت مناجات حق سبحانہ کے حقوق ظاہر فرماتے ہیں جن سے مدعائے
سابق کی تائید ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ تیرا حق مقدم کیوں نہوگا تو مالک ہے تیرے احسانات قدیم ہیں
اور جو اشیا میرے علم کے احاطہ میں ہیں اور جو اس سے باہر ہیں سب تیری ہی ملک ہیں تو نے فرمایا ہے کہ ہمارے
حق کو یاد کرو اسلئے کہ ہمارا حق پرانا نہیں ہوسکتا اور پرانا ہو کر قابل نظر انداز کرنے کے نہیں ہوسکتا نیز تو نے فرمایا
کہ ہماری اس عنایت کو یاد کرو جو ہم نے فلاں صبح کو تمہارے ساتھ کی تھی یعنی تمکو کشتی نوح میں محفوظ کیا تھا کہ تم

(۱۹)

تمھارے اجداد کا محفوظ کرنا خود تمھارا محفوظ کرنا تھا اور میں نے تمھارے اصول اور تمھارے اجداد کو جسکی تم اولاد ہو اسوقت طوفان اور اسکی موج سے نجات دی تھی جبکہ آتش خصلت اور آگ کی طرح تباہ کن پانی کی موجیں زمین کو گھیرے ہوئے تھیں اور اسکی ایک ایک موج پہاڑ کی رفعت کی ہستی نہ سمجھتی تھی میں نے ایسی حالت میں تمکو تمھارے داداؤں کے داداؤں کے اصلاب میں محفوظ رکھا اور تمکو ردنہ کیا جبکہ تم مجھے اسقدر عزیز ہو تو میں تمپر لات کیونکر مار سکتا ہوں اور تمکو تباہ کرکے اپنے کارخانہ کو کیونکہ درہم برہم کر سکتا ہوں جب میری یہ حالت ہے اور مجھے تم اس درجہ عزیز ہو اور میری شفقت تمپر اس درجہ مبذول ہے تو کیا مجھے چھوڑ کر تم بے وفاؤں پر کیوں فدا ہوتے ہو اور فانیات میں کیوں منہمک ہوتے ہو اور مجھسے بدگمان ہو کر اس طرف کیوں جاتے ہو۔ ارے پہلے ما نسو مجھپر بدگمانی کرتے ہو میں تو سہو سے بھی منزہ ہوں اور بیوفائیوں سے بھی پس تم میری طرف آؤ اور بدگمانی کو چھوڑو بیوفائی کا محل وہ لوگ ہیں جنکے سامنے تم جھکتے ہو باوجودیکہ وہ بھی تمھاری ہی مثل ہیں پس تمکو ان سے بدگمان ہونا چاہیئے نہ کہ مجھسے تمنے بڑے بڑے زبردست یار آشنا بنائے لیکن اگر میں تمسے پوچھوں کہ تمھارے یار کہاں ہیں تو تمھارے پاس بجز اسکے کچھ جواب نہ ہوگا کہ وہ تو چل بسے تمھارے جو نیک یار تھے وہ آسمان یعنی بہشت میں چلے گئے اور جو برے تھے وہ زمین کے نیچے دوزخ میں چلے گئے اور تم ادھر میں یوں ہی بے یار و مددگار رہگئے جسطرح قافلہ کی آگ رہ جاتی ہے کیا یہ بیوفائی نہیں ہے ضرور ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے بہادر دوست تو اس کا دامن پکڑ جو بلندی و پستی سے منزہ ہے اور نہ تجھے چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اوپر جاتا ہے اور نہ قارون کی طرح زمین کے نیچے جاتا ہے بلکہ مکان اور لامکان ہر دو میں تیری ساتھ رہتا ہے یعنی تیرے جسم کے بھی ساتھ ہے جو مکانی ہے اور تیری روح کے ساتھ بھی ہے جو مکان سے منزہ ہے اور جب تم بالکل بے ٹھکانے ہو نہ تمھارے پاس مکان ہو نہ دوکان اور بالکل کس مپرسی کی حالت میں ہو اسوقت بھی تمھارے ساتھ ہے برخلاف دنیاوی یاروں کے کہ وہ ایسی حالت میں بات بھی نہیں پوچھتے چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎ سیہ بختی میں انساں کا کوئی کب ساتھ دیتا ہے ٭ کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے نیز انمیں اور دنیاوی یار دوستوں میں یہ بھی فرق ہے کہ دنیاوی یار دوست کدورتوں کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ اگر صفا اور کدورت کی آمیزش ہو تب بھی وہ کدورت ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں برخلاف حق سبحانہ کے کہ وہ کدورتوں سے صفا لکالتے ہیں یعنی کدورتوں کو صفا بناتے ہیں کما قال تبارک وتعالیٰ اولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات نیز عام دوست جفاؤنکو نظر انداز نہیں کرتے اور حق سبحانہ تمھاری جفاؤں کو وفا سمجھتے ہیں اسلئے کہ ہم قصہ شبان کے متصل بتا چکے ہیں کہ تمھاری طاعات بھی گستاخیاں ہیں لیکن وہ باینہمہ اپنی رحمت سے انکو قبول فرماتے ہیں اور طاعات میں محسوب کرتے ہیں نیز جب تم کوئی تعدی کرتے ہو تو وہ اور دوستوں کی طرح تمکو چھوڑ نہیں دیتے بلکہ متنبہ فرماتے ہیں اور مشفقانہ سزا دیتے ہیں تاکہ تم نقصان سے کمال کی طرف ترقی کرو۔ مثلاً جب تمسے کوئی معمول ترک ہوتا ہے تو تمپر قبض طاری ہوتا ہے یعنی ایک قسم کا ملال اور اضطراب تمھاری طبیعت میں پیدا

(۲۰)

ہوتا ہے پس یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا اور اپنے پرانے عہد سے بال برابر نہ ہٹنا اور اسوقت سے
پیشتر ہی اسکی تلافی کر لینا جبکہ یہ قبض زنجیر ہو جاوے اور بجائے دلگیر ہونے کے پاگیر ہو جاوے یہ جواب بہ معقول ہے
وہ پھر محسوس ہو جائیگا۔ اور آخرت میں یا دنیا میں بھی بشکل طوق و سلاسل ظاہر ہوگا۔ دیکھنا اس اشارہ کو معمولی نہ سمجھنا
اسلئے کہ معاصی کے سبب جو قبض دل پر طاری ہوتے ہیں وہ ہی قبض موت کے بعد بشکل زنجیر ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ حق
سبحانہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں ہمارے ذکر سے اعراض کرتے ہیں ان کی زندگی کو ہم تنگ اور وبال جان کر دیتے
ہیں (یعنی قبض باطنی کے ذریعہ سے) اور آخرت میں ان کو اندھا اٹھا دینگے (اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہوگا جہاں وہ
زنجیروں میں جکڑے جائیں گے) یہ مضمون اگر تمہاری سمجھ میں بخوبی نہ آیا ہو تو ہم ایک محسوس مثال سے سمجھاتے ہیں تاکہ
تم اچھی طرح سمجھ جاؤ اور سمجھ جاؤ کہ قبض کے آخرت میں زنجیر ہونیکا کیا مطلب ہے۔ مثلاً جب آدمی لوگوں کا مال ابتداً چراتا ہے
تو اسکے دل میں قبض اور تنگی کی خلش ہوتی ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ کیا بات ہے مجھے پریشانی کیوں ہے اس سے
کوئی کہے کہ یہ پریشانی اس مظلوم کی پریشانی کا عکس ہے جسکو تو نے رولایا ہے لیکن جب وہ اس قبض کو نظر انداز کر دیتا ہے اور
اسکے اصرار کی ہوا اسکی آگ کو بھڑکاتی ہے یعنی وہ اس فعل شنیع سے باز نہیں آتا تو لامحالہ وہ قبض قبضۂ پولیس ہو جاتا ہے
اور پکڑا جاتا ہے اسوقت وہ قبض غیر محسوس محسوس ہو جاتا ہے اور شہرۂ عالم بن جاتا ہے وہی قبض جیلخانہ اور شکنجوں کی صورت
میں ظاہر ہوتا ہے بات یہ ہے کہ قبض دل بمنزلہ جڑ کے ہے اور جیلخانہ وغیرہ بمنزلہ اسکی شاخوں کے اور جڑ سے شاخیں
نکلتی ہی ہیں پس جسطرح پہلے جڑ پوشیدہ ہوتی ہے پھر شاخ نکل کر ظاہر ہو جاتی ہے یوں ہی قبض و بسط باطنی کو بھی
سمجھو پس جس طرح باغ میں کوئی خراب جڑ موجود ہو تو اس کا اکھاڑنا ضروری ہوتا ہے تاکہ چمن میں خار نہ پیدا ہو جائیں
یوں ہی جب تم قبض باطنی دیکھو تو اسکے اوکھاڑنے کی کوشش کرو اسلئے کہ یہ جڑ ہے دیگر مفاسد کی حتی کہ بعض اوقات
کفر تک نوبت پہونچا دیتا ہے اور وہ شاخیں ہیں اس جڑ کی اور شاخیں جڑ ہی سے پھوٹتی ہیں پس اگر تم جڑ ہی کو اکھاڑ
دوگے تو ان شاخوں کے شر سے بھی محفوظ رہوگے ورنہ مصیبت میں گرفتار ہوگے اور جب بسط دیکھو تو اسکو سینچو اور
ترقی دو اور جب اسمیں میوے نکلیں یعنی اسپر ثمرات باطنی مرتب ہوں تو ان میں سے اپنے یار دوستوں کو بھی دو اچھا اب
لوٹنا چاہیئے اور قصہ اہل سبا بیان کرنا چاہیئے تاکہ میں بھی داد دوں اہل سبا تمکو نڈے اور ناتجربہ کار سمجھے انکا
کام منعموں کی نعمتوں کی ناشکری کرنا تھا۔ اب میں ناشکری کی حقیقت تمکو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں مثلاً یہ کہ کوئی
شخص تجھپر کوئی انعام کرے تو تو اس محسن کی مزاحمت کرے اور کہے کہ مجھے اس نعمت کی ضرورت نہیں آپ تکلیف
نہ کیجئے مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے براہ مہربانی اس نوازش کو دور ہی رکھئے مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں آپ مجھے
اندھا کر دیجئے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ اہل سبا کی بالکل یہی حالت تھی کہ حق سبحانہ نے ان پر انعامات کو
بارش کی طرح برسایا تھا اور خوب دولت دی تھی ملک کو آرائش سے بہشت بنا دیا تھا لیکن ان ناشکروں نے
یہ کیا کہ دعا کی کہ اے اللہ جماعتوں اور بستیوں کو دور دور کر دے ہماری اس زینت سے ہمارے لئے ویرانی ہی
اچھی ہے نہ ہمکو قصر و ایوان درکار ہیں نہ اچھا زمانہ نہ اس چین نہ فراغت و اطمینان ہمارے شہر بہت قریب قریب ہیں

(۳۱)

ہمکو جیتے نہیں معلوم ہوتے ہمکو تو وہ جنگل جیسے معلوم ہوتے ہیں جہاں درندے رہتے ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کی بھی عجیب حالت ہے کہ گرمی میں جاڑے کی درخواست کرتا ہے اور جب جاڑا آتا ہے تو اسکو ناپسند کرتا ہے اور گرمی چاہتا ہے لہذا وہ کسی حال میں بھی خوش نہیں رہتا نہ تنگی ہی سے خوش ہوتا ہے نہ بیحد خوش عیش سے پس عمارت ہو یہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے جب اسکو ہدایت پہنچتی ہے تو اسکو بھی ناپسند کرتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کی اس ناشکری کا منشا کون ہے معلوم ہوا کہ یہ حرکات نفس کے ہیں لہذا وہ قابل گردن زدنی ہے اسی بنا پر حق سبحانہ نے ایک جگہ قتل الانسان ما اکفرہ فرمایا اور دوسری جگہ اسکی اقتلوا انفسکم سے تفسیر فرمائی ہے نفس کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے خار سہ پہلو (گوکھرو) کہ اسے جس پہلو سے رکھو اسی پہلو سے چبھے گا اور تم اسکے زخم سے بچ نہیں سکتے اب تمہارا فرض ہے کہ اس خار کو آگ لگاؤ یعنی اسکے مقتضیات کو چھوڑو اور بہتر مصاحب (روح یا حق سبحانہ یا مرشد کامل) کو پکڑو غرض جب اہل سبا نے اپنی اس درخواست کو حد سے بڑھایا اور کہا کہ ہمکو وبا صبا سے اچھی معلوم ہوتی ہے تو نصیحت گروں (انبیاء) نے ان کو نصیحتیں کیں اور ان کو اس کفر و فسوق سے روکا مگر وہ ان کے خون کے پیاسے ہو گئے اور کفر و فسق حقیقی کا بیج بونے لگے بات یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کے سامنے کسی کی پیش نہیں چلتی آدمی کی نظر میں اشیاء برعکس دکھلائی دیتی ہیں دنیا نہایت فراخ ہے مگر اسے تنگ نظر آتی ہے اور حلوا کھاتے منہ دکھتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے حتیٰ کہ آنکھ کو سرمہ سی سفید چیز دکھلائی نہیں دیتی بلکہ خاک دکھلائی دیتی ہے۔

(۳۲)

شرح شبیری

آزمودی تو بسے آفات خویش ● یافتی صحت ازیں شاہان کیش

یعنی تمنے بہت سے اپنے امراض کو آزمالیا ہے اور ان شاہان دین سے صحت پائی ہے مطلب یہ کہ اپنے امراض باطنی کو بہت مرتبہ دیکھ چکے ہو اور معلوم کر چکے ہو اور پھر ان حضرات کی برکت ہی سے تمکو صحت حاصل ہوئی ہے

چند آں لنگی تو ہموار شد ● چند جانت بے غم و آزار شد

یعنی تیری کتنی ہی لنگیاں درست ہو چکی ہیں اور کتنی مرتبہ تیری جان بے غم و آزار ہو چکی ہے مطلب یہ کہ کتنی مرتبہ تمہیں ان حضرات کی برکت سے آزار سے چھٹکارا مل چکا ہے تو انکو ترک کرتا ہو اور دوسری جگہ جاتا ہو بڑے شرم کی بات ہے آگے ایک ترکیب بتاتے ہیں کہ۔

اے مغفل رشتہ بر پائے بند ● تا ز خود ہم گم نگردی اے لوند

یعنی اے غافل پاؤں میں ایک تاگا باندھ لے تاکہ اپنے سے بھی گم نہ ہو تو اسے کہ ایک شخص بیوقوف تھا وہ اپنے تن پر بہت سے تاگے باندھے رہتا تھا کہ کہیں کھو نہ جاوے ایک روز اس کے تاگے اس کے بھائی نے باندھ لئے تو کہتا کیا ہے کہ بھائی تم تو میں ہو گئے اور میں کہاں گیا تو مولانا اسی سے تشبیہ دیکر بطور تعریض فرماتے ہیں کہ یہاں تم جو ہو اور ان حضرات کے در کو ترک کرتے ہو تو تم اس شخص کی طرح تاگا باندھ لو تاکہ تم گم نہ ہو سکو اور اس در کو نہ چھوڑو۔

ناسپاسی و فراموشی تو ٭ یاد ناورد آں عسل نوشی تو ٭

یعنی تیری ناشکری اور تیری (احسان) فراموشی اس عسل نوشی کو یاد نہیں لائی مطلب یہ کہ تمکو جو حضرات اہل اللہ سے فیض ہوا تھا اسکو تم نے ناشکری کی وجہ سے فراموش کردیا۔ اور بھلا دیا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ۔

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد چوں دل اہل دل از تو خستہ شد

یعنی آخرکار وہ راہ (حق) تمپر بند ہوگئی جبکہ اہل دل کا قلب تم سے رنجیدہ ہوا یعنی جبکہ تم نے انکو بلا کسی ضرورت شرعی کے ترک کردیا تو ان کے قلب میں کدورت آگئی اور پھر ساری فیوض بند ہو گئے اور یہ مشاہدہ ہے برابر ایسا ہوتا ہے چونکہ اکثر ایسا ہو جاتا ہے تو اسکو سنکر کسیکو رنج ہوتا کہ بس اب تو کہیں ٹھکانہ ہی نہ رہا اسلئے آگے اسکا علاج فرماتے ہیں کہ اگر کبھی ایسا غلطی سے ہو جاوے تو یہ کرو کہ۔

زود شاں دریاب استغفار کن ہمچو ابرے گریہ ہائے زار کن

یعنی جلدی سے انکو پالو اور استغفار کرو اور مثل ابر کے خوب رو مطلب یہ کہ ان سے معاف کراؤ اور حق تعالیٰ کی درگاہ میں استغفار کرو اور رو اور زاری کرو پھر اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ۔

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد میوہائے پختہ بر تو وا کفد

یعنی تاکہ ان کا گلستان تیری طرف کھل جاوے اور پختہ میوے تجھ پر پھٹ پڑیں یعنی کثرت سے فیوض و برکات تم پر فائض ہوں۔

ہم بر آں در گرد و کم از سگ مباش با سگ کہف ار شدستی خواجہ تاش

یعنی اس در پر پھرا کرو اور کتے سے کم مت ہو سگ اصحاب کہف کے ساتھ اگر تو خواجہ تاش ہوا ہے یعنی اگر تو نیکوں کی صحبت میں رہا ہے اور اصحاب کہف کے کتے کی طرح نیکوں کی صحبت میں رہا ہے تو تو ان کتوں سے کم مت ہو یہاں سے عود ہے مضمون وفا کی طرف جسکو کہ اوپر بیان کیا تھا کہ کتے کے اندر وفا کی صفت بہت زیادہ ہوتی ہے حتی کہ اگر

کوئی اجنبی کتا آجاتا ہے تو دوسرے کتے اسکو کاٹتے ہیں کہ اول ہی جگہ جا اسی مضمون کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون سگان ہم مر سگان را ناصح اند　　　　که دل اندر خانه اول به بند

یعنی کہ جب کتے کتوں کیلئے ناصح ہیں کہ دل کو اول گھر کے ساتھ بند کرے اور کہتے ہیں کہ۔

از در اول که خوردی استخوان　　　　سخت گیر و حق گذاری را ممان

یعنی در اول کو جس سے کہ تو نے ہڈی کھائی ہے مضبوط پکڑ لے اور حق گذاری کو ترک مت کر۔

می گزندش کز ادب آنجا رود　　　　در مقام اولین مفلح شود

یعنی اُس اجنبی کو کاٹتے ہیں تاکہ ادب کی وجہ سے اُس جگہ سے چلا جاوے اور پہلی ہی جگہ سے مفلح ہو مطلب یہ کہ کتے اُس اجنبی کو اسلئے کاٹتے ہیں تاکہ اپنے پہلی ہی جگہ چلا جاوے۔

می گزندش کای سگ طاغی برو　　　　با ولی نعمتت باغی مشو

(۲۴)

یعنی وہ کتے اسکو کاٹتے ہیں کہ ارے باغی جا اور اپنے ولی نعمت کے ساتھ باغی مت ہو۔

بر همان در همچو حلقه بسته باش　　　　پاسبان و چابک و برجسته باش

یعنی اسی دروازہ پر حلقہ کی طرح بندھا رہ پاسبان اور چالاک اور برجستہ رہ۔

صورت نقض وفائی ما مباش　　　　بیوفائی را مکن بیهوده فاش

یعنی ہمارے نقض وفا کا نمونہ مت بن اور بیہودہ ہو کر بے وفائی کو ظاہر مت کر۔

مر سگان را چون وفا آمد شعار　　　　رو سگان را ننگ و بدنامی میار

یعنی کتوں کیلئے جب وفا شعار ہے تو جا اور کتوں کیلئے شرم اور بدنامی کو مت لا مطلب یہ کہ اسکو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کمبخت کتوں کا تو اصل شعار وفاداری ہے تو اول ہو گا جو کہ بے وفائی کریگا گویا کہ نمونہ بیوفائی بننا چاہتا ہے اور سب کو بیوفا مشہور کرنا چاہتا ہے ارے بھائی ایسا مت کر اسلئے کہ کتوں کیلئے یہ تو بڑی شرم کی بات ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بیوفائی چون سگان را عار بود　　　　بیوفائی چون روا داری نمود

یعنی جب کہ بیوفائی کتوں کیلئے عار ہے تو تو بے وفائی کرنے کو کسطرح جائز رکھتا ہے۔

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا ۔۔۔ گفت من اوفیٰ بعہد غیرنا

یعنی حق تعالیٰ نے وفا کی وجہ سے فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ عہد کو وفا کرنے والا ہم سے زیادہ کون ہے یعنی کوئی نہیں ہے قرآن شریف میں ہے ومن اوفیٰ بعہدہ من اللہ یعنی کہ اللہ سے زیادہ کون عہد کا پورا کرنے والا ہے تو دیکھو حق تعالیٰ نے وفاء عہد پر فخر فرمایا ہے تو اگر وفا کوئی ایسی شے نہیں ہے تو فخر کس بات پر ہے معلوم ہوا کہ وفاء عہد بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہمکو نصیب فرماوے اور توفیق دے اب یہاں شبہ ہوتا تھا کہ جب محسن سے بیوفائی بری ہے تو اگر ماں باپ مثلاً حکم شرک کریں تو ان کا کہا بھی مان لے اسکا جواب فرماتے ہیں کہ۔

بیوفائی داں وفا با رد حق ۔۔۔ بر حقوق حق ندارد کس سبق

یعنی مردود حق کے ساتھ وفا کرنا بیوفائی سمجھو اسلئے کہ حقوق حق پر تو کوئی سبقت نہیں رکھتا بلکہ حق تعالیٰ کا حق سب سے مقدم ہے لہذا سب کے حقوق پر اسکو مقدم رکھو۔

نور را ہم نور شو با نار نار ۔۔۔ جائے گل گل باش و جائے خار خار

۲۵

یعنی اور نیز نور کے ساتھ تو نور ہو اور نار کے ساتھ نار گل کی جگہ گل رہو اور خار کی بجائے خار رہو مطلب یہ کہ موافقین حق کیساتھ دوست رہو اور مخالفین کے مخالف۔

حق مادر بعد ازاں شد کاں کریم ۔۔۔ کرد او را از جنین تو غریم

یعنی حق مادر اسکے بعد ہوا ہے کہ اس کریم نے اسکو تیرے جنین سے ازدواج کیا۔

صورتے کردت درون جسم او ۔۔۔ داد در حملش ترا آرام و خو

یعنی جسم کے اندر تجھے ایک صورت عطا کی اور اسکے حمل میں تجھے آرام و عادات عطا کئے۔

ہمچو جزو متصل دید او ترا ۔۔۔ متصل را کرد تدبیرش جدا

یعنی اس نے تجھے ایک جزو متصل (ماں کا) دیکھا تو ان کی تدبیر نے متصل کو جدا کر دیا۔

حق ہزاراں صنعت و فن ساختست ۔۔۔ تا کہ مادر بر تو مہر انداختست

یعنی حق تعالیٰ نے ہزاروں حق کئے ہیں یہاں تک کہ ماں نے تجھ پر محبت ڈالی ہے۔

پس حق حق سابق از مادر بود　　ہر کہ آں حق را نداند خر بود

یعنی پس حق تعالیٰ کا حق ماں سے سابق ہے اور جو کوئی اس حق کو نہ جانے خر ہے

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر　　با پدر کردش قریں آں خود مگیر

یعنی جس نے کہ ماں کو پیدا کیا اور پستان کو اور دودھ کو اور باپ کے ساتھ ماں کو قریں کیا اس کو از خود مت فرض کر بلکہ یہ سب قدرت حق نے کیا ہے اور حق تعالیٰ ہی کے کرنے سے سب کچھ ہوا ہے چونکہ یہاں ضرورت حقوق کا ذکر کیا ہے اسلئے آگے مناجات فرماتے ہیں کہ۔

اے خداوند ای قدیم احسان تو　　آنکہ دانم وانکہ نے ہم آں تو

یعنی ای خدا اور اسے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے اور جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا سب آپ ہی کی ملک ہے۔

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن　　زانکہ حق من نمیگردد کہن

(۲۴۶)

یعنی آپنے فرمایا ہے کہ میرے حق کو یاد کرو اسلئے کہ میرا حق کبھی پرانا نہیں ہوتا کیونکہ اگر نعمتیں ختم ہو جاویں تو حق بھی پرانا ہو جاوے جب نعمتیں ہر وقت ہو رہی ہیں تو پھر حق کس طرح پرانا ہو سکتا ہے اور آپکا ارشاد ہے کہ۔

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح　　با شما از حفظ در کشتی نوح

یعنی اس مہربانی کو یاد کرو جو کہ میں نے اس صبح کو تمہارے ساتھ کشتی نوح میں حفاظت کی تھی۔

اصل و اجداد شما را آں زماں　　دادم از طوفان و از موجش اماں

یعنی تمہارے باپ دادوں کو اسوقت میں نے طوفان اور اسکی موج سے امن دیا تھا۔

آب آتش خو زمیں بگرفتہ بود　　موج او مر اوج کہ را می ربود

یعنی اس پانی مہلک نے زمین کو احاطہ کر رکھا تھا اور اسکی موج پہاڑ کی بلندی سے گذر گئی تھی۔

حفظ کردم من نکردم رد تاں　　در وجود جد جد جدتاں

یعنی تمہاری میں نے حفاظت کی اور تمکو تمہارے جد جد الجد کے وجود میں رونہیں کیا مطلب یہ کہ دیکھو اسوقت اگر سبکو ہلاک کیا جاتا تو تم کہاں سے پیدا ہوتے اسوقت سے تمہاری بنیاد ڈالی گئی ہے جب تم اسوقت موجود ہوئے ہو۔

چون شدی تو پشت پایت چون زنم — کارگاه خویش چون ضایع کنم

یعنی جبکہ تو موجود ہوگیا تو میں اب تیری پشت پا کس طرح ماروں گا اور اپنی کارگاہ کو کس طرح ضایع کردونگا مطلب یہ کہ جب تیرے لئے اسقدر تمہید کی اور تجھے وجود میں لایا تو بھلا اب ضایع کردونگا ہرگز نہیں۔

چون فدای بیوفایان می شوی — از گمان بد بدان جا می روی

یعنی کس طرح بے وفائیوں پر فدا ہو رہا ہے اور گمان بد کی وجہ سے اس جگہ جاتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں نے تجھے بنایا ہے اور تجھے غارت نکرونگا تو مجھے اور میرے در کو چھوڑ کر اور طرف کیوں متوجہ ہوتا ہے اور مجھپر گمان بد لیجاتا ہے کہ میں تجھے بھول جاؤنگا اور چھوڑ دونگا ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

من ز سهو و بیوفائی ها بری — سوی من آئی گمان بد بری

(۴۷)

یعنی میں تو سہو اور بیوفائی سے بری ہوں تو میری طرف آ کر کیا گمان بد کرتا ہے۔

این گمان بد بر آنجا بر که تو — می شوی در پیش همچون خود دو تو

یعنی یہ گمان بد اس جگہ لیجا کہ تو اپنے جیسے کے سامنے دوہرا ہوتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جنکو کہ تو نے مقصود اور مطلوب بنا رکھا ہے ان پر بدگمانی کر کہ وہ شاید تجھے چھوڑ دیں مگر میں تو تجھے چھوڑنیوالا نہیں ہوں پھر میرے ساتھ بدگمانی کرکے اور طرف کیوں جاتا ہے۔

بس گرفتی یار و همراهان زفت — گر ترا پرسم که کو گوئی که رفت

یعنی تو نے بہت سے یار اور ہمراہ مضبوط بنائے اگر میں تجھسے دریافت کروں کہ کہاں ہیں تو تو کہیگا کہ چلے گئے یعنی کہ مر گئے اور چونکہ یار دو ہی طرح کے ہوتے ہیں برے اور بھلے۔ لہذا

یار نیکت رفت بر چرخ برین — یار فسقت ماند در قعر زمین

یعنی تیرا یار نیک تو چرخ برین پر چلا گیا اور تیرا برا دوست قعر زمین میں چلا گیا۔

تو بماندی در میانه آنچنان — بیمدد چون آتشی در کاروان

یعنی تو درمیان میں اسی طرح بے مدد رہ گیا جیسے کہ آگ قافلہ میں (بعد انکے چلے جانے کے بے مدد اور بے یار و مددگار رہ جاتی ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دامن او گیر اے یار دلیر کو منزہ باشد از بالا و زیر

یعنی اے یار دلیر اس کا دامن پکڑ جو کہ بالا و زیر سے منزہ ہو۔

نے چو عیسیٰ سوئے گردوں بر شود نے چو قاروں در زمیں اندر رود

یعنی وہ نہ تو عیسےٰ کی طرح آسمان پر جاوے اور نہ قاروں کی طرح زمین کے اندر جاوے بلکہ۔

با تو باشد در مکان و لامکاں چوں بمانی از سرا و از دوکاں

یعنی وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان سب میں رہے جبکہ تو گھر اور دوکان سے رہ جاوے یعنی جبکہ ان سب سے علیحدگی ہو تب اور جب ان میں رہو تب ہر وقت وہ ساتھ ہے وہ تمہیں چھوڑ کر کہیں نہ جاوے ایسا دوست بناؤ۔

او بر آرد از کدورتہا صفا مر جفاہائے ترا گیرد وفا

یعنی وہ کدورتوں میں سے صفا پیدا کرے اور تیری جفاؤں کو وفا بنا دے بقول اسے یبدل اللہ سیاٰتہم حسنات ملکات سیئہ کو ملکات حسنہ سے بدل دیگا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ سیئات کو حسنات تو نہیں کرتے بلکہ وہ تو سزا دیتے ہیں لہذا اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں کہ۔

چوں جفا آری فرستد گوشمال تا ز نقصان وا روی سوئے کمال

یعنی جبکہ تو جفا کرے تو وہ گوشمال بھیجے تاکہ نقصان سے چھوٹ کر تو کمال کی طرف جاوے مطلب یہ کہ کوئی سزا ایسی مقرر فرما دیتے ہیں مثلاً قبض وغیرہ کہ اس سے تنبیہ ہو کر پھر متوجہ بحق ہو جاتے ہو آگے خود اسی کو فرماتے ہیں۔

چوں تو وردے ترک کردی در روش بر تو قبضے آید از رنج و تپش

یعنی جبکہ تو نے کوئی ورد سلوک میں ترک کر دیا تو تجھ پر ایک قبض رنج و تپش سے آیا ہے مطلب یہ کہ اگر کبھی کوئی ورد ناغہ ہو جاتا ہے تو اس سے ایک قسم کا رنج ایسا مسلط ہوتا ہے کہ پھر یاد رہتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا اور یہ بات روز کی مشاہدہ سے معلوم ہے اور قبض کی وجوہ مختلف ہیں کبھی تو سوء مزاج سے ہوتا ہے اور کبھی ضعف سے اور کبھی کسی وارد قوی سے اور کبھی [illegible] یہاں سے تو جو عصیان سے ہو وہ تو ترقی کو مانع ہے اور باقی اور جو ہیں وہ مانع نہیں ہیں

اور حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ معاصی کے بعد جو اپنے قلب کو مکدر نہیں پاتے تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا ظرف استعداد وسیع ہے کہ اسمیں یہ معصیت اثر نہیں کرتی۔ تو یاد رکھو کہ یہ سخت غلطی ہے اگر بعد معصیت قلب میں تکدر نہیں ہے تو سمجھو کہ نسبت عن الحق حاصل نہیں ہے بلکہ جو نسبت ہے وہ شیطانی ہے ایسے شخص کو سر پکڑ کر رونا چاہیئے کہ بڑی بدبختی ہے اور یہ قبض اسلئے ہوتا ہے کہ

آں ادب کردن بود یعنی مکن ہیچ تحویلے ازاں عہد کہن

یعنی یہ ادب کرنا ہے یعنی (پھر) مت کرنا کوئی تبدیلی اس عہد کہنہ سے بات یہ ہے کہ ایک تو عہد قولی ہوتا ہے اور ایک عہد عملی ہوتا ہے تو اس شخص نے جو اتنے روز تک ایک کام کیا تو اس سے ایک عہد عملاً حق تعالیٰ کے ساتھ کرلیا ہے۔ لہذا اس قبض سے یہ ادب بنانا مقصود ہوتا ہے کہ دیکھو پھر کبھی ایسا مت کرنا کہ اسکو ترک کرو۔

پیش ازاں کیں قبض زنجیری شود ایںکہ دلگیرست پاگیرے شود

یعنی اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر ہو جاوے اور یہ کہ دلگیر ہے پاگیر ہو جاوے۔

رنج معقولت شود محسوس فاش تا نگیری ایں اشارت را بلاش

(۲۹)

یعنی تیرا رنج معقول محسوس اور فاش ہو جاوے ہرگز اس اشارہ کو لاشے مت سمجھنا۔ لاش مخفف لاشے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس قبض کے وارد ہونیکے بعد توبہ وغیرہ کرکے متوجہ نہ ہوگے تو کبھی تو اس سے دلتنگی ہوتی ہے پھر یہی دل تنگی قبض مرتبہ محسوس پہنچاتی ہے اور عذاب دنیاوی کا سبب ہو جاتی ہے لہذا اس سے پہلے کہ یہ سبب کسی عذاب کا بنے اسکو لاشے مت خیال کرو بلکہ اس سے عبرت حاصل کرو۔

در معاصی قبضہا دلگیر شد قبضہا بعد از اجل زنجیر شد

یعنی معاصی میں قبض دلگیر ہوا اور وہی قبض بعد اجل کے زنجیر ہو گیا یعنی معاصی کی وجہ سے جو قبض ہوا ہے وہ اسوقت تو دلگیر ہے مگر موت کے بعد وہی سبب عقوبت اخروی کا ہو جاتا ہے اسلئے کہ معاصی پر عقوبت آخرت تو یقینی ہے مگر بعض مرتبہ عقوبت دنیا بھی مرتب ہو جاتی ہے لہذا اس سے غافل نہ ہونا چاہیئے اسلئے کہ ارشاد ہے

نعطہ من اعرض ہنا عن ذکرنا عیشۃ ضنکا و نحشر بالعمے

یعنی جس نے کہ یہاں (دنیا میں) ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اسکو عیش تنگ دیتے ہیں اور اسکا حشر اندھا کرکے کرتے ہیں اسکے آگے ایک مثال ہے کہ۔

دزد چوں مال کساں را مے برد — قبض و دل تنگی دلش را مے خلد

یعنی چور جب لوگوں کا مال لیجاتا ہے تو قبض و دل تنگی اسکے دل میں چبھتی ہے اسلئے کہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی برا کام کوئی کرتا ہے تو انہیں ایک عجیب حالت ہوتی ہے اور ضرور ایک دل تنگی محسوس ہوتی ہے۔

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست — قبض آں مظلوم کز شرت گریست

یعنی وہ کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ یہ قبض کیسا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اُس مظلوم کا قبض ہے جو کہ تیری شر کی وجہ سے رویا ہے

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند — باد اصرار آتشش را دم کند

یعنی جبکہ اس قبض کی طرف التفات کم کرتا ہے تو اصرار کی ہوا اُسکی آگ کو اور بھڑکاتی ہے یعنی اول تو دل میں کچھ اوپرا معلوم ہوا تھا اب وہ بات بھی نہیں رہی بلکہ عادت ہوگئی اب یہ نتیجہ ہوا کہ عقوبت دنیا اُسپر مسلط ہوگئی اور ہوا

قبض دل قبض عوان شد لاجرم — گشت محسوس آں معانی زد علم

(۳۰)

یعنی وہ قبض دل قبض پولیس ہوگیا آخر کار اور وہ معانی محسوس ہوگئے اور خوب مشہور ہوگئے لہذا اسی طرح معصیت سے اول بار تو دل تنگی ہوتی ہے مگر جب اسطرف التفات نہیں ہوتا تو پھر مساوات ہو جاتی ہے اور عقوبت مسلط ہو جاتی ہے لہذا اول ہی سے خیال کرکے توبہ و استغفار سے اسکا دفعیہ ضروری ہے۔

قبضہا زنداں شد است و چار میخ — قبض بیخ است و بر آرد شاخ بیخ

یعنی قبض قید ہیں اور عقوبت ہیں اور قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ نکالا ہی کرتی ہے لہذا اس سے بھی ثمرات مرتب ہونگے

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار — قبض و بسط اندروں بیخے شمار

یعنی جڑ پوشیدہ تھی اب ظاہر ہوگئی اور قلب کے قبض و بسط کو ایک جڑ سمجھو کہ اُس سے اور ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔

چونکہ بیخش بد بود زودش بکن — تا نروید زشت خارے در چمن

یعنی جب قلب میں بیج بری ہو تو اسکو جلدی اوکھاڑ دو تاکہ چمن قلب میں ایک زشت خار نہ اگ آوے مطلب یہ کہ اگر قبض معصیت کی وجہ سے ہوا ہے تو اس سے بہت جلد توبہ کرلو کہ یہ بہت برا ہے اور علامت اسکی یہ ہے کہ اگر قبض میں میلان الی المعصیت ہے تو سمجھو کہ یہ معصیت کی وجہ سے ہے ورنہ اگر میلان طاعت کی طرف ہے تو وہ محمود ہے اور جب

ترقی درجات کا ہے۔

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن　　زانکہ سرہا جملہ می روید زبن

یعنی تو نے قبض دیکھا تو اُس کا علاج کر اسلئے کہ شاخیں سب جڑ ہی سے پیدا ہوتی ہیں تو یہ میلان الی المعصیۃ جو قبض کی وجہ ہے ایک دن مفضی الی المعصیۃ ہو جاویگا لہٰذا اس قبض کا بہت جلد علاج کرنا ضروری ہے۔

بسط دیدی بسط خود را آب دہ　　چوں برآید میوہ با اصحاب دہ

یعنی جبکہ بسط دیکھو تو اسکو پانی دو اور جب میوہ نکلے تو اور اصحاب کو بھی دو یعنی اور لوگوں کو بھی فائدہ پہونچاؤ بلکہ بیضاوی نے تو ومما رزقناهم ینفقون کی تفسیر میں کہا ہے کہ ومن انوار الله یفیضون تو یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ میں داخل ہے جیسا کہ معلوم ہوا آگے اُسی قصۂ اہل سبا کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔

باز گردد قصۂ اہل سبا　　باز گوتا باز گویم مرحبا

یعنی پھر واپس ہو اور اہل سبا کا قصہ کہو تاکہ میں تمکو مرحبا کہوں یعنی میں تمکو شاباش کہوں کہ کیا خوب بیان کیا لہٰذا اول اسکو بیان کردو آگے اُس قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

(۳۱)

اہل سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہل صبا بودند خام　　کارشاں کفران نعمت با کرام

یعنی وہ سبا جو کہ بچپن والوں میں سے خام تھے اُن کا کام کرام کے ساتھ کفران نعمت تھا مطلب یہ کہ اہل سبا نادان تھے اور دین میں پختہ نہ تھے اور اُنکا کام یہ تھا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی کفران نعمت کیا کرتے تھے آگے اس کفران کو بتاتے ہیں کہ۔

باشد آں کفران نعمت در مثال　　کہ کنی با محسن خود تو جدال

یعنی مثال میں یہی کفران نعمت ہی ہے کہ اپنے محسن کے ساتھ لڑائی کرنے لگو اس طرح کہ

کہ نمی باید مرا ایں نیکوئی　　من برنجم زیں چہ رنجہ می شوی

یعنی (یوں کہو) کہ مجھے آپکے احسان کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے اس (احسان) سے تکلیف ہوتی ہے لہذا تم کیوں رنج اٹھاتے ہو مطلب یہ کہ اگر تم اپنے محسن سے کہنے لگو کہ جناب مجھے آپ کے احسان کی ضرورت نہیں ہے آپکے احسان سے مجھے کلفت ہوتی ہے تو دیکھو یہ کفران نعمت ہے یا نہیں ہے یا یوں کہو کہ۔

لطف کن ایں نیکوئی را دور کن من نخواہم چشم زودم کور کن

یعنی مہربانی کرکے اس احسان کو دور کر دیجئے اور میں آنکھ نہیں چاہتا مجھے جلدی اندھا کردو مطلب یہ کہ اس محسن سے کہنا شروع کرو کہ جناب آپکی مہربانی ہوگی اگر آپ مجھپر احسان نکریں مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو ایسی مثال ہوگئی کہ جیسے کہ کوئی کہے کہ مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں ہے مجھے تو اندھا ہی کردو اسی طرح اسکی تمنا کرنا ہے کہ مجھپر احسان مت کرو آگے اسپر قول اہل سبا کو متفرع فرماتے ہیں کہ۔

پس سبا گفتند باعد بیننا شیننا خیر لنا خذ زیننا (۳۴۲)

پس اہل سبا نے کہا کہ اے اللہ ہمارے آپس کے درمیان میں دوری فرما دیجئے اسلئے کہ ہماری نحوست بہتر ہے یہ اپنی زینت لے لیجئے نعوذ باللہ مطلب یہ کہ چونکہ اہل سبا جو کہ ملک یمن میں ہے اسقدر مالدار تھے کہ جسکی کوئی انتہا ہی نہیں ان پر حق تعالی کا بیحد انعام تھا یہ حالت تھی کہ ان کی بستیاں اسقدر قریب قریب تھیں کہ اگر صبح کو چلو تو دوپہر کو آرام لے لو اور اگر دوپہر کو ایک جگہ سے چلو تو عصر کے وقت بستی موجود ہے علی ہذا غرضکہ انکو کلفت نہوتی تھی پھر راستوں میں یا سڑکوں کے دونوں طرف درخت میوہ دار خود رو لگے ہوئے تھے کہ کہیں دھوپ کا نام نہ تھا کوسوں چلے جاؤ اور جیسے گھر میں ہیں پھر جابجا نہریں جاری سبحان اللہ کیا ملک تھا ان نالائقوں کو مستی ہوئی بھی دعا کی کہ اے اللہ ان سفروں میں تو مزا نہیں آتا اسلئے کہ سفر معلوم ہی نہیں ہوتا مزا تو یہ ہے کہ کچھ امیر ہیں کچھ غریب ہیں سفر میں جا رہے ہیں مشکیزوں میں پانی ہے خرچیاں توشہ سے بھری ہیں کوسوں تک نہ پانی ملتا ہے نہ کچھ امراء غربا کو بانٹ رہے ہیں تفصیل ہے اس طرح تو لطف سفر بھی ہے ورنہ اب کیا ہے یہاں سے وہاں اور وہاں سے اور آگئے گویا کہ گھر سے نکلے ہی نہیں لہذا دعا دوری سفر کی کی غیرت حق جوش میں آئی ان نالائقوں کو ہلاک کر دیا کہ جاؤ کمبختو جیسا تمنے ہماری نعمتوں کی ناشکری کی اور ان کا زوال چاہا تو زوال بھی ایسا ہو کہ پھر مل ہی نہ سکیں نعوذ باللہ اور یاد رکھو کہ آجکل کے لکھے پڑھے لوگ اور عوام بھی اسمیں مبتلا ہیں یعنی کفران نعمت حق کا اہل سبا کی طرح کرتے ہیں مثلاً جاڑے کے روزے ہیں کہتے ہیں کہ میاں انمیں کیا مزہ ہے معلوم بھی نہیں ہوتا گرمیوں میں مزہ ہے عصر سے شربت بن رہا ہے منہ سوکھ رہے ہیں اذان کے منتظر ہیں یاد رکھو کہ ایسا کہنا نعمت کی سخت ناشکری ہے اور اسی طرح غور کرنے سے بہت سی باتیں نکل سکتی ہیں خدا سے ڈرو اور توبہ کرو اور ایسے کلمات سے زبان کو روکو کہ مبادا غیرت حق جوش میں آکر انتقام نہ لے اللہم احفظنا غرض کہ انہوں نے یہ دعا کی اور یہ کہا کہ

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ نے زمان خوب نے امن و فراغ

یعنی ہم یہ محل اور باغ نہیں چاہتے اور نہ یہ زمانہ امن و فراغ۔

شہرہا نزدیک ہمدیگر بدست آں بیابانست خوش کانجا ددست

یعنی دوسرے شہر نزدیک ہیں یہ بھی برا ہے وہ جنگل ٹھیک ہیں جہاں درندہ ہوں غرضکہ ایسی ایسی دعائیں کیں جسکی وجہ سے غارت ہوئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

یطلب الانسان فی الصیف الشتا فاذا جاء الشتا انکرا

یعنی انسان گرمی میں تو جاڑے کو مانگتا ہے اور جب جاڑا آیا تو اسکو برا سمجھتا ہے۔

فھو لا یرضی بحال ابدا لا بضیق لا بعیش رغدا

یعنی بس کبھی کسی حال پر راضی نہیں ہوتا نہ تو تنگی میں اور نہ عیش خوشگوار میں۔

قتل الانسان ما اکفرہ کلما نال الھدی انکرہ

یعنی انسان مارا جاوے کیسا ناشکرا ہے کہ جب ہدایت پہونچتی ہے اسکو برا سمجھتا ہے مطلب یہ کہ کسی حال میں حضرت انسان راضی نہیں ہے اگر آرام سے ہیں تو مصیبت کے طالب اور اگر مصیبت میں ہیں تو آرام کو خواہاں

نفس زینسانست زاں شد کشتنی اقتلوا انفسکم گفت آں سنی

یعنی نفس ایسا ہی ہے اسلئے وہ لائق کشتن ہے اور اس بزرگ نے اقتلوا انفسکم فرمایا ہے۔ اقتلوا انفسکم اگرچہ بنی اسرائیل کو ارشاد ہے مگر چونکہ علت یعنی طغیان و سرکشی ہم میں اور ان میں دونوں میں یکساں ہے لہذا حکم کے عموم میں ہم بھی داخل ہو گئے لہذا چاہئے کہ اس نفس کی مخالفت کرکے اسکو قتل کرنا چاہئے آگے نفس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

خار سہ پہلوست ہر سو کش نہی در خلد وز زخم او تو کے رہی

یعنی یہ نفس تکونہ کانٹا ہے تم اسکو جس طرف رکھوگے چبھ جاویگا تو اسکے زخم سے [illegible] سے تو چھٹکارا ہو ہی نہیں سکتا۔ اب چونکہ بعض لوگ بے فکر ہو جاتے ہیں کہ جب [illegible]

ملامت بھی نہیں لہذا آگے اس سے چھوٹنے کی تدبیر فرماتے ہیں کہ

آتش ترک ہوا در خار کن　　　دست اندر یار نیکو کار کن

یعنی اس کانٹے میں ترک ہوا کی آگ لگادو اور یار نیکوکار میں ہاتھ مارو مطلب یہ کہ اس کانٹے کو اگر پاس رکھو گے تو ضرور چبھے گا لہذا ترکیب یہ ہے کہ اسمیں آگ لگادو بس اسکا قصہ ہی ختم ہوا اور اس نفس کیلئے آتش ترک ہوا مناسب ہے لذات اور خواہشات کو اسکے پورا نکرو اس کے بعد انشاء اللہ یہ سرکشی نہ کریگا اور پھر حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرلو اور آرام سے رہو آگے پھر اہل سبا کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں ز حد بردند اصحاب سبا　　　کہ بہ پیش ما وبا بہ از صبا

یعنی جبکہ اہل سبا کفران نعمت کو حد سے زیادہ لیگئے (اور کہا) کہ ہمارے آگے تو وبا صبا سے بہتر ہے مطلب وہی کہ نعمتوں سے بیماریاں مصیبتیں بہتر ہیں نعوذ باللہ۔

ناصحان شان در نصیحت آمدند　　　از فسوق و کفر مانع می شدند

یعنی ناصحین انکو نصیحت کرتے تھے اور فسوق اور کفر سے مانع ہوتے تھے۔ اور ان باتوں سے منع کرتے تھے تو اس نصیحت کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ

قصد خون ناصحان می داشتند　　　تخم فسق و کافری می کاشتند

یعنی ناصحین کے قتل کا قصد رکھتے تھے اور فسق و کافری کا بیج بوتے تھے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں　　　از قضا حلوا شود رنج دہاں

یعنی جبکہ قضا آتی ہے تو یہ جہاں تنگ ہوجاتا ہے اور قضا سے حلوا تکلیف دہ ہوجاتا ہے

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا　　　تحجب الابصار اذ جاء القضا

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان وسیع تنگ ہوجاتا ہے اور آنکھیں بند ہوجاتی ہیں جبکہ قضا آتی ہے اس حدیث کو جامع صغیر میں علامہ سیوطی نے مرفوعاً بسند ضعیف با لفاظ ذیل نقل کیا ہے اذا اراد اللہ انفاذ قضائہ وقدرہ سلب ذوی العقول عقولھم حتی ینفذ فیھم قضاؤہ وقدرہ فاذا قضی امرہ ردّ الیھم عقولھم ووقعت الندامۃ یعنی جبکہ حق تعالیٰ اپنے

قضا اور حکم کو جاری فرمانا چاہتے ہیں تو ذوی العقول کی عقلیں سلب ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ ان میں وہ حکم نافذ ہو جاتا ہے اور جب نافذ ہو چکتا ہے تو ان کی عقول واپس ہو جاتی ہیں اور کچھ ندامت ہوتی ہے ۔

چشم بستہ می شود وقت قضا   تا نہ بیند چشم کحل چشم را

یعنی قضا کے وقت آنکھ بند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ آنکھ کو سرمہ چشم بھی دکھائی نہیں دیتا اور اسپر وہ قضا جاری ہو جاتی ہے پس اسکا علاج یہ ہے کہ اس قضا کے اسباب پر نظر نہ کرے بلکہ خود اس قضا والے کے پاس جا کھڑا ہو ۔ اور بالکہ اہونا دعا کرنا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے لا یرد القضاء الا الدعاء جسکے معنی یہی ہیں کہ اگر قضا معلق ہے تب تو رد ہی ہو جاتی ہے اور اگر مبرم بھی ہو تو اسکے ضرر سے انسان محفوظ رہتا ہے لہذا چاہیے کہ جب کوئی مصیبت ہو تو بس حضرت حق کے آگے رووے اور دعا کرے آگے خود مولانا اس مضمون کو بمثال میں فرماتے ہیں کہ ۔

شرح حبیبی

(۴)

لیک آں فارس بجا انگیزید گرد	آں غبارت زاں سوارت دور کرد
سوئے فارس رو مرو سوئے غبار	ورنہ بر تو کوبد آں منکر سوار
گفت حق آں را کہ ایں گرگش بخورد	دید گرد گرگ چوں زاری نکرد
او نمیدانست گرد گرگ را	با چنیں دانش چرا کرد او چرا
گوسفنداں بوئے گرگ با گزند	می بدانند و بہر سو می خزند
مغز حیوانات بوئے شیر را	می بداند ترک میگوید چرا
بوئے شیر خشم دیدی باز گرد	با مناجات و حذر انباز گرد

ور نگشتندی آن گروه از گرد گرگ
گرگ محنت بعد گرد آمد سترگ

بر دریدی آن گوسفندان را بخشم
که ز چوپان خرد بستند چشم

چند چوپانشان بخواند و نامدند
خاک غم در چشم چوپان میزدند

که برو ما خود ز تو چوپان تریم
چون تبع گردیم هر یک سروریم

طعمهٔ گرگیم و آن یار سنی
هیزم ناریم و آن عار سنی

حمیتی بد جاهلیت در دماغ
بانگ شومی در دمن شان کرد زاغ

بهر مظلومان همی کندند چاه
در چه افتادند و می گفتند آه

پوستین یوسفان بشکافتند
آنچه می کردند یک یک یافتند

کیست آن یوسف دل حق جوی تو
چون اسیری بسته اندر کوی تو

جبرئیلی را بر استون بسته
پر و بالش را بصد جا خسته

پیش او گوساله بریان آوری
گه کشی او را بکهدان آوری

که بخور اینست ما را لوت و پوت
نیست او را جز لقاء الله قوت

زین شکنجه و امتحان آن مبتلا
می کند از تو شکایت با خدا

کلے خدا افغان ازین گرگ کہن — گویدش تنگ وقت آمد صبر کن

داد تو وا خواہم از ہر بے خبر — داد کہ دہد جز خدائے داد گر

او ہمی گوید کہ صبرم شد فنا — در فراق روئے تو یا ربنا

احمدم وا ماندہ در دست یہود — صالحم افتادہ در حبس ثمود

اے سعادت بخش جان انبیائ — یا بکش یا باز خوانم یا بیا

با فراقت کافران را تاب نیست — این فراق اندر خور اصحاب نیست

کافران گویند در وقت عذاب — ہر یکے یا لیتنی کنت تراب

حال او این ست کو خود زان سوست — چون بود بی تو کسے کان تو است

حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ — لیک بشنو صبر آور صبر بہ

صبح نزدیک ست خامش دم مزن — کاندر آمد وقت بیرون آمدن

نک بلا شان می رسد تو کم خروش — من ہمی کوشم پئے تو تو مکوش

کوشش من بہ کہ کوششہائے تو — دارو ئے تلخم بہ از حلوائے تو

ہین تحمل کن برو خاموش شو — کمترک جنبان زبان گوش شو

حیلت و مکر و دغا بازیش دان | هرچه از یارت جدا اندازد آن
شد ز حیله این باز گرد ای یار گرد | روستائی خواجه را بین خانه برد
قصهٔ اهل سبا یک گوشه نه | وان بگو که خواجه چون آمد بده
روستائی در تملق شیوه کرد | تا که حزم خواجه را کالیوه کرد
از پیام اندر پیام او خیره شد | تا زلال حزم او را تیره شد
هم ازینجا کودکانش در پسند | نرتع و نلعب بشادی میزدند
همچو یوسف کش ز تقدیر عجیب | نرتع و نلعب ببرد از ظل رب
آن نه بازی بلکه جان بازیست آن | حیله و مکر و دغا سازیست آن
هرچه از یارت جدا اندازد آن | مشنو آنرا کان زیان دارد زیان
گر بود آن سود صد در صد مگیر | بهر زر مگسل ز گنجور ای فقیر
این شنو که چند یزدان زجر کرد | گفت اصحاب نبی را گرم و سرد
زانکه بر بانگ دهل در سال تنگ | جمعه را کردند باطل بی درنگ
تا نباید دیگران ارزان خرند | زان جلب صرفه ز ما ایشان برند

ماند پیغمبر بخلوت در نماز | با دو سه درویش ثابت بر نیاز

گفت طبل و لهو و بازرگانیی | چون ترا ببرید از ربانیی

قد فضضتم نحو قمح هائما | ثم خلیتم نبیا قائما

بهر گندم تخم باطل کاشتند | وان رسول حق را بگذاشتند

صحبت او خیر من لهوست و مال | بین کرا بگذاشتی چشمی بمال

خود نشد حرص شما را این یقین | که منم رزاق خیر الرازقین

آنکه گندم را ز خود روزی دهد | کی توکلهاترا ضایع نهد (۷)

از پی گندم جدا گشتی از آن | که فرستادست گندم زآسمان

کمتر از بط نیستی آخر در آب | کو دهد مر باز داعی را جواب

باز گوید بط را از آب خیز | تا ببینی دشتها را قند ریز

بط عاقل گویدش کای باز دور | آب ما را حصن امن است و سرور

دیو چون باز آمد ای بطان شتاب | هین به بیرون کم روید از حصن آب

باز را گویید رو رو باز گرد | از سر ما دست دار ای پای مرد

تا بری از دعوتت دعوت ترا
ما نخوریم ایندم تو کافرا

حصن ما را قند و قندستان ترا
من نخواهم هدیت لطفان ترا

چونکه جاں باشد نیابد قوت کم
چونکه لشکر هست کم ناید علم

خواجهٔ حازم بسے عذر آورید
بس بهانه کرد با دیو مرید

گفت ایندم کارها دارم مهم
گر بیایم آں نگردد منتظم

شاه کارے نازکم فرموده است
ز انتظارم شاه شب نغنوده است

من نیارم ترک امر شاه کرد
من نتانم شد بر شه روئے زرد

هر صباح و هر مسا سرهنگ خاص
میرسد از من همی جوید مناص

تو روا داری که آیم سوئے ده
تا بر ابرو افگند سلطان گره

بعد ازاں درمان خشمش چوں کنم
زنده خود را زیں مگر مدفوں کنم

زیں نمط او صد بهانه باز گفت
حیلها با حکم حق نفتاد جفت

گر شود ذرات عالم حیله پیچ
با قضائے آسماں هیچند هیچ

چوں گریزد ایں زمین از آسماں
چوں کند او خویش را ازوے نهاں

هر چه آید ز آسمان سوئے زمیں — نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں

آتش از خورشید می بارد برو — او بہ پیش آتشش بنہادہ رو

ور ہمی طوفاں کند باراں براو — شہرہا را می کند ویراں براو

او شدہ تسلیم او ایوب وار — کہ اسیرم ہر چہ می خواہی بیار

اے کہ جزو ایں زمینی سرمکش — چونکہ بینی حکم یزداں درمکش

چوں خلقناکم شنیدی من تراب — خاک باشی جست از وے رومتاب

بیں کہ اندر خاک تخمے کاشتم — گرد خاکی و منش افراشتم

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر — تا کنم بر جملہ میرانت امیر

(۹)

آب از بالا بہ پستی در شود — زانکہ از پستی بہ بالا می رود

گندم از بالا بزیر خاک شد — بعد ازاں آں خوشہ و چالاک شد

دانۂ ہر میوہ آمد در زمیں — بعد ازاں سرہا بر آورد از دفیں

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک — زیر آمد شد غذائے جانِ پاک

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر — گشت جزو آدمی حے دلیر

پس صفاتِ آدمی شد آں جماد — بر فراز عرش پراں گشت شاد

کز جہان زندہ اول آمدیم — باز از پستی سوئے بالا رویم

جملہ اجزا در تحرک در سکون — ناطقان کانا الیہ راجعون

ذکر و تسبیحاتِ اجزائے نہاں — غلغلے افگند اندر آسماں

چوں قضا آہنگ نیرنجات کرد — روستائی شہرے را مات کرد

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد — زاں سفر در معرض آفات شد

اعتمادش بر ثبات خویش بود — گرچہ کہ بد نیم سیلش در ربود

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر — عاقلاں گردند جملہ کور و کر

ماہیاں افتند از دریا بروں — دام گیرد مرغ پرّاں را زبوں

تا پری و دیو در شیشہ بود — بلکہ ہاروتے ببابل در رود

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت — خون او را ہیچ ترییبے نریخت

غیر آنکہ در گریزی در قضا — ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا

(۱۰)

اور ہمکو معلوم ہوا ہے کہ اذا جاء القضاء عمی البصر اسکی وجہ سنو بات یہ ہے کہ جسطرح سوار اس گرد میں چھپ جاتا ہے [illegible] اسکے گھوڑے کی ٹاپوں سے اڑتی ہے یوں ہی حق سبحانہ اپنے تصرفات کے پردہ میں محجوب ہیں دیکھنے والے کی نظراں [illegible]

اور اسباب ظاہرہ تک محدود ہوتی ہے اسلئے متصرف حقیقی تک نہیں پہنچتی آگے قضا سے بچنے کی تدبیر ارشاد فرماتے
ہیں وہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں شہسوار سے پناہ (شہسوار سے مقصود متصرف حقیقی) چاہئے اور غبار میں الجھ کر نہ رہ جانا چاہئے کیونکہ غبار
فی نفسہ کوئی چیز نہیں وہ محض سوار کے تابع ہے پس اگر کوئی چیز پناہ دے سکتی ہے تو وہ سوار ہے لہذا اُسی سے التجا کرنی
چاہئے یعنی متصرف حقیقی حق سبحانہ ہیں اور اسباب ظاہرہ اسکے قبضہ میں ہیں پس تم کو حق سبحانہ سے پناہ لینی چاہئے
اور اسباب میں نہ اُلجھنا چاہئے اگر تم ایسا نہ کروگے تو انکی تحقیق یہ ہے کہ تم کو کچل ڈالنے کی اور تم قضائے الٰہی کا شکار ہو جاؤگے
جب کوئی اپنی حماقت سے قضائے الٰہی کا شکار ہو جاتا ہے جو مثل بھیڑیئے کے ہے تو حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اس احمق
نے جب اس بھیڑیئے کی گرد یعنی آثار قضا کو دیکھا تھا تو اس نے تضرع کیوں نہ کیا اور ہماری جناب میں کیوں نہ گڑگڑایا
کہ ہم اگر مصلحت سمجھتے تو اسکو خود اس قضا ہی سے بچا لیتے ورنہ اسکے مضرات سے محفوظ رکھتے کیا اس بھیڑیئے کی گرد سے
معلوم نہ تھی اور آثار قضا کو اس نے دیکھا نہ تھا ضرور دیکھا تھا پھر باوجود علم کے وہ بدستور کیوں چرنے میں مشغول اور لذائذ
و تنعمات وغیرہ میں منہمک رہا یہ تو بھیڑیوں اور دیگر حیوانات سے بھی کم عقل نکلا۔ اسلئے کہ بکریوں کا قاعدہ ہے کہ خطرناک
بھیڑیئے کی بو پا کر اپنے بچاؤ کی فکر کرتی ہیں اور جہاں سینگ سماتا ہے گھس جاتی ہیں اور دیگر حیوانات جب شیر کی بو پاتے ہیں
تو اپنے چرنے کے شغل کو چھوڑ کر بچنے کی فکر میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن اس نے یہ کیا نہ وہ بلکہ باوجود علم کے مشغول رہا
اور بچاؤ کی فکر نہ کی اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تمکو چاہئے کہ جب اپنے مخالف شیر کی بو پاؤ اور آثار قضا کا مشاہدہ کرو
تو اپنی مشغولیت کو چھوڑ کر دعا اور بچنے کی حقیقی تدبیر میں مصروف ہو جانا چاہئے تم کو معلوم ہے کہ اہل سبا کو مصیبت کیوں
برداشت کرنی پڑی اسکی وجہ یہی تھی کہ انھوں نے گرگ قضا کی گرد اور اسکے آثار کا مشاہدہ کیا مگر انھوں نے حق سبحانہ
کی جناب میں رجوع نہیں کیا لامحالہ اُس گرد کے بعد ایک زبردست بھیڑیا برآمد ہوا اور غضبناک ہو کر ان بکریوں کو چیر پھاڑ
ڈالا یعنی قضاء الٰہی اپنا کام کر گئی اور انکا ستیاناس کر دیا کیونکہ چوپان سے تو انھوں نے آنکھیں ہی بند کر لی تھیں جو
انکو بچاتا یعنی انبیا کی بات تو مانتے ہی نہ تھے جو انکو بچانا چاہتے تھے حالانکہ انبیا نے انکو بہت کچھ اپنی طرف بلایا لیکن
وہ نہ آئے اور انکو طرح طرح کی تکلیفیں دیکر رنجیدہ کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ ہم آپ سے زیادہ اپنی حفاظت کر سکتے ہیں
اور ہم خود افسر ہیں ہمکو تمہاری حفاظت اور اطاعت کی ضرورت نہیں آپ لوگ جو کہتے ہیں کہ تمکو بھیڑیا کھا جاویگا
اور تم آگ میں جل جاؤ گے ہم تمہارے دوست ہیں تم ہمارے ہو جاؤ سو صاحب ہمکو بھیڑیئے کا لقمہ بننا منظور ہے مگر تم سے
دوستی لگا ہونا منظور نہیں ہم آگ کا ایندھن ہونا اچھا سمجھتے ہیں لیکن آپ لوگوں کی ماتحتی اور اتباع کی عار گوارا نہیں
بات یہ ہے کہ حمیت جاہلیہ دماغ میں بھری ہوئی تھی اور منہ پر گویا بدبختی کی آواز لول گیا تھا سر پر شامت سوار تھی لہذا
غرور دماغ میں بسا ہوا تھا اور بدبختی کی باتیں منہ سے نکل رہی تھیں یہ لوگ انبیاء مظلومین کیلئے کنواں کھودتے تھے
اور ان کے ضرر رسانی کی تدبیریں کرتے تھے لیکن بصد حسرت وافسوس خود ہی اس کنوئیں میں گر رہے تھے یہ لوگ یوسف
کی طرح محبوبین اور اہل اللہ کے بیری پیارے تھے لیکن جو کچھ انھوں نے کیا ایک ایک کرکے ان کے آگے آیا اہل سبا نے
تو ان یوسفوں کے ساتھ بدسلوکی کی اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تم بھی ایک یوسف کو ستا رہے ہو تم سمجھتے ہو یوسف

کون ہے؟ وہ تمہارا قلب ہے جو بالذات طالب حق ہے جو قیدی کی طرح تمہارے پاس پا بہ زنجیر ہے غور کرنے کا
مقام ہے کہ تم نے ایک جبرئیل یعنی دل کو جو واسطۂ فیض ہے ستون سے باندھ رکھا ہے اور پوری کوشش سے اسکے
پر و بال اکھیڑ رہے ہیں تمہارا دل اصالتاً طالب حق ہے اور وہ حق سبحانہ تک پہونچکر واسطہ فی الفیض بننا چاہتا ہے
لیکن تم نے اسکو اسقدر مجبور کیا ہے کہ وہ حق سبحانہ تک نہیں پہونچ سکتا۔ نہایت بیجا بات ہے تم اسکو غذا دکھاتے ہو کبھی
تو گوسالۂ بریاں اسکے سامنے رکھتے ہو اور کبھی چاہتے ہو براز برائے بیجا کر کے ترا کرتے ہو یعنی کبھی لذائذ جسمانیہ اسے کھلاتے ہو
اور کبھی گندی چیزوں سے اسکا پیٹ بھرنا چاہتے ہو اور کہتے ہو کہ ہماری غذا تو یہی ہے حالانکہ جو غذا تم اسکو کھلاتے
ہو وہ اسکی اصلی غذا نہیں ہے بلکہ اسکی اصلی غذا دیدار حق سبحانہ ہے اس شکنجہ اور مصیبت سے پریشان ہو کر وہ حق سبحانہ سے
تمہاری شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے فریاد ہے اس بھیڑیئے سے تو مجھے اسکے پنجہ سے نجات دے حق سبحانہ فرماتے
ہیں کہ ذرا اور صبر کر وہ وقت بہت قریب آگیا ہے کہ میں ہر غافل سے جس نے تجھے ستایا ہے تیرا انتقام لونگا واقعی
بات یہ ہے کہ خدائے عادل ہی انصاف کر سکتا ہے اور وہی انتقام لے سکتا ہے اسکے سوا اور کسی میں طاقت نہیں ہے
کہ اسکا انصاف کرے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب دل پھر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ مجھ میں تو اتنی طاقت نہیں کہ میں
تیری جدائی میں صبر کر سکوں میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور خو اپنے اندر رکھتا ہوں لیکن یہود کے پھندے میں
پھنس گیا ہوں اور ان نا اہلوں کے قبضہ میں آگیا ہوں میں صالح علیہ السلام کی طبیعت رکھتا ہوں لیکن ثمود اور اہوں کی
قید میں ہوں پس اے ابنیا تو سعادت عطا کرنے والے یا مجھے فنا کر دے یا اپنے پاس بلالے یا خود مجھ پر تجلی فرما۔ تیرا
فراق تو اسدرجہ سخت ہے کہ کافر بھی اسکی تاب نہیں لا سکتے میں کیونکر تاب لا سکتا ہوں۔ کافروں کی مفارقت کی تاب
نہ لانیکی دلیل یہ ہے کہ وہ عذاب کے وقت کہیں گے یالیتنی کنت ترابا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب کو برداشت
نہیں کر سکتے اور عذاب نتیجہ ہے مفارقت کا تو معلوم ہوا کہ مفارقت کی انکو تاب نہیں۔ یا یوں کہو کہ عذاب عام ہے جو
شامل ہے مفارقت کو بھی پس عذاب کی تاب نہ لانا مفارقت کی تاب نہ لانا ہے جو تجھسے تعلق نہیں رکھتا اس کی تو
تیری جدائی میں یہ حالت ہو پھر جو تیرا ہو اسکی کیا حالت ہوگی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ تو صحیح کہتا ہے لیکن ہاں ذرا صبر کر
صبر بہت اچھی چیز ہے ذرا خاموش رہ صبح بہت نزدیک ہے (اشارۃ الی قولہ الیس الصبح بقریب) اور تیرے
اسکے پھندے سے نکلنے کا وقت آپہونچا ہے تو خوب ست کر اسیر بلا آیا ہی چاہتی ہے تیری کوشش کی ضرورت نہیں
میں خود کوشش کر رہا ہوں اور تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے اور میری تعلیم صبر کی تلخ دوا تیرے حلوائے
طلب وصال سے بہتر ہے پس تو جا صبر کر اور خاموش رہ اور زبان مت ہلا بلکہ میں نے جو کچھ کہا ہے اسکو بسمع قبول
سن (یاد رکھو کہ یہ سوال و جواب حقیقی نہیں ہیں بلکہ واقعات و اقتضائے حال کی بنا پر قائم کئے گئے ہیں) جب تجھے
یہ معلوم ہوا کہ تیرا دل طالب وصال حق ہے اور تیرا اسکو اس سے روکنا ظلم شدید ہے جس سے حق سبحانہ نہایت ناخوش
ہوتے ہیں تو تجھکو متنبہ ہونا چاہیئے اور طلب حق کی فکر کرنا چاہیئے اور جو اشیاء تجھے حق سے جدا کرنے والی ہوں انکو
فریب او مکر اور دغا بازی سمجھنا چاہیئے ارے یہ گفتگو حد سے بڑھ گئی لوٹ دیکھ تو سہی وہ دہقانی امیر کو اپنے گھر سے

(۱۲)

سے گیا اہل سبا کے قصہ کو الگ کر اور یہ بتا کہ امیر گانوں میں کیونکر آیا اچھا سُن بات یہ ہے کہ دیہاتی نے خوشامد کرنا
اپنا شیوہ بنا لیا تھا جب ملتا یہی کہتا کہ آپ آتے ہی نہیں آپ ضرور آئیے وغیرہ وغیرہ جسکا انجام یہ ہوا کہ امیر کی احتیاط
بیہودہ ٹھیری اور وہ اُسکے متواتر پیاموں سے مغلوب ہوا حتیٰ کہ انجام امیر کی احتیاط کا آپ ہی راحت مکدر ہو گیا اور احتیاط
میں نقص واقع ہو ہی گیا اور وہ جلد یا انکے لڑکوں کو گھر ہی سے یہ سفر اچھا معلوم ہوا اور "ادیدہم خوب کھیلیں گے اہا ہم
خوب کھائیں گے" کے نعرے بلند کرنے لگے اس بارہ میں انکی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسے کہ یرتع تقدیر سے کھانے
اور کھیلنے کی رغبت نے یوسف علیہ السلام کو ان کے مہربان باپ کے سایہ سے جدا کر دیا تھا انکو معلوم نہیں کہ یہ کھیل
نہیں بلکہ جان پر کھیلنا اور مصیبت جھیلنا ہے اور اس شریر دیہاتی کی دغابازی اور مکر و فریب ہے کہ وہ اس تدبیر سے
اور راحت کی چاٹ دیکر وطن مالوف اور راحت غرور سے جدا کرنا چاہتا ہے یہاں تمکو یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو چیز
تمکو حق سبحانہ سے جدا کرے خواہ وہ کتنی ہی دل خوش کن کیوں نہو کبھی اُسکی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ انجام کے اعتبار سے
اچھا نہیں ہے بلکہ اُسکا انجام سراسر خسارہ ہے وہ ہزار نفع ہو لیکن اسکو اختیار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ بالیقین اُس نفع سے
کم ہے جو حق سبحانہ سے تعلق رکھنے سے تمکو حاصل ہونے والا ہے تقریب فہم کیلئے یوں سمجھو کہ اس نفع کی مثال تو ایسی ہے
جیسے اشرفی یا معمولی سونا اور جو نفع حق کے تعلق سے حاصل ہونے والا ہے وہ مثل خزانہ کے ہے اور اشرفی کی خاطر
خزانہ کو چھوڑنا ہرگز مناسب نہیں اب ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تمکو عبرت ہو دیکھو حق سبحانہ نے صحابہ رضوان
علیہم اجمعین کو کسقدر تنبیہ فرمائی ہے اور کیا سخت سست کہا ہے حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ قحط سالی کا زمانہ تھا (۱۴۲)
شام سے ایک قافلہ آ گیا اُس نے منادی کرائی کہ جسکو غلہ خریدنا ہو ہمارے پاس چلا آئے تو انھوں نے ڈھول کی آواز
سنکر خطبہ کو چھوڑا اور گیہوں خریدنے چلے گئے تاکہ اس قافلہ سے اور لوگ سستا خرید کر زیادہ نفع سے انکے ہاتھ نہ بیچیں
اور جناب رسول اللہ قریب تنہا رہ گئے کیونکہ چند آدمی اپنے خلوص پر قائم رہے تھے اور سب چلدیئے تھے اسپر ارشاد
ہوا کہ تمکو کیسے گوارا ہوا کہ رسول کو چھوڑ کر ایک سوداگر کی ڈھول کی آواز پر چلدو۔ تم پریشان ہو کر گیہوں کی طرف چلے گئے
اور نبی کو کھڑا چھوڑ گئے تمنے گیہوں کی خاطر ایک باطل کا بیج بویا۔ اور رسول کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ اُن کی صحبت اس سے زیادہ
نافل کرنے والی شے اور مال و دولت سے بہتر ہے اب تمکو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ کس حقیر شے کی خاطر تمنے کتنی بڑی
دولت کو چھوڑا ہے غضب ہے کہ تمھاری حرص نے تمھارے اس یقین کو کہ ہم خیر الرازقین ہیں کالعدم کر دیا۔ اس سے
تمکو معلوم ہوا ہو گا کہ اتنی سی بات پر انکو کسقدر تنبیہ فرمائی گئی حالانکہ انکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا محض غلطی
تھا اور اسکی تلافی بھی ہو سکتی تھی پھر وہ بھی خطا اجتہادی تھی نیت انکی بُری نہ تھی لیکن حق سبحانہ کو یہ صدور بھی ان سے
بھی گوارا نہ ہوا پھر تمھارا کیا حال ہوگا کہ تم بالکل ہی حق سبحانہ کو چھوڑے ہوئے ہو اور طلب دنیا میں منہمک ہو تم خیال تو
کرو جو گیہوں تمکو رزق دیتا ہے وہ تمھارے توکل کی قدر کیوں نہ کریگا بڑی شرم کی بات ہے کہ تمنے گیہوں کیلئے اس ذات
کو چھوڑ رکھا ہے جس نے آسمان سے گیہوں برسائے یعنی مینہ برسایا جس سے گیہوں پیدا ہوئے بھیجے
اُس پانی کی بطے سے تو کم نہیں جس نے باہر بلانے والے باز کو ایسا جواب دیدیا تھا جسکا قصہ

بط سے کہا کہ پانی سے نکلکر دیکھو کہ جنگل پر قند برس رہے ہیں اور وہاں کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ اس عقلمند بط نے جواب دیا کہ دور ہو
ہمارے لئے پانی ہی امن و عافیت کا قلعہ ہے اور ہم اسی میں خوش ہیں اس سے تم سمجھو کہ تم بط ہو اور شیطان باز ہے
اور وہ کہتا ہے کہ اے بطو تم اس پانی کے قلعہ سے باہر نکلو اور الی اللہ کو چھوڑ دو دیکھو تو سہی صحرائے دنیا میں کیسی کیسی
مزیدار چیزیں موجود ہیں اسکا جواب اس عقلمند بط کی طرح تمکو یہ دینا چاہیے کہ جناب آپ واپس تشریف لیجائیے اور
ہمارے پھانسنے کے خیال سے دست بردار ہوجئے ہم پھنسنے والے نہیں ہیں جناب آپ کی دعوت تھوڑی ایسی دعوت
آپ ہی کو مبارک ہے ہم تیرے فریب میں آنے والے نہیں تو کیا ہمکو بہلا رہا ہے ہماری قند تو ہمارا ہی
ہی ہے اور جس قندستان میں تو ہمیں بلاتا ہے وہ تجھی کو روزی رہے ہمیں تیرا ہدیہ لینا منظور نہیں تو ہی ہے تنہا کھا کر
دیا یاد رکھو کہ جب تک جان ہے روزی کی کمی نہیں مثلاً جب تمہارے پاس فوج موجود ہو تو جھنڈوں کی کیا کمی کیونکہ
وہ تو اس کے لوازمات میں سے ہیں یوں ہی رزق جان کے لوازمات میں سے ہے پس جان کے ہوتے ہوئے رزق
نہ ملنا چہ معنی جب یہ ثابت ہوا کہ رزق لامحالہ ملیگا تو اسکی ایسی فکر چھوڑ دینا چاہیے جس سے آدمی وصول الی الحق سے
محروم رہجائے اور طلب حق کے ساتھ اور اسکی اعانت کیلئے روزی تلاش کرنے میں مضائقہ نہیں کہ یہ بھی طلب حق ہے
اچھا اب ہم اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اس محتاط امیر نے بہت کچھ عذر کئے اور اس سرکش شیطان دیہاتی
نے بہت سی باتیں بنائیں یہانتک کہا کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے اگر میں چلا جاؤنگا تو وہ سرانجام ہوسکیگا
اسکی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ نے ایک بہت نازک کام میرے سپرد کیا ہے اور اسکے سرانجام ہونے کی بادشاہ کو اسقدر
فکر ہے کہ میرے انتظار میں رات بھر نہیں سویا اور میں یہ کر نہیں سکتا کہ حکم شاہی کی تعمیل نکروں اور مجھسے یہ نہیں ہوسکتا
کہ بادشاہ کے روبرو شرمندہ ہوں بادشاہ کو اسکی یہانتک فکر ہے کہ دونوں وقت بادشاہ کا ہرکارہ میرے پاس آتا ہے
اور کہتا ہے کہ بہت جلد اس حکم کی تعمیل سے خلاصی حاصل کرو۔ اب تمھیں بتلاؤ کہ کیا تمھیں یہ بات گوارا ہے کہ میں
گاؤں چلا جاؤں جسکا نتیجہ یہ ہو کہ بادشاہ مجھسے چیں بجبیں ہوجائے اور میری طرف سے پیشانی پر بل ڈالے اور اس کے
بعد میرے پاس اسکے غصہ کے فرو کرنے کا کچھ بھی علاج نہو بجز اسکے کہ میں اپنے کو زندہ در گور کردوں اور اسی قسم کے اور
سیکڑوں بہانے کئے لیکن یہ تدابیر حکم حق کی ہمسری کہاں کرسکتی تھیں اور قضائے الٰہی کے مزاحم کیونکر ہوسکتی تھیں
تقدیر الٰہی کی قوت کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ذرات عالم دانوں پیچ بنجائیں پھر بھی اسکے سامنے محض لاشے اور بے حقیقت
ہیں اس مقام پر ضمناً ہم ایک نہایت ضروری بات تمہیں بتلانا چاہتے ہیں لیکن وہ کسی قدر تمہید کے بعد اچھی طرح
ذہن نشین ہوگی اسلئے ہم اولاً تمہیداً کچھ کہتے ہیں اسکے بعد اصل بات کہیں گے دیکھو زمین آسمان سے بچکر کہیں نہیں
جاسکتی۔ اور وہ اپنے کو اس سے پوشیدہ نہیں کرسکتی اسکی حالت یہ ہے کہ آسمان کی جانب سے جو حادثہ اس پر
واقع ہوتا ہے وہ اس سے بھاگ کر کہیں جاسکتی ہے نہ اسکے دفع کرنے کی کوئی تدبیر اسکے پاس ہے اور نہ اسکے لئے کوئی
مامن ہے اسکی یہ حالت ہے کہ آفتاب سے اسپر آگ برستی ہے تو وہ سامنے ہی سر جھکاتی ہے اور اگر مینہ برسکر
طوفان بپا کردے اور اسکے تمام شہروں کو اجاڑ دے تب بھی وہ ایوب علیہ السلام کی طرح اسکے آگے سر تسلیم خم کردیتی ہے

(۱۴)

اور بزبان حال کہتی ہے کہ میں آپکی مقید ہوں آپ جو چاہیں کریں جب تمھیں یہ مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم اپنی اصل پر غور کرو کہ تمھاری اصل کیا ہے تم زمین کا ایک حصہ ہو لہذا تمھارے اندر وہی خصلت ہونی چاہیے جو زمین کے اندر ہے یعنی اطاعت و انقیاد اور سرکشی اختیار نہ کرنی چاہیے اور جب خدا کا کوئی حکم تمھارے لیے صادر ہو تو اُس سے امان لینا چاہیے اور اُس سے اپنے کو کھینچنا نہیں چاہیے جب تم نے فرمان خداوندی خلقناکم من تراب سنا ہے اور تمکو اسکے حق ہونیکا اعتقاد بھی ہے تو تمکو محض خاکسار ہونا چاہیے اور سرتابی نہ کرنا چاہیے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین میں بیج بویا اُس نے خاکساری اختیار کی اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اُسے رفعت عطا کی پس تم بھی خاک ہو اور خاکساری اختیار کرو تاکہ میں تمکو تمام سرداروں پر سرداری بخشوں یاد رکھو کہ خاکساری دیکھو پانی اولاً اوپر سے نیچے آتا ہے اور آسمان سے زمین پر برس کر زمین میں داخل ہوتا ہے اسکے بعد ہوتی ہے کہ لوگ اُسکو نیچے سے اوپر لاتے ہیں اور کنوئیں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں یعنی کنوئیں سے نکال لیتے ہیں اور دیکھو گیہوں اوپر سے زمین میں مدفون ہوا تو اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خوشہ بنکر لہلہانے لگا اور دیکھو ہر میوہ کا بیج اولاً زمین میں جاتا ہے اسکے بعد اُس مدفونیت سے سر نکالتا ہے اور شاخ بنکر اوگتا ہے اور دیکھو تمام نعمتوں کی جڑ یعنی پانی وہ آسمان سے زمین میں آتا ہے اور نیچے اکر جانداروں کی غذا بنتا ہے چونکہ اُس نے تواضع کی اور اوپر سے نیچے آیا اُس تواضع کا یہ نتیجہ ہوا کہ جزو انسان بنگیا اور صفات انسان کی طرح وہ بھی اُسکا تابع ہو گیا یا موصوف بصفات انسان ہو گیا اور انسان کے ساتھ وہ بھی عرش سے اوپر آیا تو اسلئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی اور آپ کے جسم میں پانی بھی موجود تھا یا یہ مطلب ہے کہ روح کے عام ترشح سے اسکے جسم کو بھی افق علوی حاصل ہوا اور اسمیں پانی موجود ہے لہذا اُسکو بھی تفوق حاصل ہوا۔ والا اول اوضح ۔ اس رفعت کو دیکھکر وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اول ہم حیوان زندہ عالم بالا سے پستی کی طرف آئے تھے اب ہم پستی سے پھر عالم بالا کو چڑھ گئے کچھ پانی ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام اجزائے عالم خواہ متحرک ہوں یا ساکن سب یہی کہتے ہیں کہ ہم حق سبحانہ کی طرف لوٹنے والے ہیں اور ان ذرات عالم کے ذکر و تسبیح نے آسمان میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اس ضمنی گفتگو سے فارغ ہو کر ہم پھر گفتگوئے سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قضائے الٰہی میں وہ قوت ہے کہ جب اُس نے اپنا کرشمہ دکھلانا چاہا تو ایک دہقانی نے شہری کو مات کر دیا اور باوجودیکہ شہری سے ہزاروں پیچ بندیاں ہیں لیکن بالآخر اُسکو مغلوب ہونا پڑا اور اُس نے سفر کیا پھر کیا اور صد بستیں جھیلیں پھر جھیلیں ہر چند کہ اُسکا اپنی ثبات اور عمیر منزل آگہی پر بہت کچھ اعتماد تھا اور گویا کہ اس صفت میں وہ ایک پہاڑ تھا لیکن معمولی سے سیلاب کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور قضائے الٰہی کی ایک ٹکر کا بھی نہ ہوا واقعی بات یہ ہے کہ جب قضائے الٰہی آسمان سے نمودار ہوتی ہے تو بڑے بڑے عقلاء اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں نہ وہ حقیقت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ باوجود پانی کے اسقدر عزیز ہونے کے دریا کو چھوڑ کر باہر آجاتی ہیں اور جال باوجود زمین میں ہونے کے ہوا میں اُڑتے ہوئے جانور کو پھانس لیتا ہے حتی کہ جن و پری شیشہ میں بند ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت بابل میں کنوئیں میں

(۱۵)

نکلنے کیلئے آجاتا ہے (کماھو المشہور) الا وہ لوگ جو قضا سے بھاگ کر قضا ہی میں پناہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ نفر من القضاء الی القضاء کما قال امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انکو کوئی تربیع ضرر نہیں پہونچا سکتی رفت یاد رکھو کہ تربیع اہل نجوم کی اصطلاح میں اسکو کہتے ہیں کہ ایک کسی برج کے ایک خاص درجہ پر ہو اور دوسرا اس برج سے چوتھے برج کے اسی درجہ پر ہو اس وضع کو وہ نیم دشمنی کا موجب کہتے ہیں چونکہ عرفاً حوادث کو اوضاع فلکیہ کا اثر سمجھا جاتا ہے اسلئے مولانا نے تربیع کا لفظ استعمال کیا لیکن مراد حادثہ ہے فافہم) اور یاد رکھ کہ اگر تو قضاء الٰہی کی پناہ میں نہ آجائے تو کوئی تدبیر تجھکو قضاء الٰہی سے نہیں بچا سکتی ہے (قضاء الٰہی کی پناہ میں آنیکے بعد دو صورتیں ہونگی اگر مصلحت خداوندی مقتضی ہوگی تو وہ قضا ہی کو رد کر دیگا اور اگر مصلحت اس کو مقتضی ہوئی تو اسکی مضرت سے محفوظ رہوگے اور جسقدر مضرت پہونچے گی اسکی تلافی معاوضہ اور اجر سے کر دیجاویگی واللہ اعلم)

شرح شبیری

مکر آں فارس چو انگیزید گرد　　　آں غبارت ز استعانت دور کرد

یعنی اس سوار کے مکر نے جبکہ گرد اٹھائی تو اس غبار نے تجھے استعانت (بالفارس) سے دور کر دیا فارس سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ ہیں اور گرد سے مراد اسباب ظاہر ہیں مطلب یہ ہوا کہ جس طرح کہ سوار گرد میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اسی طرح افعال حق ان اسباب ظاہری میں مخفی ہیں کہ ان اسباب پر تو نظر ہے مگر حق تعالیٰ پر نظر نہیں جس طرح کہ وہاں گرد تو نظر آتی ہے اور سوار کا پتہ نہیں اب جو لوگ کہ اسباب کو فاعل سمجھکر اُن کے دفعیہ کے درپے ہوتے ہیں انکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی اس گرد کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ تجھے ہم اس سے محفوظ رکھنا بھلا بتاؤ وہ کیا محفوظ رکھ سکتی ہے بس اسکا علاج تو یہی ہے کہ خود فاعل حقیقی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار　　　ورنہ بر تو کوبد آں مکر سوار

یعنی سوار کی طرف جا اور غبار کی طرف مت جا ورنہ وہ مکر سوار تجھے کوٹے گا مطلب یہ ہے کہ ان اسباب ظاہر پر نظر مت کرو بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ پر ہی نظر کرو ورنہ اگر تمنے اسباب پر نظر کی تو یاد رکھو کہ غیرت حق جوش میں آویگی اور تم سے انتقام لیگی پھر بتاؤ کہ کیا علاج ہے۔

گفت حق آنرا کہ ایں گرگش بخورد　　　دید گرد گرگ چوں زاری نکرد

یعنی حق تعالیٰ نے اس شخص کو فرمایا کہ جسکو اس گرگ (قضا) نے کھا لیا کہ اس نے گرد گرگ کو دیکھا تو زاری کیوں

نہیں کی مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اسباب قضا و بلا دیکھے تھے تو اسوقت دعا کیوں نہ کی تاکہ ان سب اسباب سے چھوٹ جاتے اور ارشاد ہے کہ۔

او نمی دانست گرد گرگ را با چنین دانش چرا کرد او چرا

یعنی کیا گرد گرگ کو نہ جانتا تھا پھر باوجود اس عقل کے کیوں اس نے اُس جگہ چرا گاہ بنائی مطلب یہ کہ کیا اسکو آثار قضا معلوم نہ تھے استفہام انکاری یعنی معلوم تھے جب معلوم تھے تو پھر ان سے بچنے کی کیوں کوشش نہیں کی اور اس سے بچنا وہی حضرت حق سے دعا کرنا ہے کہ لا یرد القضاء الا الدعاء آگے فرماتے ہیں کہ اولٰئک کالانعام بل هم اضل یہ لوگ تو جانوروں سے بھی بدتر اور گئی گذری حالت میں ہیں اسلئے کہ۔

گوسفندان بوئے گرگ باگزند می بدانند و بہر سو می خزند

یعنی بکریاں اُس باگزند گرگ کی بو جان لیتی ہیں اور ہر طرف چھپنے لگتی ہے۔

مغز حیوانات بوئے شیر را می بداند ترک می گوید چرا

یعنی حیوانات کا مغز شیر کی بو کو جان لیتا ہے تو چراگاہ کو چھوڑ دیتا ہے اور [illegible] حیوان سے بھی آثار سے معلوم کر لیا لہذا آثار ہی سے تم بھی قضا کو معلوم کر کے تضرع و زاری کیا کرو کہ یہ قہار ہو [illegible] اسکے ضرر سے تو بچ جاؤ گے مثلاً قضا میں موت ہے اور تم آثار سے معلوم ہو گیا تو [illegible] دعا کرو تاکہ اسکے مضار سے بچ جاؤ مثلاً یہ کہ ایمان پر خاتمہ ہو یا اور بہت سے امور ایسے ہیں [illegible] حق تعالیٰ [illegible] سے بچا دیں گے۔

بوئے شیر خشم دیدی باز گرد با مناجات و حذر انباز گرد

یعنی تم نے خشم حق کی شیر کی بو معلوم کر لی ہے تو اب واپس ہو اور [illegible] کے ساتھ شریک ہو جاؤ مطلب یہ کہ تم کو آثار خشم حق کے معلوم ہوئے ہیں تو اب دعا کرو کہ اسکے مضار سے بچ جاؤ آگے فرماتے ہیں کہ

وانگشتند آں گروہ از گرد گرگ گرگ محنت بعد گرد آمد سترگ

یعنی اُس گروہ (سبا) نے گرد گرگ سے احتیاط نہ کی تو گرگ مصیبت گرد کے بعد بہت بڑا ظاہر ہوا مطلب یہ کہ جب آثار قہر حق کے دیکھے تو اُن سے پناہ نہیں چاہی اور دعا نہیں کی نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر بلائیں [illegible] نازل ہوئیں اسلئے کہ ان آثار کے بعد تو بلائیں ہی تھیں جب آثار دیکھ کر ان کا دفعیہ کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سامنے [illegible]

سر پر ٹوٹ پڑیں پس جب بلائیں آئیں تو انھوں نے یہ کیا کہ۔

بر دریدآں گوسفندان را بخشم　　　کہ ز چوپان خرد بستند چشم

یعنی اُن بکریوں کو غصہ میں آکر پھاڑ ڈالا جنھوں نے کہ عقل کے چرواہے سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں مطلب یہ کہ اُن بلاؤں نے جو کہ مشابہ گرگ کے تھیں اُن لوگوں کو ہلاک کر دیا جو کہ حضرات انبیا علیہم السلام کے احکام کی نافرمانی کرتے تھے چوپان سے مراد انبیا علیہم السلام ہیں۔

چند چوپان شان بخواندو نامدند　　　خاک غم در چشم چوپان میزدند

یعنی کتنے ہی چرواہوں (انبیا) نے اُن کو بلایا مگر وہ نہ آئے (بلکہ) غم کی خاک اُن (انبیا) کی آنکھوں میں جھونکتے تھے یعنی اُن کو ستاتے تھے اور ایذا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ۔

کہ برو ما خود ز تو چوپان تریم　　　چوں تبع گردیم ہر یک سروریم

یعنی کہ جاؤ ہم تم سے زیادہ خود ہوشیار ہیں اور ہم تابع کیوں بنیں ہم تو سب خود سردار ہیں اور گویا کہ ہر یک چال [illegible]

طعمۂ گرگیم وآں یار نے　　　ہیزم ناریم آں عار نے

یعنی ہم طعمۂ گرگ ہیں اور یار کی ملک نہیں ہیں اور جہنم کے ایندھن ہیں مگر آن عار نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ اُنکی حالت ایسی تھی گویا کہ وہ یوں کہہ رہے تھے کہ ہم کو طعمۂ گرگ بننا منظور ہے مگر کسی کے تابع نہونگے اور جہنم میں جلنا منظور ہے (نعوذ باللہ) مگر عار تابعیت کو برداشت نہ کرینگے اور بلکہ یہ تو بعض نے خود کہہ بھی دیا ہے خود ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ انکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کی ہے تو کہا تھا کہ اگر مجھے اس کا خوف نہوتا کہ قریش کی بوڑھیاں مجھپر طعن کریں گی تو میں آپکا دل مسلمان ہوکر ضرور ٹھنڈا کر دیتا لیکن مجھے بعد مرنیکے بوڑھیاں قریش کی طعن کریں گی کہ جہنم سے ڈر گیا اسلیے مسلمان نہیں ہو سکتا (نعوذ باللہ) اب دیکھ لیں وہ لوگ جو بزرگوں سے محبت کرنے پر گھمنڈ کرتے ہیں کہ دیکھو دونوں جانب سے کسقدر محبت تھی کہ ایک دوسرے کے دلدادہ تھے مگر بتاؤ وہ کیا کام آئی کافر ہی مرے اور ارشاد ہوا کہ انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء یعنی جسکو آپ چاہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے بلکہ جسکو خدا چاہے ہدایت دے خدا کیلیے اس فخر نسب کو ترک کرو حدیث و قرآن کو دیکھو خوب کہا ہے۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی　　　کہ درین راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

آگے فرماتے ہیں کہ۔

(۱۸)

جمیعتے بُد جاہلیت در دماغ　　　بانگ شومی بر دہن شان کرد زاغ

یعنی ایک جمعیت بدجاہلیت کی اُن کے دماغ میں تھی گویا کہ نحوست کی آواز اُن کے منہ پر کوا کر رہا ہے یعنی وہ اس طرح باتیں کرتے تھے گویا کہ کوا اُن کے منہ پر بول رہا ہے یا یہ کہ وہ منحوس خیال کرتے ہیں لہذا اُسکی نحوست کو ثابت کرتے ہیں۔

بہر مظلومان ہمی کندند چاہ　　　در چہ افتادند و می گفتند آہ

یعنی مظلوموں کے لئے کنواں کھود رہے تھے تو کنوئیں میں خود ہی گر گئے اور افسوس کرتے تھے۔

پوستین یوسفان بشگافتند　　　آنچہ می کردند یک یک یافتند

یعنی یوسفوں کے پوستین کو پھاڑتے تھے اور جو کچھ کرتے تھے اُسکو ایک ایک کرکے پاتے تھے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ستاتے تھے اور اُن کے بدلے ایک ایک کرکے پاتے تھے یہاں بعض نا اہلوں کو بےفکری تھی کہ بس آجکل انبیاء تو ہیں ہی نہیں لہذا اُن کے ستانے سے تو چھوٹ گئے اور ان میں سے بعض اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں وہ تو بالکل ہی بےفکر ہوگئے کہ یہ وعید بس ہمپر تو ہو ہی نہیں سکتی اسلئے کہ ہم تو کسی کو ستاتے ہی نہیں ایسے لوگوں کو جواب فرماتے ہیں کہ۔

کیست یوسف آں دل حق جوئے تو　　　چوں اسیری بستہ اندر کوئے تو

یعنی یوسف کون ہے وہ تیرا قلب حق کا تلاش کرنے والا جو کہ قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارا قلب جو کہ اصل فطرت سے حق جو ہے وہ یوسف کی طرح ہے تم نے اُسکو نفس کا مغلوب کر رکھا ہے اور شہوات میں اُسکو مبتلا کر رکھا ہے یہی ایذا دہی یوسف کی ہے تو اب تم بھی نہ چھوٹے اور فرماتے ہیں کہ۔

جبرئیلے را بر استن بستہ　　　پر و بالش را بصد جا خستہ

یعنی ایک جبرئیل کو تم نے ستون سے باندھ رکھا ہے اور اُسکے پروبال کو سو جگہ سے زخمی کر رکھا ہے مطلب یہ کہ وہ قلب جو کہ اصل فطرت کے اعتبار سے جبرئیل جیسا پاک صاف ہے اُسکو تم نے نفس کی قید میں ڈال رکھا ہے اور اُسکے ملکات حسنہ کو جن سے کہ عروج الی الحق ہوتا تم نے بالکل خراب اور کمزور کر رکھا ہے

پیش او گوسالہ بریاں آوری　　　گہ کشی او را بگہداں آوری

(۱۹)

یعنی اُسکے سامنے بھُنا ہوا بچھڑا لاتے ہو اور کبھی خود اُسکو کھینچ بیت الخلاء میں لیجاتے ہو گوسالہ اور گھدان سے مراد لذات و ملکات سیئہ ہیں چونکہ ان میں بھی تفاوت ہوتا ہے کوئی کم تھا اور کوئی زیادہ لہذا ایک کو گوسالہ سے اور دوسرے کو گدھا ان سے تشبیہ دی یعنی بعض مرتبہ تو اُسکو لذات میں مبتلا کرتے ہو اور کبھی اُسکو معاصی میں جھونکتے ہو وہ بزبان حال اُس سے کہتے ہو کہ۔

کہ بخور اینست ما را لوت و پوت　　　نیست او را جز لقاء اللہ قوت

یعنی کہ کہا کہ ہماری تو یہی غذا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اُسکی تو سوائے لقاء اللہ اور کوئی غذا ہی نہیں۔

زین شکنجہ و امتحان آن مبتلا　　　می کند از تو شکایت با خدا

یعنی اس شکنجہ اور مصیبت سے وہ مبتلا تیری شکایت خدا سے کرتا ہے کہ۔

کای خدا افغان ازین گرگ کہن　　　گویدش نک وقت آمد صبر کن

یعنی کہ اے خدا اس پرانے گرگ سے فریاد ہے تو حق تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ اب وقت آتا ہے صبر کر۔

داد تو وا خواہم از ہر بے خبر　　　داد کہ دہد جز خدائے دادگر

یعنی (ارشاد ہوتا ہے کہ) میں تیرا انصاف ہر بیخبر سے لونگا (مولانا فرماتے ہیں کہ) انصاف سوائے خدائے دادگر کے اور کون دیگا۔

او ہمی گوید کہ صبرم شد فنا　　　در فراق روئے تو یا ربنا

یعنی وہ طالب یہ کہتا ہے کہ اے اللہ تیرے روئے کے فراق میں میرا صبر جاتا رہا یعنی صبر نہیں ہو سکتا۔

احمدم وا ماندہ در دست یہود　　　صالحم افتادہ در حبس ثمود

یعنی میں (مثل) احمد (کے) ہوں جو کہ یہود کے قبضہ میں رہا ہوا ہے اور میں (مثل) صالح (کے) ہوں کہ ثمود کے قید میں پڑا ہوا ہوں یعنی میں تو جو فطرت اصلی کے اعتبار سے مثل احمد اور صالح کے ہوں ان نفس و شیطان کے قبضہ میں پھنس گیا ہوں اس سے چھڑا دیجئے۔ اور دعا کرتا ہے کہ۔

اے سعادت بخش جان انبیاءؑ　　　یا بکش یا باز خوانم یا بیا

(۲۰)

یعنی اے ذات جو کہ انبیاؑ کی جان بخش ہے یا تو مجھے مار ڈال یا بلا لے یا خود آجا۔ اسلئے کہ۔

یا فراقت کافراں را تاب نیست — ایں فراق اندر خور اصحاب نیست

یعنی آپکے فراق کی تو کافروں کو بھی تاب نہیں ہے اور یہ فراق اصحاب کے تو لائق ہے ہی نہیں اسلئے کہ کفار کو جو جہنم میں عذاب ہوگا تو اصل عذاب تو خشم حق ہی ہے کہ اسی کی وجہ سے انکو عذاب محسوس ہوگا ورنہ جہنم میں جو فرشتے ہیں اُن کو بھی عذاب ہونا چاہئے لیکن چونکہ اُن کو دولت رضاء حق حاصل ہوگی لہذا اُن کو وہ نار جہنم عذاب نہ معلوم ہوگی بلکہ وہ اُن کیلئے رحمت ہو جاویگی تو جب کفار کو بھی آپکے عذاب کی تاب نہیں تو بھلا دوست تو کیا صبر کر سکتے ہیں۔

کافراں گویند در وقت عذاب — ہر یکے یا لیتنی کنت تراب

یعنی عذاب کے وقت ہر ایک کافر کہے گا کہ یا لیتنی کنت ترابا۔ تو مٹی ہونے کی جو تمنا ہوگی اُسکی وجہ صرف یہی ہے کہ اُن کو رضاء حق حاصل نہ ہوگی۔

(۲۱)

حال او اینست کو خود آں سوست — چوں بود بی تو کسے کان توست

یعنی جو کہ اُس طرف کے لوگ ہیں اُن کا یہ حال ہے تو جو کہ خود تیرے ہیں وہ بے تیرے کیسے رہ سکتے ہیں جب قلب یہ عرض کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ۔

حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ — لیک بشنو صبر آور صبر بہ

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نزہ ہاں ٹھیک ہے لیکن سن صبر کر اسلئے کہ صبر بہت اچھا ہے۔

صبح نزدیکست خامش دم مزن — کاندر آمد وقت بیروں آمدن

یعنی صبح نزدیک ہے خاموش رہ بول مت اسلئے کہ باہر آنیکا وقت قریب آگیا یعنی نجات کا وقت قریب ہے

نک بلاشاں می ستد تو کم خروش — من ہمی کوشم پئے تو تو مکوش

یعنی اب انکو مصیبت پہونچتی ہے تو خروش مت کر میں تیرے لئے کوشش کرتا ہوں تو کوشش مت کر۔

کوشش من بہ ز کوششہائے تو — دارو ئے تلخم بہ از حلوائے تو

یعنی میری کوشش بہتر ہے تیری کوششوں سے اور میری تلخ دوا تیرے حلوے سے بہتر ہے دارو سے تلخ سے مراد وہ حکم صبر ہے اور حلوہ سے مراد آرزو جلد نجات ہونے کی ہے مطلب یہ کہ جو میں کہتا ہوں اسپر عمل کر اگرچہ کچھ ناگوار ہی ہو

ہیں تحمل کن برو خاموش شو — کم ترک جنبان زبان و گوش شو

یعنی کہ تحمل کر اور جا خاموش رہ اور زبان کو کم ہلا (ہمہ تن) گوش رہ یعنی بس سن کر تحمل کر و اپنی رائے کو دخل مت دے مولانا نے یہاں جو اس مکالمہ کو بیان کیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ نفس و قلب دونوں کے مقتضیات کو بیان کیا جاوے کہ اسکے مقتضیات یہ ہیں اور اسکے یہ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

حیلت و مکر و دغا بازیش دان — ہر چہ از یارت جدا انداز د آں

یعنی حیلہ اور مکر اور دغا بازی اسکو جانو جو کہ تمکو یار سے جدا کر دے اب یہ قاعدہ کلیہ بیان کر کے پھر اس روستائی اور خواجہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

(۲۱) سخت حد این باز گرد اے یار گرد — روستائی خواجہ را در خانہ برد

یعنی یہ باتیں ہو سے گذر گئیں اب اے یار گرد واپس ہو کہ روستائی خواجہ کو گھر لے گیا مطلب یہ کہ اُن کا قصہ بیان کرو

قصۂ اہل سبا یک گوشہ نہ — آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ

یعنی اہل سبا کا قصہ ایک کونہ میں رکھو اور اسکو بیان کرو کہ وہ خواجہ گاؤں میں کس طرح آیا۔

خواجہ کے دیہاتی کی دعوت کیلئے گاؤں میں جانیکے قصہ کا بقیہ

روستائی در تملق شیوہ کرد — تا کہ حزم خواجہ را کالیوہ کرد

یعنی دیہاتی نے خوشامد کی عادت کر لی یہانتک کہ خواجہ کی ہوشیاری کو غارت کر دیا۔

از پیام اندر پیام او خیرہ شد — تا زلال حزم او را تیرہ شد

یعنی وہ خواجہ پیام پر پیام سے متحیر ہو گیا یہانتک کہ اسکی ہوشیاری کا آب صاف تاریک ہو گیا۔

ہم ازینجا تو د کاتش در پسند — نز تع و نلعب بشادی میزدند

یعنی (یہیں گھوڑوں) سے ہم کھیلیں گے خوشی میں نرتع و نلعب خوشی سے کرے گا۔ تو یعنی انھوں نے گھر ہی سے نکل جایا کہ ہم کانوں کے بہلانے پائیں گے وہ تو بہت خوش تھے۔

ہمچو یوسف کش بہ تقدیر عجب   نرتع و نلعب ببرد از طلب

یعنی یوسف علیہ السلام کی طرح ان کو تقدیر عجیب نرتع و نلعب کہہ کر لے گئی یعنی کھیل کود ہی کیلئے وہ گئے تھے جو مصیبت میں پڑے تھے اسی طرح یہ حضرات چلے گئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

آں نہ بازی بلکہ جان بازیست آں   حیلہ و مکر و دغا بازیست آں

یعنی یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جاں بازی ہے اور حیلہ اور مکر اور دغا بازی ہے۔

ہرچہ از یارت جدا اندازد آں   مشنو آں را کاں زیاں دارد زیاں

یعنی جو شئے کہ تجھے تیرے دوست سے جدا کر دے اسکو مت سنو اسلئے کہ وہ نقصان دہ ہے۔

گر بود آں سود صد در صد مگیر   بہر زر مگسل ز گنجور اے فقیر

یعنی اگرچہ وہ صد در صد بھی سود ہووے تو اسے مت لو اور تھوڑے سے سونے کیلئے خزانہ سے قطع تعلق مت کرو

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد   گفت اصحاب نبی را گرم و سرد

یعنی یہ سنو کہ کتنا حق تعالیٰ نے زجر فرمایا اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا گرم و سرد کہا۔ اشارہ ہے اس قصہ کی طرف جو کہ قرآن شریف میں سورہ جمعہ میں مذکور ہے کہ یاایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ الخ تو دیکھو یہ لوگ حضور کو چھوڑ کر جو دنیا کی طرف گئے تھے انپر عتاب ہوا تھا آگے خود بیان فرماتے ہیں کہ

زانکہ بر بانگ دہل در سال تنگ   جمعہ را کردند باطل بے درنگ

یعنی اسلئے (زجر ہوا تھا) کہ ڈھول کی آواز پر تنگسالی میں انھوں نے جمعہ کو جو وقت تھا ضائع کر دیا جمعہ کو ترک سے مراد خطبہ کا ترک ہے اس لئے کہ یہی ہوا تھا مگر چونکہ وہ بھی ایک جزو جمعہ ہے تو اس کو ترک کرنا گویا کہ جمعہ کو ترک کرنا ہے اور یہ اس لئے ہوا تھا کہ عرب میں اناج تھا نہیں قحط ہو رہا تھا تو شام سے اناج آگیا تھا جب صحابہ کو اطلاع ہوئی تو سب چلے گئے کہ کہیں یہاں کے سوداگر خرید کر مہنگا نہ کر دیں اس لئے جلدی سے لینا چاہا تھا اور حضور کے پاس صرف بارہ تیرہ آدمی رہ گئے تھے اسکو بیان فرماتے ہیں کہ

تا نباید دیگراں ارزاں خرند زاں جلب صرفہ زما ایشاں برند

یعنی تاکہ کہیں ایسا نہو کہ دوسرے لوگ ارزاں خرید لیں اور اس کے لینے کی وجہ سے نفع ہم سے کچھ یہیں غرضکہ بہت لوگ چلے گئے۔

ماند پیغمبر بخلوت در نماز با دوسہ درویش ثابت پر نیاز

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو تین آدمیوں کے ساتھ تنہا نماز میں رہ گئے مراد قلیل ہے ورنہ بارہ تیرہ آدمی باقی رہے تھے

کو فت طبل لہو باز رگانیٔ چو نتاں بیرید از ربانیٔ

یعنی ایک سوداگر نے ایک طبل لہو بجایا تو اس نے تم کو ایک اللہ والے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح قطع کر دیا جیسا کہ ارشاد ہے واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما۔

قد فضضتم نحو قمح ہائما ثم خلیتم نبیا قائما

یعنی تم گیہوں کی طرف گھبرا کر چلے گئے اور نبی علیہ السلام کو کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔

بہر گندم تخم باطل کاشتند واں رسول حق را بگذاشتند

یعنی گیہوں کیلئے تخم باطل بویا اور اس رسول حق کو چھوڑ گئے۔

صحبت او خیر من لہو است و مال ہین کرا بگذاشتے چشمے بمال

یعنی آپ کی صحبت تو لہو و مال سے بہتر ہے ارے دیکھ تو تو نے کسکو چھوڑا ہے ذرا آنکھ مل۔

خود نشد حرص شمارا ایں یقیں کہ منم رزاق خیر الرازقیں

یعنی ارشاد ہوا کہ تمھاری حرص کو اسکا یقین نہوا کہ میں رزاق ہوں بہتر رزق دینے والوں کا۔

آنکہ گندم را کہ خود روزی دہد کے توکلہات را ضائع نہد

یعنی جو ذات کہ خود گیہوں کو روزی دیتا ہے وہ تمھارے توکلوں کو کب ضائع کریگا۔

از پئے گندم جدا گشتی ازاں کہ فرستادست گندم ز آسماں

یعنی گیہوں کیلئے اُس ذات سے جُدا ہو گئے جیسے کہ خود گیہوں کو آسمان سے بھیجا ہے

کمتر از بطے نیستی آخر در آب — کو ود ہر باز داعی را جواب

یعنی تو اس بط سے تو کم نہیں ہے جس نے کہ پانی میں باز داعی کو جواب دیا تھا۔ آگے اس بط کا قصہ بیان فرماتے ہیں

ایک باز کا بطوں کو پانی سے جنگل میں بلانا

باز گوید بط را کز آب خیز — تا ببینی دشتہا را قند ریز

یعنی باز بط سے کہتا ہے کہ پانی سے اُٹھ تاکہ تو جنگلوں کو قند ریز دیکھے یعنی سرسبز و شاداب دیکھے۔

بط عاقل گویدش کاے باز دور — آب ما را حصن امن است و سرور

یعنی بط عاقل اس سے کہتی ہے کہ اے باز دور ہو جا۔ پانی ہی ہمارے لئے امن و سرور کا قلعہ ہے۔

دیو چون باز آمد اے بطان شتاب — ہیں بہ بیرون کم روید از حصن آب

یعنی اے (لوگو جو کہ مشابہ) بط (کے ہو) شیطان باز کی طرح ہے تو ذرا اس قلعہ آب سے باہر مت نکلنا۔ حصن آب سے مراد معیت مع الحق یعنی ذکر حق اور معیت حق کو ترک مت کرنا اس کو ترک کیا اور مرے۔

باز را گوئید رو رو باز گرد — از سر ما دست دار اے پا مرد

یعنی باز (شیطان) سے کہدو کہ جا جا لوٹ جا ہمارے سر سے ہاتھ اُٹھا اے جوانمرد۔

ما بری از دعوت دعوت ترا — ما نوشیم ایں دم تو کافرا

یعنی ہم تیری دعوت سے بری ہیں دعوت تجھی کو نصیب ہو اور اے کافر ہم تیرے اس دم کو نہ پئیں گے یعنی تیرے بہکانے میں نہ آئیں گے۔

حصن ما را قند قندستان ترا — من نخواہم ہدیہ ات بستان ترا

یعنی قلعہ (ذکر حق) ہمارے لئے قند ہے اور قندستان تجھے مبارک ہو میں تیرے ہدیہ کو نہیں لیتا باغ تجھی کو مبارک

ہو اسی طرح تم ایسے عذر کرو وادر کندہ کہ۔

چونکہ جان باشد نیاید قوت کم ‏ ‏ چونکہ شکر ہست کم ناید علم

یعنی جبکہ جان ہو غذا کی کیا کمی اور جبکہ شکر ہو تو جھنڈے کی کیا کمی ہے لہٰذا ہم تیری اس دعوت سے معافی چاہتے ہیں آگے پھر اُس روستائی اور خواجہ کی حکایت فرماتے ہیں۔

روستائی اور خواجہ کی حکایت کی طرف رجوع

خواجہ حازم بسے عذر آوریدِ ‏ ‏ بس بہانہ کرد با دیو مرید

یعنی اس ہوشیار خواجہ نے بہت عذر کیئے اور اس سرکش شیطان سے بہت سے بہانے کیئے۔

گفت اینَدم کارہا دارم مہم ‏ ‏ گر بیایم آں نگردد منتظم

یعنی کہا کہ اسوقت مجھے بہت سے ضروری کام ہیں تو اگر میں (گانوں میں) آؤں تو وہ منتظم نہ ہونگے۔

شاہ کار نازکم فرمودہ است ‏ ‏ زانتظارم شاہ شب نغنودہ است

یعنی بادشاہ نے مجھے ایک بہت نازک کام بتایا ہے اور میرے انتظار میں وہ رات کو سویا بھی نہیں ہے۔

من نیارم ترک امر شاہ کرد ‏ ‏ من نتانم شد بر شہ روے زرد

یعنی میں امر شاہ کو ترک نہیں کر سکتا اور میں (کام نکرکے) بادشاہ کے سامنے شرمندہ بھی ہونا نہیں چاہتا۔

ہر صباح و ہر مسا سرہنگ خاص ‏ ‏ میرسد از من ہمی جوید مناص

یعنی صبح اور شام پیادہ خاص آتا ہے اور مجھسے اس کام کی انجام دہی کو تلاش کرتا ہے۔

تو روا داری کہ آیم سوے دہ ‏ ‏ تا برابرو افگند سلطان گرہ

یعنی کیا تو یہ جائز رکھتا ہے کہ میں گانوں میں آؤں اور سلطان ابرو پہ میری طرف سے گرہ ڈال دے یعنی وہ مجھسے ناخوش ہو جاوے۔ یا تجھے یہ منظور ہے۔

(۲۷۱)

بعد ازاں در روانِ خشخش چوں کنم — زندہ خود را زیں مگر مدفوں کنم

یعنی اسکے بعد اسکے خوشہ کا میں کیا علاج کروں گا بس شاید اپنے کو زندہ دفن کر دونگا۔

زیں نمط او صد بہانہ باز گفت — حیلہ ہا با حکمِ حق نفتاد جفت

یعنی اسی طرح اس نے سیکڑوں حیلے کئے مگر حکم حق کے آگے حیلے کیا چلتے اسلئے کہ ان کی قسمت میں تو وہ مصیبت لکھی تھی جو کہ آگے بیان ہوگی تو بھلا وہ کیسے چھوٹ سکتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر شود ذراتِ عالم حیلہ پیچ — با قضائے آسماں ہیچ اند ہیچ

یعنی اگر تمام ذرات عالم بھی حیلہ کرنے والے ہوں تب بھی قضائے آسمان کے آگے سب ہیچ ہیں ہیچ آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں — چوں کند او خویش را از وے نہاں

(۳۵) یعنی یہ زمین آسمان سے کب بھاگ سکتی ہے اور یہ اپنے کو اس سے کب پوشیدہ کر سکتی ہے یعنی زمین چاہے کہ آسمان سے باہر نکل جاوے کیسے ممکن ہے۔

ہر چہ آید ز آسماں سوئے زمیں — نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں

یعنی آسمان سے زمین کی طرف جو کچھ بھی آوے وہ اس سے نہ مفر رکھتی ہے اور نہ علاج اور نہ کوئی ٹھکانا۔

آتش از خورشید می بارد برو — او بہ پیشِ آتشش بنہادہ رو

یعنی خورشید سے اسپر آگ برستی ہے اور وہ اسکی آگ کے سامنے منہ رکھے ہوئے ہے۔

ور ہمی طوفاں کند باراں برو — شہر ہا را می کند ویراں برو

یعنی اور اگر بارش اسپر طوفان لاوے تو اسپر شہروں کو ویران کر دے۔

او شدہ تسلیم او ایوب وار — کہ اسیرم ہر چہ می خواہی بیار

یعنی وہ زمین اس آسمان کے تلے حضرت ایوبؑ کی طرح ہے کہ میں قیدی ہوں تو جو چاہے [illegible]

اے کہ جزو ایں زمینی سرمکش   چونکہ بینی حکم یزدان درمکش

یعنی اے وہ شخص کہ تو جزو زمین ہے سرکشی مت کر اور جبکہ تو حکم حق کو دیکھے دم مت مار۔

چوں خلقناکم شنیدی من تراب   خاک باشی جست از وے رومتاب

یعنی جبکہ خلقناکم من تراب تو نے سن لیا ہے تو خاک ہونا کافی ہے اس سے روتابی مت کر جب تم تواضع کروگے تو اسپر ثمرات مرتب ہوں گے آگے اُن کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بین کہ اندر خاک تخمے کاشتم   گرد خاکی و منش افراشتم

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے زمین میں ایک تخم بویا اُس نے خاکی کی تو میں نے ہی اسکو بلند کیا تو اسی طرح اگر تم تواضع کروگے تو تمکو حق تعالیٰ عزت دیں گے فرماتے ہیں کہ۔

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر   تا کنم بر جملہ میرانت امیر

یعنی (ایک مرتبہ تو خاک سے پیدا ہوئے ہی ہو اب) ایک مرتبہ اور خاکی اختیار کرو تاکہ میں تمکو سب امیروں کا امیر بنا دوں۔ آگے اسکے ایک مثال ہے کہ۔

(۴۸

آب از بالا بہ پستی در رود   انگہ از پستی ببالا در رود

یعنی پانی اول بلندی (یعنی آسمان) سے پستی (یعنی زمین) میں جاتا ہے اسوقت پستی سے (ڈول کے ذریعہ سے) اوپر آتا ہے اور مثال ہے کہ۔

گندم از بالا بزیر خاک شد   بعد ازاں او خوشہ چالاک شد

یعنی گندم اول اوپر سے خاک میں گیا بعد اُسکے خوشہ چالاک ہوگیا۔

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفین   بعد ازاں سرہا برآرد از زمین

یعنی ہر میوہ کا دانہ جب دفن ہوتا ہے بعد اُس کے زمین سے سر نکالتا ہے۔

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک   زیر آمد شد غذائے جان پاک

یعنی تمام نعمتوں کی اصل (یعنی پانی) آسمان سے زمین پر آئی تب جان پاک انسانی کی غذا بنی۔

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر　　گشت جزو آدمی حے دلیر

یعنی (وہ پانی) تواضع کی وجہ سے جب آسمان سے نیچے آیا تو آدمی کا جزو اور زندہ اور دلیر بن گیا۔

پس صفات آدمی شد آں جماد　　بر فراز عرش پراں گشت شاد

یعنی پھر وہ جماد آدمی کی صفات بنگئیں اور بلندی عرش پر خوش پراں ہوئی یعنی اس پانی سے نباتات اُگے انکو آدمی نے پیا تو اُس کے اندر صفات پیدا ہوئیں پھر وہ آدمی بلندی عرش پر پہونچا تو یہ پانی بھی اُنکی ساتھ ہی رہا تو دیکھو کہاں کہاں پہونچگیا اور وہ بزبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ۔

کز جہان زندہ اول آمدیم　　باز از پستی سوے بالا روم

یعنی کہ اوّل جہان زندہ (عالم غیب) سے آئے تھے پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے یعنی گردوں سے کھینچا گیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

جملہ اجزاء در تحرک در سکون　　ناطقان کانا الیہ راجعون

یعنی اجزاء عالم تمام بحالت حرکت اور سکون میں انا الیہ راجعون بول رہے ہیں اور محققین کا مذہب یہی ہے کہ انکی تسبیح بھی حالی نہیں بلکہ قالی ہے۔

ذکر و تسبیحات اجزائے نہاں　　غلغلے افگند اندر آسماں

یعنی اجزائے نہاں کے ذکر و تسبیح نے بھی آسمان میں ایک غلغلہ ڈال رکہا ہے مطلب یہ کہ بھلا جو اجسام ہیں کہ ذات جسم ہیں انکی تسبیحات تو کیوں نہ شور کریں گی چونکہ ایسے ہیں کہ وہ نہان ہیں اُن کی تسبیح نے بھی ایک غل مچا رکھا ہے حاصل یہ کہ تمام عالم تسبیح خواں ہے۔

چوں قضا آہنگ نیرنجات کرد　　روستائی شہری را مات کرد

یعنی جبکہ قضا نے نیرنگیوں کا قصد کیا تو ایک دیہاتی نے شہری کو مات کر دیا مطلب یہ کہ دیکھو جب حق تعالےٰ نے عجائبات کے دکھانے کا قصد کیا تو ایک دیہاتی کے سامنے شہری کی کچھ نہ چلی

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد　　زاں سفر در معرض آفات شد

یعنی با وجود ہزاروں ہوشیاریوں کے خواجہ صاحب ہار گئے اور اس سفر سے معرض آفات میں پڑ گئے اسلئے کہ

اعتمادش بر ثبات خویش بود گرچہ کہ بد نیم سیلش در ربود

یعنی اسکو اپنے ثبات پر اعتماد تھا تو اگرچہ وہ ایک کوہ تھا مگر ایک نیم سیل اسکو بہا لے گیا مطلب یہ کہ وہ اپنی عقلمندی اور ہوشیاری پر چونکہ نازاں تھا اسلئے اسکو مات ہوئی ورنہ اگر نظر حق تعالیٰ پر ہوتی تو ہرگز ایسا نہ ہوتا

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر عاقلاں گردند جملہ کور و کر

یعنی جبکہ قضا آسمان سے سر نکالتی ہے تو عقلمند لوگ بھی سب اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ اور قضا وہ شے ہے کہ جب اسکا ظہور ہوتا ہے تو کوئی شے اپنے قبضہ میں نہیں رہتی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

ماہیاں افتند از دریا بروں مرغ پرّان گردد از دامے زبوں

یعنی مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں اور اڑنے والا جانور جال سے عاجز ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر قطع نظر حکم قضا کے دیکھا جاوے تو کہاں وہ پرندا اور کہاں یہ دام خاکی۔

تا پری و دیو در شیشہ شود بلکہ ہاروتے ببابل در رود

(۴۶۰)

یعنی یہانتک کہ دیو و پری شیشہ میں بند ہو جاتی ہیں بلکہ ایک ہاروت بابل میں چلے جاتے ہیں اس قصہ کی طرف اشارہ تھا جو مشہور ہے اب یہ خوف ہوا کہ بس جبکہ قضا سے بچنا محال ہے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں نہ طاعت نہ گناہ سب قضا ہی کی طرف سے ہے اور اسکو کسی طرح رد نہیں کر سکتے تو اب مجبور ہونگے مولانا فرماتے ہیں کہ

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت خون او را ہیچ تربیعے نہ ریخت

یعنی سوائے اس شخص کے کہ قضا سے قضا میں بھاگا تو اسکے خون کو کسی تربیع نے نہ گرایا تربیع کہتے ہیں کسی شخص کے طالع کے دو ستاروں کا اس طرح آجانا کہ ایک سے دوسرا چوتھے خانہ میں ہو اسکو اہل نجوم منحوس کہتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ کام نہیں ہوتے مولانا فرماتے ہیں کہ جو کہ خود قضا کی طرف یعنی صاحب القضاء کی طرف متوجہ ہو جاوے اسکو تربیع ستا نہیں سکتی یعنی اسکو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

غیر آنکہ در گریزی در قضا ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا

یعنی بجز اسکے کہ قضا سے قضا میں ہی بھاگو کوئی حیلہ تمکو رہائی نہیں دے سکتا یعنی قضا سے بچنے کی یہی

تدبیر ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ لا یرد القضاء الا الدعاء سیر میں لکھا ہے کہ افلاطون نے ایکمرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر تمام آسمان کمان ہوں اور حوادث تیر ہوں اور پھینکنے والے حق تعالیٰ ہوں تو اس سے بچ کر کہاں جاوے آپنے فرمایا کہ کمان والے کے پاس جا کھڑا ہو یعنی تعلق بحق پیدا کرے تو افلاطون بولا کہ بیشک یہ علوم نبوت ہی سکتے ہیں تو بس معلوم ہوا کہ قضا سے بچنے کیلئے دعا کرو اگر قضا نہ ٹلے گی تو اس کے ضرر سے تو بچ جاوے گے چونکہ یہاں کہا ہے کہ قضا سے بچنا ممکن نہیں ہے جبکہ توجہ بحق نہ ہو آگے اسکے متعلق ایک قصہ بیان فرماتے ہیں -

شرح حبیبی

قصه اصحاب جروان خوانده	چیں [illegible]
حیله میکردند کژدم نیش چند	که برند از روزی درویش چند
شب همه شب می سگالیدند مکر	روی در رو کرده چندین عمرو بکر
خفیه میگفتند سرها آن بدان	تا نباید که خدا دریابد آن
با گل اندایده اسگالیده گل	دست کاری میکند پنهان دل
گفت الا یعلم هواک من خلق	ان ق [illegible]
کیف یغفل عن ظعین قد غدا	من یعاین این مثواه غدا
اینما قد هبطا و صعدا	قد تلاه و احصی عددا
خفیه میکردند اسرار از خدا	آں سگان جاہل از جہل و عمی

(٣١)

گوش کن اکنوں حدیث خواجہ را ۔ کو سوے دہ چوں شد و دید او جزا

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن ۔ استماع ہجر آں غمناک کن

تا چہا دید از بلا و از عنا ۔ در رہ دہ چوں شد از شہر او جدا

آں زکاتے داں کہ غمگیں را دہی ۔ گوش را چوں پیش دستانش نہی

بشنوی غمہائے رنجوران دل ۔ فاقہ جان شریف از آب و گل

خانۂ پر دود دارد پر فنے ۔ مر ورا بکشا ز اصغا روزنے

(۳۳۲) گوش تو او را چو راہ دم شود ۔ دود تلخ از خانۂ او کم شود

غمگساری کن تو با ما اے روی ۔ گر بسوئے رب اعلیٰ میروی

ایں تردد حبس و زندانی بود ۔ کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رود

ایں بداں سو آں بدیں سو می کشد ۔ ہر کسے گوید منم راہ رشد

ایں تردد عقبۂ راہ حق است ۔ اے خنک آں را کہ پایش مطلق است

بے تردد می رود بر راہ راست ۔ رہ نمی دانی بجو گامش کجاست

گام آہو را بگیر و رو معاف ۔ تا رسی از گام آہو تا بناف

زین روش بر اوج انور میروی | اے برادر گر بر آذر میروی

نے ز دریا ترس و نے از موج و کف | چون شنیدی تو خطاب لاتخف

لاتخف دان چونکه خوفت داد حق | نان فرستد چون فرستادت طبق

خوف آنکس راست کو را خوف نیست | غصه آنکس را کس آنجا طوف نیست

خواجه درکار آمد و تجهیز ساخت | مرغ عزمش سوئے ده اشتاب تاخت

اهل و فرزندان سفر را ساختند | رخت را بر گاو عزم انداختند

شادمانان و شتابان سوئے ده | که بری خوردیم از ده مژده ده (۱)

مقصد ما را چراگاه خوش است | یار ما آنجا کریم و دلکش است

با هزاران آرزو ما خوانده است | بهر ما غرس کرم بنشانده است

تا ذخیره ده زمستان دراز | از بر او سوئے شهر آریم باز

بلکه باغ ایثار راه ما کند | در میان جان خودمان جا کند

عجّلوا اصحابنا کی تربحوا | عقل میگفت از درون لاتفرحوا

من رباح الله کونوا رابحین | ان ربی لا یحب الفرحین

افرحوا هونا بما آتاکم | کل آت مشغل الهاکم

شاد از وی شو مشو از غیر وی | او بهارست و دگرها ماه دی

هر چه غیر اوست استدراج تست | گر چه تخت و ملک تست و تاج تست

شاد از غم شو که غم دام لقاست | اندرین ره سوی پستی ارتقاست

غم یکی گنجیست و رنج تو چو کان | لیک کی در گیرد این در کودکان

کودکان چون نام بازی بشنوند | جمله با خر گور هم تک می شوند

ای خران کور این سو دامهاست | در کمین این سوی خون آشامهاست

تیرها پران شده لیکن کمان | گشت پنهان از دو چشم مردمان

تیرها پران کمان پنهان و غیب | بر جوانی میرسد صد تیر شیب

گام در صحرای دل باید نهاد | زانکه در صحرای گل نبود گشاد

ایمن آباد است دل ای مردمان | حصن محکم موضع امن و امان

گلشن خرم بکام دوستان | چشمه‌ها و گلستان در گلستان

عج الی القلب و سر یا ساریه | فیه اشجار و عین جاریه

(۲)

ده مرو ده مرد را احمق کند　　عقل را بے نور و بے رونق کند

خواجه پندارد که روزی ده دهد　　این نمی داند که روزی ده دهد

قول پیغمبر شنو اے مجتبی　　گور عقل آمد وطن در روستا

هر که روزی باشد اندر روستا　　تا بماهی عقل او ناید بجا

تا بماہے احمقے در وے بود　　از حشیش ده جز اینها چه رود

وانکه ماہے باشد اندر روستا　　روزگارے باشدش جهل و عمی

ده چه باشد شیخ واصل ناشده　　دست در تقلید و حجت در زده

پیش شهر عقل کلی این حواس　　چون خران چشم بسته در خراس

این رها کن صورت افسانه گیر　　هل تو دردانه تو گندم دانه گیر

گر بدر ره نیست هین بر می ستان　　گر بدانسو نیست ره این سو بران

ظاهرش گیر ارچه ظاهر کژ بود　　عاقبت ظاهر سوے باطن رود

اول هر آدمی خود صورت است　　بعد ازاں جان کو جمال سیرت است

اول هر میوه جز صورت کے است　　بعد ازاں لذت [illegible]

(۴۳)

اولا خرگاه سازند و خرند — ترک را زان پیش مهمان آورند

صورتت خرگاه دان معنیست ترک — معنیت ملاح دان صورت چو فلک

بهر حق این را رها کن یک نفس — تا خر خواجه بجنباند جرس

خواجه و بچگان جهازی ساختند — بر ستوران جانب ده تاختند

شادمانه سوی صحرا راندند — سافروا کی تغنموا بر می خواندند

کز سفرها ماه کیخسرو شود — بی سفرها ماه کی خسرو شود

از سفر بیدق شود فرزین راد — وز سفر یابید یوسف صد مراد

روز روی از آفتابی سوختند — شب ز اختر راه می آموختند

خوب گشته پیش ایشان راه زشت — از نشاط ده شده ره چون بهشت

تلخ از شیرین لبان خوش می شود — خار از گلزار دلکش می شود

حنظل از معشوق خرما می شود — خانه از همخانه صحرا می شود

ای بسا از نازنینان خارکش — بر امید گلعذار ماه وش

ای بسا حمال گشته پشت ریش — از برای دلبر مه روی خویش

کرد آهنگر جمال خود سیاه ۔ تا که شب آید ببوسد روئے ماہ

خواجه تا شب بر دکان چار میخ ۔ زانکه سروے در دلش کردست بیخ

تاجرے دریا و خشکی می رود ۔ آن بمهر خانه شینے مے رود

هر کرا با مرده سودائے بود ۔ بر امید زنده سیمائے بود

آن درو گر رو در آورده بچوب ۔ بر امید خدمت مه روئے خوب

بر امید زنده کن اجتهاد ۔ کو نگردد بعد روزے دو جماد

هین مکن مونس خسے را از خسے ۔ عاریت باشد درو آن مونسے (۵)

انس تو با مادر و بابا کجاست ۔ گر بجز حق مونسانت را وفاست

انس تو با دایه و لاله چه شد ۔ گر کسے شاید بغیر حق عضد

انس تو با شیر و با پستان نماند ۔ نفرت تو از دبیرستان نماند

آن شعاعے بود بر دیوارشان ۔ جانب خورشید وا رفت آن نشان

بر هر آن چیزے که افتد آن شعاع ۔ تو بر آن هم عاشق آئی اے شجاع

عشق تو بر هر چه آن موجود بود ۔ آن ز وصف حق زراندود بود

چون زری با اصل رفت و مس بماند / از زری خویشتن مفلس بماند

طبع سیر آمد طلاق او بخواند / پشت بر وی کرد و دست از وی فشاند

از زر اندود صفاتش پا بکش / از جهالت قلب را کم گوی خوش

کان خوشی در قلبها عاریتی است / زیر زینت مایهٔ بی زینتی است

زر ز روی قلب در کان میرود / سوی آن کان رو تو هم کان میرود

نور از دیوار تا خور میرود / تو بدان خور رو که در خور میرود

ز این سپس بستان تو آب از آسمان / چون ندیدی تو وفا از ناودان (۶)

معدن دنبه نباشد دام گرگ / کی شناسد معدن آن گرگ سترگ

زرگمان بردند بسته در گره / می شتابیدند مغرور آن بده

همچنین خندان و رقصان می شدند / سوی آن دولاب چرخی میزدند

چون همی دیدند مرغی می پرید / جانب ده صبر جامه می درید

هر کسی کز سوی ده می وزید / گوئیا روح روان می پرورید

هر که می آمد ز ده از سوی او / بوسه می دادند خوش بر روی او

گر تو روئے یار ما را دیدۂ	پس تو جان جان ما را دیدۂ

یہاں مولانا تنبیہ تقدیر الٰہی کو ایک قصہ سے ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں تو نے اصحاب شہر ذروان
کا قصہ تو پڑھا ہی ہے پھر تو تدابیر میں پھنسکر کیوں رہگیا ہے اور تقدیر الٰہی کو کیوں پس انداز کر دیا ہے ہاں اگر تقدیر کے
تابع ہوکر تدبیر بھی کرے تو مضائقہ نہیں تقدیر کی مزاحمت میں تدبیر بیمعنی وار قصہ مذکور کی تفصیل یہ ہے کہ ذروان
کے چند مردم آزار آدمیوں نے اسکی تدبیر کی کہ فقرا کو انکی روزی سے محروم کریں اور باغ کے سارے پھل رات ہی
اپنے گھر لے آئیں ان چند آدمیوں نے رات بھر اس غریب کی بابت کمیٹی کی وہ اس طرح چپکے چپکے باتیں کرتے تھے
جیسے اس واقعہ کو خدا سے بھی چھپانا چاہتے ہوں غصہ کرنا لینی اور لینے والے کے خلاف کوئی منصوبہ گانٹھے
یا ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرے بھلا کہیں ممکن ہے ہرگز نہیں پھر ان کی اس کارروائی کا خدا سے پوشیدہ
رہنا کیونکر ممکن تھا وہ تو کہتا ہے الا یعلم من خلق یعنی ہر چیز کا پیدا کرنے والا خدا ہے اب تم بتلاؤ کہ کیا خالق
مخلوق پوشیدہ ہو سکتی ہے ہرگز نہیں پھر خدا سے کوئی چیز مخفی کیونکر ہو سکتی ہے اور وہ کیسے نہ جانیگا کہ تمہاری دعا
میں صدق ہے یا محض ظاہری خوشامد جبکہ وہ صدق اور تملق کو بھی جانتا ہے جو کیفیات قلبیہ میں سے ہیں تو
وہ مخفی گفتگو کو کیوں نہ جانیگا اور جو اسکو جانتا ہے کہ جو آج سفر کر رہا ہے کل وہ کہاں ہوگا اور کہاں وہ پستی کی طرف
اترا اور کہاں سے بلندی کی طرف چڑھا تو وہ اس چلنے والے سے کیسے غافل ہو سکتا ہے وہ تو اس کا متولی اور
اسپر ہر صورت سے قابض ہے اور اسکی ہر کیفیت اس کے احاطہ شمار میں ہے پھر اس کے غافل ہونے کیا معنی
بھلا دیکھو تو سہی یہ جاہل کتنے اپنی جہالت اور نابینائی سے اپنے راز خدا سے چھپاتے تھے لیکن وہ نہ چھپا سکے اور
خدا نے ان کی اس مشورت کے باعث باغ پر بجلی گرائی اور وہ جل بھن کر خاک سیاہ ہوگیا اور یہ پچھتے رہ گئے
رہگئے خیر یہ قصہ تو ختم ہوا اب اس امیر کا قصہ سنو کہ وہ گانوں کی طرف کیونکر چلا اور اسکو اسکی کیسی سزا ملی ...
کانوں سے غفلت کو دور کرو اور اس مبتلائے رنج و محن کے مفارقت وطن کا قصہ سنو کہ اس نے گانوں کے ...
میں اپنے شہر سے جدا ہوکر کیا کیا مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلیں جب تم اسکے قصہ کو کان لگا کر سنوگے تو ... کی
اس مصیبت زدہ کو دوگے اور تم مریض القلب لوگوں کی غموں کو اور بوجہ لذات جسمانیہ میں مبتلا ہونے کے ان کی
ارواح کی غذائے روحانی سے بھوکا ہونیکی مصیبت کو تو ضرور ہی سنا غمگین شخص کے دل کی ایسی مثال ہے جیسے
کسی کے گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو اور اس کے بیچ کا شگن لینا گویا کہ اس دھوئیں کے نکلنے کیلئے سوراخ کھول دینا ہے
پس تو اسکو سنکر اس دھوئیں کیلئے ضرور سوراخ کھول دینا جب تیرا کان اسکی بات کا راہگذر ہیگا تو یہ کڑوا دھواں
یعنی رنج اس کے دل سے کسی قدر کم ہو جاویگا۔ پھر اس نکلنا اسکا طبیب سے بھی ہو جاویگی یہانتک اب تک ... غم کی
مصیبت سننے اور اسکی غمگساری کرنے کی ترغیب تھی اب ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور
فرماتے ہیں کہ جب تجھے غمگساری کی ضرورت معلوم ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر تجھے حق سبحانہ کی راہ ... پنا اور

اس تک پہونچنا مقصود ہے تو ہم تجھے محض تیری خیر خواہی کیلئے کہتے ہیں کہ تو ہم دل جلوں کا غمگسار بن اور ہماری نصیحت
سن جو محض درد دل اور ہمدردی کی بنا پر ہے اگر تیری خیر خواہی اور تیرے ساتھ ہمدردی مدنظر نہوتی تو ہمکو اسکے
اظہار کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اسمیں اپنی تعریف کا شائبہ ہے لیکن اس ضرورت نے اس تحدث بالنعمت پر مجبور کیا
تجھے اسکے ماننے میں ضرور پس وپیش ہوگی لیکن ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ تردد بہت بری چیز ہے یہ جان کی قید
جیلخانہ ہے کہ اسکو یکسو نہیں ہونے دیتا اسمیں ایک خیال ایک طرف دل کو کھینچتا ہے اور دوسرا خیال دوسری
طرف اور ہر ایک اسکا مدعی ہوتا ہے کہ صحیح راستہ میں ہوں اور جان کے اندر ایک کی تصویب اور دوسرے کی
تخطیہ کی قابلیت ہوتی نہیں پس وہ متحیر ہوکے رہجاتی ہے نہ ادہر کی رہتی ہے نہ ادہر کی پس تمکو اس قید اور
جیلخانہ میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیئے یاد رکھو کہ تردد راہ حق کی بڑی زبردست گھاٹی ہے اگر آدمی اس سے پار ہوجائے
تو بیڑا پار ہے اور اگر اسمیں پھنس گیا تو گیا گذرا ہوا ارے وہ لوگ بڑے مزہ میں ہیں جن کے پاؤں اس بیڑی سے آزاد
ہیں یہ لوگ بے تردد اور بلا کسی کشمکش کے راہ حق پر چلتے ہیں پس اگر تجھے راہ حق معلوم نہیں ہے اسلئے تو تحقیقی طور پر
اسپر نہیں چل سکتا اور اپنی تحقیق سے خیال مزاحم کا تخطیہ کرکے تردد سے نہیں نجات پاسکتا تو کچھ دنوں کیلئے ایسے
لوگوں کی تقلید کر جو محض بے تردد ہیں اور اُن کے نقش قدم پر چل یہ نقش قدم تیرے لئے بمنزلہ ہرن کے نقش قدم
کے ہے جو نافہ مطلوب تک پہونچاتا ہے پس تو اس نقش قدم کو پکڑ لے اور بے کھٹکے چلا چل انشاء اللہ ایکدن مطلوب
حقیقی تک پہونچ جائیگا۔ اسوقت گو تجھے اسپر چلنا ناگوار ہوگا اور تو اسکو بمنزلہ آگ پر چلنے کے سمجھے گا لیکن اگر تو اس آگ
پر چلنا گوارا کریگا تو ہم تجھے بشارت دیتے ہیں کہ اسی روش کی بدولت ایک روز تو اوج انور اور اُس مقام عالی پر پہونچ
جائیگا جو نور سے لبریز ہے اور جسوقت تو نے خطاب حق لاتخف سن لیا اُسوقت تجھے نہ دریا سے خوف ہوگا نہ موج سے
نہ جھاگ سے غرض نفس الامر میں تیرے لئے کوئی خطرہ نہوگا اب ہم یہ بھی بتلائے دیتے ہیں کہ یہ خطاب کب ہوتا ہے
اور آدمی اسکو کیسے سنتا ہے پس یاد رکھ کہ یہ خطاب اُسوقت ہوتا ہے جبکہ حق سبحانہ کا خوف دل میں پیدا ہوجاتا ہے
اور اس کے سننے سے مراد ہے اس خوف سے اس خطاب معنوی پر استدلال کرنا اور وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ
خوف مثل طبق کے ہے اور یہ خوفی بمنزلہ روٹی کے اور ایک کریم کا طبق عطا کرنا دلیل ہے روٹی عطا کرنے کی
لہذا حق سبحانہ کا تمکو اپنا خوف عطا کرنا دلیل ہے تمام مہالک سے بے خوفی عطا کرنے کی اسلئے کہ خوف مہالک
تو اُسکے لئے ہے جسکو خدا کا خوف نہیں اور خون کے گھونٹ تو اُسکو پینے پڑینگے جو یہاں طلب حق میں تگ ودو
نہیں کرتا اور جسکو خدا کا خوف ہے اور جو طلب میں ساعی ہے اُسکو کیا خوف چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ الذین
یخشون ربہم بالغیب لہم مغفرۃ واجر کبیر اچھا اس ضمنی گفتگو کو چھوڑو اور قصہ سنو وہ امیر کام میں مشغول
ہوا اور سفر کی تیاری کی اور اس نے گانوں کی جانب بہت جلد روانہ ہونیکا پختہ ارادہ کرلیا اُسکے گھر کے لوگوں اور بال
بچوں نے بھی سفر کی تیاری کی اور اُن کا ارادہ بھی پختہ ہوگیا اور یہ سب خوش تھے اور گانوں جانیکی بدیں خیال جلدی
کر رہے تھے کہ اس خوشخبری دینے والے دیہاتی کے گانوں سے ہر قسم کا نفع اُٹھائیں گے اور سمجھتے تھے کہ جہاں ہم جائیں

(۸)

ہیں وہاں ہمارے لئے ایک عمدہ چراگاہ ہے اُسمیں خوب کھائیں پئیں گے اور خوب کھیلیں کودینگے کیونکہ ہمارا یار جو وہاں
ہے وہ بڑا کشادہ دست اور دل لگی کا آدمی ہے اور جس نے ہمکو بہت آرزوؤں سے بلایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ اُس نے ہمارے لئے سخاوت کا درخت بویا ہے تاکہ ہم اُس سے یہاں تک متمتع ہوں کہ گانوں سے آسمان جانے
تک کا سامان شہر میں لے آئینگے بلکہ وہ تو باغ ہی کو ہماری راہ پر قربان کردیگا اور وہاں پہونچنے کی خوشی میں اُسکو
ہمارے حوالہ کردیگا اور اپنے دل میں ہمکو جگہ دیگا یارو جلدی چلو کہ یہ نفع جلدی حاصل ہو وہ تو یہ خیال خام پکا کر
خوش ہو رہے تھے اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ بس زیادہ نہ اتراؤ اس نفع پر لات مارو اور حق سبحانہ کے منافع
سے منتفع ہو کہ حقیقی منافع وہی ہیں حق سبحانہ دنیوی نعمتوں پر اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے ہاں جو نعمتیں حق
سبحانہ نے تمکو عطا کی ہیں یا آئندہ عطا کریں اُن پر اعتدال کے ساتھ خوش ہو اعتدال کی اسلئے ضرورت ہے
کہ ہر نعمت کے اندر ایک ضرر کا پہلو بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ تمکو اپنے اندر مشغول کرکے حق سبحانہ سے غافل کرسکتی ہے لہذا
اس پہلو کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے اور فرحت محضہ میں مصروف نہ ہونا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ وہ حق سبحانہ ہی ہیں
جنکے ملنے پر فرحت محضہ ہونی چاہئے اور کوئی ایسی شے نہیں۔ لہذا کامل خوشی تمکو اسی کے ملنے کی ہونی چاہئے اور
کسی کے ملنے پر فرحت تامہ نہ ہونی چاہئے۔ اسلئے کہ وہ بہار کے مشابہ ہے اور دیگر اشیاء مانند خزاں کے کہ اس سے
طرح طرح کے ثمرات منافع اور خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور اوروں سے رنج و غم ضرر و نقصان۔ اسکے علاوہ جتنی چیزیں
ہیں خواہ بادشاہت اور تخت و تاج ہی کیوں نہو سب ذریعہ امتحان ہیں اور ان سے حق سبحانہ کو بندوں کی آزمایش اور
اُنکی استعداد مخفیہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ ہمسے زیادہ محبت کرتا ہے یا ان چیزوں سے لہذا کوئی چیز بھی خوشی کے قابل
نہیں پس اگر حق سبحانہ کا غم محبت نصیب ہو تو وہ خوش ہونیکی چیز ہے کیونکہ اور سب غم مار ڈالنے والے ہیں لیکن یہ غم
جالب بقا ہے اور اس سے حیات ابدی اور فرحت سرمدی حاصل ہوتی ہے تمکو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ غم حیات ابدی و
فرحت سرمدی کا سبب کیونکر ہوسکتا ہے لیکن تمکو یقین کرنا چاہئے کہ واقعی یہاں کی یہی حالت ہے۔ اور یہاں
پستی ہی میں بلندی ہے تم جتنے پست ہوگے اتنے ہی اوپر جاؤگے یاد رکھو کہ تمھارا مطلق رنج ایک کان زر ہے اور
اسکا ایک حرف ایک خزانہ لیکن اُسکو وہی سمجھ سکتا ہے جسنے آزمایا ہو اور تم جو لونڈوں کی طرح ناتجربہ کار ناقص العقل اور
مبتلائے لہو و لعب ہو تمھارے دلکو یہ بات نہ لگیگی کیونکہ تمھاری حالت تو بالکل بچوں کی سی ہے جسطرح بچوں کی حالت
ہوتی ہے کہ جہاں اُنھوں نے کھیل کا نام سنا اور گورخر کی طرح دوڑ پڑے یوں ہی تم بھی خیالی خوشی کے لئے دوڑے
چلے جارہے ہو لیکن ہم تمھیں متنبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اندھے گدھو کدھر چلے جارہے ہو وہاں بہت سے جال
لگے ہوئے اور اس طرف بہت سے خون آشام چھپے ہوئے ہیں لوٹو ورنہ ہلاک ہوجاؤگے آگے فرماتے ہیں کہ لوگوں کی
غفلت کی وجہ یہ ہے کہ تیر حوادث تو چل رہے ہیں لیکن کمان قضا لوگوں کی نظروں سے مخفی ہے اسلئے وہ اُن کو خاطر
میں نہیں لاتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کسی قادر انداز تیر افگن کے چلائے ہوئے ہیں تیر حوادث کے چلنے اور کمان کے
مخفی ہونیکی ایسی مثال ہے جیسے بڑھاپے کے تیر جوانی پر چلتے ہیں کہ یہاں بھی تیر چل رہے ہیں اور کمان مخفی ہے

(۹)

دن بدن قوی کے اندر اضمحلال آتا جاتا ہے اعضا کمزور ہوتے جاتے ہیں صحت کے اندر نقصان آتا جاتا ہے اور یہ تمام آثار ہیں بڑھاپے کے لیکن بڑھاپا ابھی ظاہر نہیں جب یہ معلوم ہو چکا تو اب تمکو صحرائے گل کے سفر کو چھوڑنا چاہیے اور صحرائے دل کے سفر میں مشغول ہونا چاہیے اور اسکی صفائی میں منزلیں طے کرنا چاہیے کیونکہ صحرائے گل سے بمشکل حل ہوگی لوگو تمہیں دل کی حقیقت معلوم نہیں یہ وہ بستی ہے جہاں کوئی خطرہ نہیں اور ایک مضبوط قلعہ اور نہایت امن وامان کی جگہ ہے پس اے گانوں کے باغ کے طالبو یہ شاداب باغ جو اہل اللہ کو ملا ہے چشمہائے معرفت کا معدن اور گلہائے رنگارنگ حقائق ومعارف سے پھٹا پڑتا ہے تم اسکی سیر کو آؤ اسمیں واردات غیبیہ کے اشجار قائم ہیں اور فیوض ربانی کے چشمے جاری ہیں گانوں جاکر کیا لوگے گانوں جانے میں علاوہ اور نقصانات کے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اسمیں جاکر آدمی احمق ہوجاتا ہے نہ اسکی عقل میں نور رہتا ہے نہ رونق تم گانوں اسلیئے جاتے ہو کہ گانوں کو روزی دینے والا سمجھتے ہو لیکن تم یہ نہیں سمجھتے کہ روزی دینے والا ارزاق عالم ہے پس تم جانیکے ارادہ کو فسخ کرو اور گانوں کے باغ کو چھوڑو اور گلشن قلب اہل اللہ کی طرف آؤ دیکھو وہاں جاکر تمھاری رہی سہی عقل بھی جاتی رہے گی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو گانوں میں رہتا ہے اسکی عقل ماری جاتی ہے اور وہ کور مغز اور کودن ہو جاتا ہے جو شخص ایک دن گانوں میں رہ لیتا ہے ایک مہینے تک اسکی عقل ٹھکانے نہیں ہوتی بلکہ ایک مہینے تک حماقت اسکے اندر موجود رہتی ہے بات یہ بھی ہے کہ کودن پن و حماقت کے سوا گانوں کے گھاس پات سے اور کوئی بات چل ہی کیا سکتی اور جو شخص ایک مہینہ تک گانوں میں رہتا ہے اسکی جہالت وکوری ایک عرصہ دراز تک باقی رہتی ہے تم جانتے ہو کہ اس گفتگو سے ہمارا اصلی مقصد کیا ہے وہ یہ ہے کہ مشائخ دو قسم کے ہیں بعض مشابہ ہیں گانوں سے اور بعض مشابہ ہیں شہر سے جو گانوں سے مشابہ ہیں وہ مشائخ ہیں جو قال تو رکھتے ہیں مگر حال نہیں رکھتے وہ محض علوم ومعارف کو استدلالی طور پر جانتے ہیں مگر واصل نہیں ہیں لہذا وہ بمنزلہ مقلد کے ہیں ایسے لوگوں سے سالکین کو بچنا چاہیئے کیونکہ جو مشائخ محقق اور صاحب عقل کلی مشابہ بشہر ہیں انکی عقل کل کے سامنے ان ناقصین کے حواس ایسے ہی ہیں جیسے گدھوں کی آنکھیں باندھکر گدہا چکی میں جوت دیا جاوے پس جسطرح وہ اٹکل پچو چلتے ہیں یونہی یہ بھی چلتے ہیں وہاں بصارت نہیں یہاں بصیرت نہیں اسکے بعد فرماتے ہیں کہ اچھا میاں اگر یہ دقائق تیری سمجھ میں نہیں آتے اور حقیقت تک تیری رسائی نہیں تو لے ہم صورت قصہ ہی تجھے سناتے ہیں تو ان موتیوں کو چھوڑ اور گیہوں ہی کے واسطے اگر موتیوں تک تیری رسائی نہیں نہ سہی ہم تجھے گیہوں ہی کے دانے دیتے ہیں وہی لے اور اگر تو حقیقت کی طرف نہیں چلتا نہ سہی صورت ہی کی طرف چل اور ظاہر افسانہ ہی سن ظاہر اگرچہ فی نفسہ ٹھیک نہیں لیکن اس حیثیت سے وہ بھی اچھا ہے کہ مفضی الی الباطن ہے اور اول ظاہر ہوتا ہے اسکے بعد باطن اور حقیقت ومعنی حاصل ہوتے ہیں مثلاً آدمی اولاً ایک گوشت کا لوتھڑا اور صورت تھا مگر اسکے بعد اسمیں جان پڑگئی جو جان سیرت ہے نیز ہر میوہ اولاً صورت ہوتا ہے اسکے بعد اسمیں مزہ پیدا ہوتا ہے جو اسکا معنی اور حقیقت ہے علی ہذا اولاً خیمہ قائم کرتے ہیں اسکے بعد کسی بڑے شخص مثلاً ترک کو اسمیں مہمان رکھتے ہیں پس خیمہ جو کہ اول تھا صورت ہے اور ترک جو بعد ہے وہ اسکا معنی

اور مقصود نیز معنی ایسے ہیں جیسے ملاح اور صورت ایسی ہے جیسے کشتی پس جس طرح ملاح بحیثیت ملاح ہونیکے بغیر کشتی کے نہیں ہو سکتا یوں ہی معنی بدون صورت کے نہیں ہو سکتے اور جس طرح اول کشتی ہوتی ہے پھر ملاح یوں ہی اول صورت ہوتی ہے پھر معنی لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ صورت میں افضاء الی المعنی کی وجہ سے حسن آیا ہے پس اگر کہیں صورت ہی مقصود ہو اور وصول الی المعنی مدنظر نہ ہو تو اسمیں کوئی خوبی نہیں اب سامع گھبرا کر کہتا ہے کہ خدا کیلئے تھوڑی دیر کیلئے بیان حقائق کو چھوڑیئے اور امیر کے گدھے کو گھنٹی بجانے دیجئے یعنی وہ بیچارہ تیار کھڑا ہے لیکن چل نہیں سکتا ذرا چلا دیجئے تاکہ وہ بھی کہ چلنے میں گھنٹی بجے پس مولانا مخاطب کی درخواست کو منظور فرما کر فرماتے ہیں کہ اچھا سنو امیر اور اسکے بال بچے تیاری کرکے اور گھوڑے پر سوار ہو کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے وہ خوش خوش جنگل کی جانب گھوڑے بڑھاتے جاتے تھے اور سافروا کے نغمے گاتے یعنی سفر کرو تاکہ تم دولت لوٹو کہتے جاتے تھے اور سفر کے فضائل بیان کرتے تھے کہ سفر ہی سے آدمی کیخسرو (بادشاہ اور دولتمند) ہوتا ہے اور بدون سفر کے چاند خوشرو اور مہ کامل نہیں بنتا سفر سے پیادہ شطرنج فرزین بنجاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام کو سیکڑوں مرادیں حاصل ہوئیں ان خیالات کی بنا پر وہ سفر کر رہے تھے اور دن بھر دھوپ میں اپنا منہ جلاتے تھے اور رات کو ستاروں کی رہنمائی پر چلتے تھے وہ برا رستہ ان کی نظر میں خوشنما ہو گیا تھا اور گاؤں پہونچنے کی خوشی میں وہ رستہ باوجود مکروہ ہونے کے بہشت کی طرح مرغوب ہو گیا تھا اور ایک مکروہ شے کا مرغوب ہو جانا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ شیریں لبوں کے منہ سے جو ناگوار بات نکلتی ہے یا اور کوئی کڑوی شے ان سے حاصل ہوتی ہے وہ پسندیدہ ہو جاتی ہے گلزار کی بدولت خار بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے معشوق اگر حنظل دے تو وہ چھوہارے کی مانند لذیذ ہو جاتا ہے بیوی اگر ساتھ ہو تو جنگل گھر بنجاتا ہے ارے دیکھو بہت سے نازنین اور نازک بدن اپنی گلعذار اور ماہوش محبوبہ کیلئے خوشی سے مصائب جھیلتے ہیں اور بہت سے حمالوں کی پیٹھ اپنی عمرو دلبر کی بدولت زخمی ہو جاتی ہے لوہار نے محض اسلئے کہ رات کو آکر اپنی چاندسی بیوی کا منہ چومے گا اپنے حسن و جمال کو برباد کرکے دھوئیں سے اپنا منہ کالا کر لیا ہے ایک شخص اپنے کو دوکان کا پابند کر دیتا ہے اور وہاں سے ٹل نہیں سکتا کیوں محض اسلئے کہ ایک سرو قد بیوی نے اسکے دل میں جگہ کر رکھی ہے ایک تاجر زمین کا گز بن گیا ہے اور تری و خشکی کو روند ڈالا ہے یہ سفر وہ ایک خانہ نشین بیوی کی محبت میں کر رہا ہے غرض کہ ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ کسی مطلوب کی تحصیل کیلئے ناگوار شے کا گوارا اور مکروہ کا مرغوب ہو جانا کچھ بعید نہیں اب تم اس سے ایک اور بھی نتیجہ نکالو وہ یہ کہ جسکو کسی بیجان شے سے تعلق ہے وہ بھی زندہ نما کیلئے ہے مثلاً بڑھئی جو لکڑی کی درستی میں مصروف ہے وہ اسلئے کہ اسکے ذریعہ سے ایک دلکش مہ روکی خدمت کریگا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تمکو سمجھنا چاہیئے کہ حقیقی زندہ حق سبحانہ کے سوا کوئی نہیں اسکے سوا جتنے زندہ ہیں وہ زندہ نہیں بلکہ زندہ نما ہیں پس ہر شخص کو اسی کے وصال کیلئے اور اسی کی خدمت و اطاعت کیلئے جدوجہد کرنی چاہیئے کیونکہ اور تو چند روز کے بعد مردہ ہو جائیں گے مگر وہ ہمیشہ زندہ رہیگا۔ لہذا حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز بھی دل لگانیکے قابل نہیں پس تم اپنی پست ہمتی سے کسی ذلیل کو مونس نہ بناؤ اسلئے کہ اسکی مونسی صرف چند روزہ ہے بلکہ حق سبحانہ سے دل لگاؤ جسکی مونسی ابدی ہے دیکھو سب سے زیادہ ماں باپ تمہارے مونس تھے اور سب سے بڑھکر تمکو

(۱۱)

تمکو اُن سے انس تھا لیکن بتاؤ کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کے ساتھ بھی انس قائم رہ سکتا ہے تو وہ تمھارا انس آج کہاں گیا نیز اگر کوئی خدا کے سوا بھی دائمی طور پر معین و مددگار بن سکتا ہے تو بتاؤ تمھاری مددگار دایہ اور غلام کہاں ہیں اور اُنکے ساتھ جو تمکو انس تھا وہ کہاں ہے پس معلوم ہوا کہ حق کے سوا کسی کی ساتھ انس قائم نہیں رہ سکتا علی ہذا القیاس نفرت کی بھی یہی حالت ہے مثلاً شیر و پستان سے تمکو کس درجہ انس تھا لیکن آج نہیں اور مکتب سے تمکو کس بلا کی نفرت تھی مگر اب نہیں اب اسکی وجہ پر غور کرو کہ تمکو انس کیوں ہوا تھا اور کیوں زائل ہو گیا اصل وجہ یہ ہے کہ مصنوعات کی مثال ایسی ہے جیسے دیوار اور حق سبحانہ کی مثال ایسی ہے جیسے خورشید اور یہ مثال محض تقریب کیلئے ہے ولله المثل الاعلےٰ پس جسطرح دیوار کی روشنی آفتاب کا پرتو ہوتی ہے اور بالآخر آفتاب کی طرف منجذب ہو جاتی ہے یونہی مصنوعات کے کمالات حق سبحانہ کا ظل ہیں اور ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتے ہیں پس تمھاری مونس اشیاء کے کمالات بھی ظل و پرتو کمالات حق سبحانہ تھے اُن کی بنا پر تمکو انس ہوا تھا اور بعد کو وہ حق سبحانہ کی طرف راجع ہو گئے تو انس بھی جاتا رہا غرض جس چیز سے تمکو محبت ہوتی ہے اسکا منشا وہی پرتو ہے جب وہ پرتو کسی شے پر پڑتا ہے تو تم اسیر عاشق ہو جاتے ہو اور جس موجود سے تمکو عشق ہوتا ہے وہ کمال حق سبحانہ کے پرتو سے مثل ملمع کی ہوئی شے کے ہوتی ہے اور جب وہ پرتو اور ملمع اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور وہ خالص تانبا رہ جاتی ہے اور اپنی ملمع سے خالی ہو جاتی ہے تو اسوقت اُس سے تمھارا جی بھر جاتا ہے اور تم اسکو دھتا بتاتے ہو اور اُس سے منہ پھیر لیتے اور دست بردار ہو جاتے ہو پس اس بنا پر تمھارا فرض یہ ہے کہ اسکے ملمع کی ہوئی صفات سے تعلق منقطع کر دو اور جہالت سے کھوٹے کو کھرا نہ کہو اسلئے کہ ان کھوٹوں کے اندر جو کھرا پن ہے وہ چند روزہ ہے اور انکی زینت کے تحت میں انتہائی بھدا پن چھپا ہوا ہے اور یہ جو ملمع ہے یہ بھی قائم نہ رہیگا بلکہ ایکروز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جائیگا اسلئے تمکو بھی اُس اصل کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے جسکی طرف وہ راجع ہوتا ہے یاد رکھو کہ یہ نور اس دیوار پر قائم نہ رہیگا بلکہ اپنی اصل یعنی آفتاب حقیقی کی طرف راجع ہوگا ایسی حالت میں تمھارا فرض یہ ہے کہ تم بھی خورشید ہی کی طرف متوجہ ہو کیونکہ مناسب یہی ہے اور دیوار پر عاشق ہو جانا بالکل نامناسب اور نازیبا ہے اس کے بعد ہم دوسرے عنوان سے تمکو سمجھاتے ہیں دیکھو مخلوق میں جو کمالات ہیں اُن کی مثال پرنالے کے پانی کی سی ہے اور حق سبحانہ کے کمالات کی مثال آب بارش کی سی ہیں جب تم یہ دیکھتے ہو کہ پرنالہ ہماری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خود محتاج ہے بارش کا تو تمکو آسمان سے پانی لینا چاہیئے یعنی کمالات حق سبحانہ کو اختیار کرنا چاہیئے یاد رکھو کہ جب بھیڑیوں کو پھانسنے کیلئے جال لگایا جاتا ہے تو اُسمیں ایک دنبہ باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اسکو دیکھکر اُسمیں پھنس جاوے لیکن وہ دنبہ کی اصلی جگہ نہیں ہوتی۔ لیکن بھیڑیا اسکو تو سمجھتا نہیں اور اسکے لالچ میں پھنس جاتا ہے یونہی کمالات مخلوق اپنی اصلی جگہ نہیں ہیں بلکہ وہ عارضی اور ذریعہ امتحان ہیں لیکن لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے اور ان پر فریفتہ ہو کر دام شیطانی میں پھنس جاتے ہیں جب یہ سُن چکے تو اب اصل قصہ سنو وہ بیوقوف گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور حصول منافع کو اتنا ہی یقینی سمجھتے تھے جیسا کہ اشرفیاں گرہ میں بندھی ہوئی ہیں اور اس بنا پر ان کا

(۱۲)

حصول یقینی ہے غرض وہ اسی طرح خوش خوش اور شاداں و فرحاں جارہے تھے اور اس رہٹ کی طرف جگر کھا رہے تھے انکی بیتابی کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی پرندہ گاؤں کی طرف اوڑتا تھا تو بیتاب ہو کر کپڑے پھاڑ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی طرح ہم اس سے پہلے پہونچ جائیں اور اسقدر شغف بڑھا ہوا تھا کہ گاؤں کی طرف سے آنے والی صبا سے انکی جان میں جان آتی تھی اور جو شخص گاؤں کی طرف سے آتا ہوا ملتا تو فرط محبت سے اسکی پیشانی پر بوسہ دیتے اور کہتے کہ تو نے ہمارے یار کو دیکھا ہے تو گویا کہ ہماری جان کی جان کو دیکھا ہے۔

شرح شبیری

قصہ اصحاب ضروان کا اور اُن کے اس حیلہ کرنے کا کہ فقیروں کو دیئے ہوئے میوے توڑ لاویں

قصۂ اصحاب ضروان خواندہ ۔ پس چرا در حیلہ جوئی ماندہ

(۱۴)

یعنی اصحاب ضروان کا قصہ تم نے (قرآن میں) پڑھا ہے پھر حیلہ جوئی کے اندر کیوں رہے ہوئے ہو ضروان ایک گاؤں کا نام ہے یمن میں ان کا قصہ قرآن شریف میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص تھا وہ اپنے باغ میں سے فقراء کو بھی میوے دیا کرتا تھا اور زیادہ حصہ ان ہی لوگوں کو دیتا تھا جب وہ مرگیا تو اسکی اولاد نے اسکو لغو سمجھا مگر چونکہ ایک عادت پڑ رہی تھی تو سمجھے کہ اگر صبح کو توڑنے کے واسطے گئے تو فقراء جمع ہو جاوینگے اسلئے خوب سویرے سے توڑنے چلے تاکہ سویرے ہی لا کر گھر میں بھر لیں چونکہ رات سے قصد تھا اور حق تعالیٰ کو علم تھا ہی لہذا رات کو ایک بجلی آئی اور باغ جلکر خاک سیاہ ہو گیا تو دیکھو انھوں نے مقابلہ تقدیر کا کرنا چاہا تھا مگر اس کے سامنے عاجز رہے اور سارا مال کھو بیٹھے اس قصہ کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

حیلہ میکردند کژدم نیش چند ۔ کہ برند از روزیٔ درویش چند

یعنی چند بچھو جیسے ڈنک والے لوگ حیلہ کر رہے تھے تاکہ چند درویشوں کی روزی لیجاویں۔

شب ہمہ شب می سگالیدند مکر ۔ روئے در رو کردہ چندیں عمرو بکر

یعنی رات کو ساری رات وہ مکر سوچ رہے تھے کئی ایک عمرو بکر منہ سے منہ ملائے ہوئے یعنی آہستہ آہستہ۔

خفیہ میگفتند سرہا آں بداں تا نباید کہ خدا دریابد آں

یعنی وہ بدلوگ خفیہ اسرار بیان کر رہے تھے (گویا کہ یہ سمجھتے تھے) کہ کہیں خدا نہ سن لے یعنی ان کی حالت ایسی تھی کہ گویا کہ وہ یہ سمجھ رہے تھے ان کی ایسی مثال تھی جیسے کہ۔

بارگل اندیشیدہ اسگالید گل دست کارے می کند پنہاں ز دل

یعنی مٹی گوندھنے والے کیساتھ مٹی (امور مخالف) سوچے یا ہاتھ کوئی کام دل سے پوشیدہ کرکے کرنا چاہے تو کسی طرح نہیں ہوسکتا اسی طرح ان کے یہ اسرار حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہ رہتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کیف لا یعلم ہواک من خلق ان فی نجو الصدق امر ملق

یعنی جس نے کہ تجھے پیدا کیا ہے وہ تیری خواہشوں کو کس طرح نہ جان لیگا کہ آیا تیری سرگوشی میں صدق ہے یا دغا ہے۔

کیف یغفل عن ظعین دغلا من یعاین این مثواہ غدا

یعنی مسافر خوش سے وہ شخص کس طرح غافل ہوسکتا ہے کہ اسکے ٹھکانہ کو آج ہی دیکھ رہا ہے کہ کل کہاں ہے مطلب یہ کہ جسکو مسافر کے سفر اور قیام گاہ سے سب سے پہلے ہی خبر ہے وہ بھلا اس سے غافل ہوسکتا ہے ہرگز نہیں وہ تو اسکی ساری نشست و برخاست سے واقف ہوگا تو اسی طرح حق تعالیٰ ہماری ساری باتوں سے واقف ہیں ان سے پوشیدہ ہوکر کہاں جاویں گے۔

(۱۴)

اینما قد ہبطا و صعدا قد تولاہ و احصی عددا

یعنی وہ مسافر جہاں اترا ہے اور جہاں چڑھا ہے وہ خبردار اسکے پیچھے ہے اور اسکے تمام حالات کو احصا کئے ہوئے ہوتا ہے۔

خفیہ میکردند اسرار از خدا آں سگان جاہل از جہل و عمے

یعنی وہ کتے جاہل اپنے جہل و اندھے پن کیوجہ سے اسرار کو حق تعالیٰ سے پوشیدہ کرتے تھے یعنی ان کی ظاہر حالت سے ایسا معلوم ہوتا تھا مگر آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قضاء و قدر پر غالب نہ آسکے بلکہ وہی غالب رہی اس قصہ کو یہیں ختم کرکے آگے پھر خواجہ صاحب کی خبر لیجاتی ہے فرماتے ہیں کہ۔

گوش کن اکنوں حدیث خواجہ را کو سوے دہ چوں شد و دید او جزا

یعنی اب ذرا خواجہ کی بات سنو کہ وہ گاؤں میں کس طرح گیا اُسنے کس طرح بلا پایا۔

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن ۔ استماعِ ہجر آں غمناک کن

یعنی کان کو اب غفلت سے پاک کرکے اُس غمناک کی مصیبت کو سنو۔

تا چہا دید از بلا و از عنا ۔ در رہِ دہ چوں شد از شہر او جدا

یعنی تاکہ (معلوم ہو کہ) اُسنے کیا کیا بلا اور مصیبت گاؤں کے رستہ میں دیکھی جبکہ وہ شہر سے جدا ہوا آگے فرماتے ہیں کہ ہم جو تمکو اسکے سننے کی ترغیب دے رہے ہیں یہ فضول نہیں ہے بلکہ اسکے اندر بھی فائدہ اور ثواب ہیں اسلئے کہ جب تم غمگین کی داستان سنوگے تو اسمیں یہ فائدہ ہوگا کہ اُسکا دل ہلکا ہو جاویگا اور وہ تنگی اُسکے قلب سے دور ہو جاویگی تو اسمیں ایک تو تطییب قلب مومن ہے دوسرے یہ فائدہ ہے کہ اگر اس غم کے زائل ہونے سے اُسکا قلب بشاش ہوا اور اسکی وجہ سے اُسکو مشغولی بحق ہو گئی تو چونکہ اسکے سبب تم ہوئے ہو لہذا ماجور ہوگے لہذا ضرور کہ غمگین کی بات کو غور سے سنو آگے مولانا تھوڑی دور تک اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

(۱۵) تازہ کا تے داں کہ غمگیں را دہی ۔ گوش را چوں پیشِ دستانش نہی

یعنی تم جو غمگین کی داستان پر کان رکھ رہے ہو اور سن رہے ہو اسکو یوں سمجھو کہ زکوٰۃ دے رہے ہو۔

بشنوی غمہائے رنجوران دل ۔ فاقہ جان شریف از آب و گل

یعنی رنجور دلوں کے غموں کو سنو جنکی جان شریف کو آب و گل سے فاقہ ہے یعنی اُن کو جو اس آب و گل میں پھنسنے کی وجہ سے اور تردداّت میں ابتلار کی وجہ سے جان شریف کی اصل غذا نہیں ملتی اسلئے وہ رنجور ہیں تو تمسے اگر وہ بیان کریں انکی بات سنلو کہ وہ اس سے سبک دل ہو جاوینگے اور پھر مشغول بحق ہونگے تو تم اسکے سبب ہوگے اور ماجور ہوگے انکی یہ حالت ہے کہ۔

خانۂ پر دود دارد پُر فنے ۔ مر ورا بکشا ز اصغا روزنے

یعنی ایک پُرفن ایک گھر دھوئیں سے بھرا ہوا رکھتا ہے تو تم اُسمیں کان لگا نیکا ایک روزن کھولدو مطلب یہ کہ اُسکا قلب جو گھٹ رہا ہے اُسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو تو اگر اُس گھر میں ایک روشندان لگا دیا جاوے تو وہ سارا دھواں نکل جاوے اسی طرح اگر تم اُسکی ساری داستان سن لوگے تو ایسا ہوگا گویا کہ تمنے ایک روزن اُس کے قلب میں لگا دیا اور وہ سارا غبار اُس سے نکل گیا سبحان اللہ خوب مثال ہے

گوش تو او را چو راه دم شود　　دود تلخ از خانۂ او کم شود

یعنی تمہارا کان اُسکے لئے سانس کا رستہ ہو جاویگا اور وہ تلخ دھواں اُسکے گھر میں سے کم ہو جاویگا یعنی تمہارا سن لینا جب کہ روشن دان کی طرح ہے تو تمہارا کان اُسکے سانس لینے کا روزن ہو جاویگا اور اُسکا قلب بہت ہلکا ہو جاویگا اور پھر وہ مشغول بحق ہوگا تو اُس سبب سے کا ثواب تمہیں بھی ملیگا اب آگے شیخ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

غمگساری کن تو با ما اے روی　　گر بسوئے رب اعلامی روی

یعنی اے سیراب اگر تو حق تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے تو ہماری بھی غمگساری کر اور ہماری بھی خبر لے۔

این تردد حبس و زندانے بود　　کو نہ بگذارد کہ جان سوئے رود

یعنی یہ تردد ایک حبس اور زندان ہے جو کہ جان کو ایک طرف ہونے نہیں دیتا۔

این بدین سو و آن بدان سو می کشد　　ہر کسے گوید منم راہ رشد

یعنی ایک اس طرف کو اور دوسرا اُس طرف کو کھینچ رہا ہے اور ہر ایک کہہ رہا ہے کہ میں راہ ہدایت ہوں چونکہ تردد میں تو یہی ہوتا ہے کہ دونوں طرف دل ہوتا ہے اسلئے کہتے ہیں کہ دل اِدھر ہوتا ہے نہ اُدھر بس بیچ میں ڈانواں ڈول ہے خبر لو۔

این تردد عقبۂ راہ حق است　　اے خنک آن را کہ پایش مطلق است

یعنی یہ تردد راہ حق کی گھاٹی ہے اور وہ شخص اچھا ہے جسکا پاؤں ان سے چھوٹا ہوا ہے یعنی جسکو کہ ترددات نہیں ہیں وہی اچھا ہے اور اُنکی یہ حالت ہے کہ۔

بے تردد می رود بر راہ راست　　رہ نمی دانی بجو گامش کجاست

یعنی وہ راہ راست پر بے تردد کے چلا جا رہا ہے تو اگر تو راہ نہیں جانتا تو اُسکا نشان قدم تلاش کرے کہ کہاں ہے مطلب یہ کہ جو علائق اور ترددات سے چھوٹا ہوا ہے بس وہ سیدھے راستہ پر بے تکلف چلا جا رہا ہے تو اگر تمکو خود بصیرت نہیں ہے تو اس راست رو کا اتباع ہی کرو کہ اسی طرح منزل مقصود تک پہونچ جاؤ گے آگے اسکی ایک مثال ہے کہ

گام آہو را بگیر و رو معاف　　تا رسی از گام آہو تا بناف

یعنی گام آہو کو پکڑ لو اور عافیت کے ساتھ چلے جاؤ تاکہ تم گام آہو سے نافہ تک پہونچ جاؤ مطلب یہ کہ اگر تمکو نافہ کی تلاش ہے اور اسکے متلاشی ہو تو آہو کے نشان قدم پر چلے چلو اسی سے تمکو نافہ مل جاویگا تو اسی طرح ان حضرات کے اتباع سے تمکو دولت عقبیٰ حاصل ہو جاوے گی۔

زین روش بر اوج انور میروی ای برادر گر بر آذر میروی

یعنی اس چال سے اوج انور تک چلے جاؤ گے اے بھائی اگرچہ آگ پر چل رہے ہو مطلب یہ کہ اگرچہ اسوقت مجاہدہ و ریاضت کرنا گویا آگ پر چلنا ہے مگر اسی سے تمکو اوج انور کی روش حاصل ہو جاویگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

نے ز دریا ترس نے از موج و کف چون شنیدی تو خطاب لاتخف

یعنی نہ دریا سے ڈرو اور نہ موج و کف سے جبکہ تمنے لاتخف کا خطاب سن لیا ہے مطلب یہ کہ جبکہ تم کو حق تعالیٰ کی طرف سے لاتخف کا خطاب ہے پھر تم کیسی شے سے کیوں ڈرتے ہو اور خطاب لاتخف اس طرح ہے کہ ارشاد ہے کہ ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون اور جو کہ اولیاء کا دوست ہو اور ان کا محب ہو وہ بھی اسی میں داخل ہے لہذا ہر شخص کو لاتخف کا خطاب ہو گیا لیکن مولانا اسکو اور طرح سے بھی بیان فرماتے ہیں کہ

لاتخف دان چونکہ خوفت داد حق نان فرستد چون فرستادت طبق

یعنی جبکہ حق تعالیٰ خوف دیں تو تم لاتخف سمجھو اسلئے کہ جب طباق بھیجا ہے تو روٹی بھی بھیجیں گے مطلب یہ کہ جب تمکو خوف ہو تو سمجھ لو کہ اب خطاب لاتخف ہو رہا ہے اسلئے کہ ایسی مثال سمجھو کہ جیسے جب آقا طبق بھیجتا ہے تو روٹی بھی دیتا ہے تو جب تمکو خوف دیا ہے تو اسکے اندر خطاب لاتخف بھی ضرور ہے۔

خوف آنکس راست کو را خوف نیست غصہ آنکس را کش اینجا طوف نیست

یعنی خوف تو اسکو ہے جسے (یہاں) خوف نہیں ہے اور غصہ اسکے لئے ہے جسکو کہ اس جگہ سرگشتگی نہیں ہے مطلب یہ کہ جسکو دنیا میں خدا کا خوف نہیں ہے اسکو آخرت میں خوف ہوگا اور جو کہ یہاں خوف میں ہیں وہ انشاء اللہ وہاں خوش اور بے خوف ہوں گے خیر چونکہ اوپر کہا تھا کہ خواجہ کا قصہ بیان کرینگے تو آگے ان کا قصہ بیان کرتے ہیں اور یہ بیچ میں اور مضمون کچھ مناسبات سے آگیا تھا۔

خواجہ کا گانوں کی طرف مہمانی کے لئے روانہ ہونا

خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت مرغ عزمش سوئے دہ اشتاب تاخت

یعنی میاں نے کام شروع کیا اور سامان کیا اور انکا ارادہ کا جانور گانوں کی طرف جلدی چلا یعنی خوب شوقین سامان کرکے جلدی جلدی روانہ ہوگئے۔

اہل و فرزندان سفر را ساختند ... رخت را بر گاو عزم انداختند

یعنی اہل و عیال نے سفر شروع کیا اور اسباب کو قصد کے بیل پر لاد دیا یعنی اسباب کو سواری میں لاد کر روانہ ہوگئے

شادمانان و شتابان سوئے دہ ... کہ بری خوردیم از دہ مژدہ دہ

یعنی خوش اور جلدی گانوں کی طرف جا رہے تھے اور بزبان حال کہہ رہے تھے کہ گویا کہ ہمنے مژدہ دینے والے گانوں سے پھل کھا ہی لیا اور کہتے تھے کہ

مقصد ما را چراگاہ خوش است ... یار ما آنجا کریم و دلکش است

یعنی ہمارا منزل مقصود ایک عمدہ چراگاہ ہے اور ہمارا دوست کریم اور دلکش وہاں موجود ہے۔

(۱۸)

با ہزاران آرزو ما خواندہ است ... بہر ما غرس کرم بنہادہ است

یعنی ہزاروں آرزو سے اس نے ہمیں بلایا ہے اور ہمارے لئے کرم کا درخت اس نے لگا رکھا ہے۔

تا ذخیرہ دہ زمستان دراز ... از بر او سوئے شہر آریم باز

یعنی تاکہ گانوں کی چیزیں جاڑے کے طویل موسم کیلئے اسکے پاس سے شہر کی طرف لا دینگے مطلب یہ کہ گانوں سے خوب ذخیرہ لا دینگے مثلاً لکڑی گیہوں وغیرہ وغیرہ خوب بھر کر لا دینگے یہ منصوبے سوچتے جا رہے تھے اور سوچتے تھے کہ۔

بلکہ باغ ایثار راہ ما کند ... در میان جان خود ما جا کند

یعنی بلکہ ہمارے اوپر باغ کو فدا کر دیگا اور اپنی جان میں ہماری جگہ کریگا یعنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھیگا اور کہتے تھے

عجلوا اصحابنا کے تربحوا ... عقل میگفت از دروں لا تفرحوا

یعنی اسے ہمارے ساتھیو جلدی کرو تاکہ نفع حاصل کرو اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ ذرا اتراؤ مت۔

من ریاح اللہ کونوا راجحین ... ان ربی لا یحب الفرحین

یعنی حق تعالیٰ کے نفع سے نفع حاصل کرو اسلئے کہ میرا رب اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا مطلب یہ کہ جو کیا نفع دنیاوی پر مررہے ہو حق تعالیٰ کے پاس جو نفع ہے اسکو حاصل کرو۔

افرحوا ھونا بما آتاکم کل ات مشغل الھاکم

یعنی جو شے کہ تمکو ملی ہے اسپر اعتدال سے خوش ہو اسلئے کہ ہر آنے والا شغل ہے کہ لہو میں تمکو ڈال دیا ہے حدیث میں ہے احبب حبیبك ھونا ما عسی ان یکون بغیضك یوما ما وابغض بغیضك ھونا ما عسی ان یکون حبیبك یوما ما یعنی دوست سے دوستی بھی اعتدال سے کرو شاید کبھی دشمن ہو جاوے (تو تمھارے اسرار پر مطلع ہو کر زیادہ نقصان دہ ہو سکتا ہے) اور اپنے دشمن سے دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ کرو شاید وہ کبھی دوست ہو جاوے (تو پھر کیا منہ دکھاؤ گے) تو مولانا فرماتے ہیں کہ عقل کہہ رہی تھی کہ ذرا فرح اعتدال پر رکھو آپے سے باہر مست ہو جاؤ۔

شاد از وے شو مشو از غیر وے کو بہارست و دگر ہا ماہ دے

یعنی حق تعالیٰ سے خوش ہو اور دوسروں سے خوش مست ہو اسلئے کہ وہ تو مثل موسم بہار کے ہیں اور باقی اور سب ماہ خزاں ہیں لہذا حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اور اُن کی نعما پر خوش ہو۔

ہر چہ غیر اوست استدراج تست گرچہ تخت و ملک تست و تاج تست

یعنی اسکے سوا اور جو ہے سب تیرے لئے استدراج ہے اگرچہ تیرا تاج و تخت اور ملک ہی ہو سب بغفلت ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور امتحان ہے آگے ترقی کرکے فرماتے ہیں کہ۔

شاد از غم شو کہ غم دام لقاست اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست

یعنی غم سے خوش ہو کیونکہ غم جالب لقا ہے اور اس راہ میں پستی کی طرف عروج ہے مطلب یہ کہ غیر اللہ سے خوش مست ہو بلکہ اگر غم آوے تو اس سے خوش ہو کہ یہاں کا غم وہاں کے اجر کا موجب ہے اور اگر یہاں پستی اور تواضع اختیار کروگے تو وہاں کا عروج حاصل ہوگا تو دیکھو یہاں پستی میں عروج ہے۔

غم یکے گنج است و رنج تو چو کان لیک کے در گیرد ایں در کودکان

یعنی غم ایک بہت بڑا خزانہ ہے اور تمھارا رنج مثل معدن کے ہے لیکن اس بات کو بچے کیا جانیں یعنی جو نادان ہیں وہ اس بات کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ غم کیا شے ہے ورنہ غم ایک بڑی نعمت ہے کیونکہ اسکا اجر حق تعالیٰ نے بہانے

عظیم ہے غم کیے ہیں بچے تعظیم کیلئے ہے آگے بچوں کی عادت بتاتے ہیں کہ

کودکان چوں نام بازی بشنوند　　جملہ با خر گور ہم تک می شوند

یعنی بچے جب کھیل کا نام سن لیتے ہیں تو سارے گورخر کے برابر دوڑ میں ہو جاتے ہیں یعنی خوب جیسے چالاک ہوتے ہیں اسی طرح جو نادان ہیں وہ اس دنیاوی لذات اور خوشی کو سنکر خوش ہوتے ہیں اور اصلی خوشی کی انکو خبر بھی نہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے خراماں کور ایں سو دامہاست　　در کمیں ایں سوئے خون آشامہاست

یعنی اے اندھے چلنے والے اس طرف جال ہیں اور اس طرف کمین میں خون کے پیاسے ہیں مطلب یہ کہ انکی حقیقت سے اندھے تو جو خوش خوش جا رہا ہے اور اس طرف سلامتی سمجھے ہوئے ہے ارے اس طرف تو تیرے خون کی پیاسی چیزیں ہیں اس طرف یعنی دنیا کی طرف مت جا اور اسمیں مشغول مت ہو۔

تیرہا پراں شدہ لیکن کماں　　گشت پنہاں از دو چشم مردماں

(۴۰)

یعنی تیر تو اوڑ رہے ہیں لیکن کمان لوگوں کی آنکھ سے پوشیدہ ہو گئی ہے مطلب یہ کہ حوادث تو نظر آتی ہیں مگر جہاں سے کہ یہ آتے ہیں اسپر نظر نہیں ہے۔

تیرہا پراں کماں پنہاں و غیب　　بر جوانی میرسد صد تیر شیب

یعنی تیر تو اوڑ رہے ہیں اور کمان پوشیدہ اور غائب ہے اور جوانی پر سیکڑوں تیر بڑھاپے کے پڑ رہے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو جوانی پر جو یہ بڑھاپے کا اثر ہے اور روز بروز طاقت کم ہو رہی ہے آخر یہ کیا بات ہے یہ وہی حوادث ہیں مگر نظر تو اسپر چاہیئے کہ جسنے ان حوادث کو پیدا کیا ہے

گام در صحرائے دل باید نہاد　　زانکہ در صحرائے گل نبود کشاد

یعنی قدم صحرائے دل میں رکھنا چاہیئے اسلیئے کہ صحرائے گل میں تو کشادگی نہیں ہے یعنی ان ظاہری جنگلوں میں تو فراخی اور کشادگی حقیقی نہیں ہے لہذا انکو ترک کرو اور صحرائے دل میں قدم رکھو اور قلب کی سیر کرو کسی نے خوب کہا ہے کہ ؎ ستمست اگر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو و سمن درآ ✦ تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بہ چمن درآ۔

اور امیر خسرو فرماتے ہیں کہ ؎

ما غریباں را تماشائی چمن درکار نیست　　داغہائے سینۂ ما کمتر از گلزار نیست

اور فرماتے ہیں کہ۔

ایمن آبادست دل ای مرد ماں حصن محکم موضع امن و اماں

یعنی اے لوگو دل ایک امن آباد ہے (کہ جہاں کچھ خوف ہے ہی نہیں) اور ایک مضبوط قلعہ ہے اور امن و امان کی جگہ ہے اور دل وہ شئے ہے کہ۔

گلشن خرم بکام دوستاں چشمہا و گلستان و گلستاں

یعنی دل ایک عمدہ گلشن ہے موافق مقصد دوستوں کے ہے اور اس میں چشمے ہیں اور گلستان در گلستان ہیں یعنی علوم و معارف کے باغ کھل رہے ہیں۔

عج الی القلب و سر یا ساریہ فیہ اشجار و عین جاریہ

یعنی اے (قافلہ) چلنے والے قلب کی طرف متوجہ ہو کہ اس میں (علوم و معارف کے) باغ ہیں اور چشمے جاری ہیں۔

(۲۱)

دہ مرو دہ مرد را احمق کند عقل را بی نور و بے رونق کند

یعنی گانوں میں مت جاؤ کیونکہ گانوں انسان کو احمق بنا دیتا ہے اور عقل کو بے نور اور بے رونق کر دیتا ہے دہ سے مراد ماسوا اللہ ہے مطلب یہ کہ ادھر ادھر ماسوی اللہ سے دل مت لگاؤ بلکہ بس اس ایک ہی طرف دل لگائے رکھو اسی میں سب کچھ ہے ورنہ اگر اور طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو عقل بے رونق ہو جاوے گی۔

خواجہ پندارد کہ روزی دہ دہد ایں نمیداند کہ روزی دہ دہد

یعنی میاں جانتے ہیں کہ روزی گانوں دیتا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ روزی دینے والا دیتا ہے مطلب یہ کہ میاں کو تو خیال ہے کہ ہمارے باغ ہیں گانوں ہیں زمین ہیں اور ان ہی سے روزی ملتی ہے اور یہ خبر نہیں کہ روزی روزی دینے والا یعنی حق تعالیٰ دیتے ہیں لہذا چاہئے کہ ماسوی اللہ پر بھروسہ اور اعتبار مت کرو بلکہ توکل بحق ہونا ضروری ہے۔

قول پیغمبر شنو اے مجتبےٰ گور عقل آمد وطن در روستا

یعنی اے برگزیدہ شخص حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سنو کہ (فرمایا کہ) گانوں میں گھر ہونا گور ہی عقل ہے اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو کہ صحاح میں ہے کہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من سکن

البادیۃ جفا یعنی جو کوئی جنگل میں رہے وہ سخت دل ہو جاتا ہے اور سخت دلی ایک بہت بڑی کوری قلب ہے
اور فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ روزی باشد اندر روستا   تا بماہے عقل او ناید بجا

یعنی جو کوئی ایک دن گاؤں میں رہے اسکی عقل ایک ماہ تک ٹھکانہ پر نہیں آتی۔

ہر کہ در رستا کند روزے و شام   تا بماہے عقل او نبود تمام

یعنی جو کوئی کہ گاؤں میں ایک صبح اور شام گذارے اسکی عقل ایک ماہ تک پوری نہیں ہوتی۔

تا بماہے احمقی با او بود   از حشیش دہ جز اینہا چہ رود

یعنی احمقی ایک ماہ تک اسکی ہمراہ رہتی ہے اور وہ گاؤں کے گھاس میں سوائے اسکے اور کیا لیگا مطلب یہ کہ
وہاں کے گھاس پھونس سے تو بے وقوفی اور جانورپن ہی آتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وانکہ ماہے باشد اندر روستا   روزگارے باشدش جہل و عمی

یعنی اور جو شخص کہ ایک مہینے تک گاؤں میں رہے تو اسکو ایک زمانہ تک جہل و عمی رہے گا اول تو اس میں کچھ
شبہ نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ بعض سرزمین کی خاصیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہاں جاکر آدمی بیوقوف
ہو جاتا ہے۔ ایسے قصے بعض قصبات کے ہر جگہ مشہور ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے اطراف میں کاندہلہ و انبہٹہ اور پورب
میں کرہی ہملی ہیں اور قصبات نہ تو اسی طرح گاؤں کی آب و ہوا میں خاصیت کم عقل کر دینے کی ہونا تعجب نہیں ہے
لیکن مولانا نے گاؤں سے ایک اور لطیف امر مراد لیا ہے جسکو خود آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

دہ چہ باشد شیخ واصل ناشدہ   دست در تقلید و حجت در زدہ

یعنی گاؤں کیا ہے وہ شیخ ہے جو کہ واصل نہوا ہو اور ہاتھ تقلید اور حجت میں مارے ہوئے ہو مطلب یہ کہ
جو شیخ کہ کامل نہیں ہے وہ ان لوگوں کے آگے جنکو کہ بصیرت حاصل ہے مثل مقلد کے ہے کہ اسکو صرف علم تقلیدی
حاصل ہوتا ہے اور دیگر جہال کی نسبت کے وہ مدلل ہے تو ایسا شخص جو کہ اصطلاحات وغیرہ سے تو واقف ہو لیکن
کامل نہ ہو وہ ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص مقلد اور مجتہد دونوں نہ ہو تو ایسا شخص یقیناً گمراہ اور گمراہ کن ہوگا تو اسی
طرح یہ شخص بھی گمراہ کن ہے سبحان اللہ خوب ہی مثال دی ہے۔

پیش شہر عقل کلی این حواس   چون خران چشم بستہ در خراس

(۲۲)

یعنی عقل کامل کے سامنے یہ حواس مثل آنکھ بند ہے ہوئے گدھوں کے ہیں جو کہ چونہ چکی میں ہوتے ہیں حواس سے مراد عقل ناقص اور عقل کل سے مراد عقل کامل مطلب یہ کہ عقل کامل یعنی شیخ کامل کے آگے یہ شیوخ ایسے ہیں کہ جیسے گدھے کو چونہ چکی میں آنکھیں باندھکر لگا دیا جاتا ہے اور وہ گھومتا رہتا ہے اور انکو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ کہاں جا رہا ہے اور صبح سے شام تک چلتا ہے اور پھر وہیں کا وہیں اسی طرح شیخ ناقص سلوک طے کر رہا ہے اور جہاں تھا وہیں رہتا ہے آگے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

این رہا کن صورت افسانہ گیر　　رو بہل دُر دانہ گندم دانہ گیر

یعنی اسکو ترک کرو اور افسانہ کی صورت کو اختیار کرو اور دُر دانہ کو ترک کرو اور گندم دانہ کو لو مطلب یہ کہ ان باتوں کو جو کہ مثل دُر دانہ کے ہیں یعنی علوم و معارف کے بیان کو ترک کرو اسلیئے کہ ان کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے لہذا اسپر اکتفا کر کے اس قصہ خواجہ کو جو کہ مشابہ گندم دانہ کے ہے بیان کرو مولانا کو ان باتوں کے ترک کرنے کو بھی ذرا دیر چاہیے اسلیئے کہ یہ باتیں تو مثل طبیعت ثانیہ کے ہو گئی ہیں لہذا آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر بدُر رہ نیست ہین بر می ستاں　　گر بداں سو نیست رہ این سو براں

یعنی اگر موتی کو حاصل نہیں کر سکتے تو گیہوں ہی لے لو اور اگر اس طرف جانیکا رستہ نہیں ہے تو سواری کو اسی طرف کو چلاؤ مطلب یہ کہ اگر اسرار و معانی کے بیان کرنیکی تاب نہیں ہے تو یہ قصہ ہی بیان کرو کہ اسمیں بھی جبکہ نیت غمخواری ہو ثواب ملنے کی امید ہے۔

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود　　عاقبت ظاہر سوئے باطن رود

یعنی اسکے ظاہر ہی کو لو اگرچہ ظاہر کج ہوتا ہے انجام کار ظاہر باطن کی طرف لیجاتا ہے یعنی اس ظاہر سے سالک باطن کی طرف ہو جاتی ہے۔

اول ہر آدمی خود صورت است　　بعد ازاں جان کو جمال سیرت است

یعنی ہر آدمی کا شروع صورت ہی ہے اور اسکے بعد جان ہوتی ہے جو کہ سیرت کی جمال ہے۔

اول ہر میوہ جز صورت کے است　　بعد ازاں لذت کہ معنی وے است

یعنی ہر میوہ کی ابتدا بجز صورت کے اور کیا ہے اور اسکے بعد لذت ہے جو کہ اس کا مقصود ہے۔

اول اخرگاہ سازند و خرند　　ترک را زاں پس بہ مہماں آورند

یعنی اول خرگاہ درست کر لیتے ہیں اور خرید لیتے ہیں اور ترک کو بعد اسکے مہمانی میں لاتے ہیں تو دیکھو صورت ہی موصل الی المعنی والمقصود ہوا کرتی ہے لہذا صورت کو اختیار کرنا بھی مضر نہیں ہے بلکہ موصل ہے ہاں صرف صورت ہی میں رہ جانا مضر ہے مگر جو صورت سے مقصود معنی ہوں تو کچھ بھی مضر نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

صورتت خرگاہ وآں معنی است ترک ‌ ‌ ‌ معنیت ملاح وآں صورت چو فلک

یعنی تمھاری صورت خرگاہ ہے اور وہ جان ترک ہے اور تمھاری جان ملاح (کی طرح) ہے اور صورت کشتی ہے تو اگر اول خرگاہ اور کشتی ہوگی تو ترک اور ملاح کو جگہہ کہاں مل سکتی ہے اسلیئے صورت بنظر معنی کیلیئے کرنا مفید ہے ہاں صرف صورت ہی صورت کو لینا مضر ہے کہ وہ حاجب عن المقصود ہو جایا کرتی ہے بس اسکو بیان کر کے آگے اس خواجہ کی روانگی کو پھر بیان کرتے ہیں۔

خواجہ اور اُس کے کنبہ کا گاؤں کی طرف چلنا

بہر حق ایں را رہا کن یک نفس ‌ ‌ ‌ تا خر خواجہ بجنباند جرس

(۴۴)

یعنی (مولانا اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ) خدا کیلیئے ایک لحہ کیلیئے اس بیان اسرار کو ترک کردو تاکہ خواجہ کا گدہا گھنٹی ہلاوے مطلب یہ کہ وہ چلنے کو تیار ہوں یعنی اسکو ترک کرو اور انکی روانگی کو بیان کرو خیر آگے بیان کرتے ہیں۔

خواجہ و بچگان جہازی ساختند ‌ ‌ ‌ بر ستوران جانب دہ تاختند

یعنی خواجہ اور اُسکے بچوں نے سامان کیا اور بیلوں پر گاؤں کی جانب چلے۔

شادمانہ سوئے صحرا راندند ‌ ‌ ‌ سافروا کے تغنموا می خواندند

یعنی یہ لوگ جنگل کی طرف خوش خوش چلے اور یہ کہہ رہے تھے کہ سفر کرو تاکہ غنیمت حاصل ہو۔

کز سفرہا بندہ کیخسرو شود ‌ ‌ ‌ بے سفرہا ماہ کے خسرو شود

یعنی کہ سفروں کی وجہ سے غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں اور بے سفر کے چاند کب خوشرو ہوتا ہے مطلب یہ کہ سب آپس میں کہہ رہے تھے کہ سفر بہت عمدہ چیز ہے کہ اس سے چاند خوبصورت اور غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں لہذا ہمکو بھی سفر کرنا چاہیئے

از سفر بیذق شود فرزین راد وز سفر یابید یوسف صد مراد

یعنی سفر ہی کی وجہ سے بیذق فرزین بزرگ ہو جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام نے سیکڑوں مرادیں پائیں کہ دیکھو بادشاہ بنگئے غرضکہ انکی یہ حالت تھی کہ۔

روز رو از تاب خور می سوختند شب ز اختر راہ می آموختند

یعنی دن کو تو خورشید کی تابش سے منہ جلایا کرتے تھے اور رات کو ستاروں سے راستہ سیکھا کرتے تھے مطلب یہ کہ بیچارے رات دن چلتے تھے۔

خوب گشتہ پیش ایشان راہ زشت از نشاط دہ شدہ رہ چون بہشت

یعنی ان کے سامنے وہ راہ زشت (شوق کی وجہ سے) خوب ہو گئی تھی اور گاؤں کے شوق کی وجہ سے راہ بہشت کی طرح ہو گئی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تلخ از شیرین لبان خوش می شود خار از گلزار دلکش مے شود

یعنی شیریں لبوں کی وجہ سے تلخ شیریں ہو جاتا ہے اور گلزار کی وجہ سے خار بھی دلکش ہو جاتا ہے۔

حنظل از معشوق خرما مے شود خانہ از ہمخانہ صحرا مے شود

یعنی معشوق کی وجہ سے حنظل بھی خرما ہو جاتا ہے اور صحرا بیوی کی وجہ سے گھر ہو جاتا ہے۔

اے بسا از نازنینان خارکش بر امید گلعذار ے ماہ وش

یعنی بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ نازنینوں کی وجہ سے خارکش ہیں اور ایک ماہ وش گلعذار کی امید پر سب کچھ سہتے ہیں۔

اے بسا حمال گشتہ پشت ریش از بلائے دلبر مہ روئے خویش

یعنی بہت سے حمال ایک اپنے دلبر مہرو کی مصیبت کی وجہ سے پشت زخمی ہو گئے ہیں

کردہ آہنگر جمال خود سیاہ تا کہ شب آید ببوسد روئے ماہ

یعنی آہنگر نے اپنے جال کو سیاہ کر رکھا ہے تاکہ رات کو آکر اپنی چاند سے ٹکڑے کا سنہ چوم سکے۔

خواجہ تا شب بر دکانے چار میخ ۔۔۔ زانکہ سروے در دلش کردست بیخ

یعنی خواجہ رات تک ایک دوکان پر محبوس رہتا ہے اسلئے کہ ایک سرو نے اسکے دل میں جڑ پکڑ رکھی ہے۔

تاجرے دریا و خشکی می رود ۔۔۔ آں بمہر خانہ شینے میرود

یعنی ایک تاجر دریا اور خشکی میں چلتا ہے وہ ایک خانہ نشین کی محبت میں چل رہا ہے خانہ شینے مخفف ہے خانہ نشینی کا۔

ہر کرا با مردہ سودائی بود ۔۔۔ بر امید زندہ سیمائی بود

یعنی جسکو کہ مردہ کے ساتھ کوئی خیال ہوتا ہے وہ کسی زندہ سیما کی امید پر ہوا کرتا ہے۔

آں درودگر روئے آوردہ بچوب ۔۔۔ بر امید خدمت مہ روئے خوب

یعنی وہ بڑھئی جو توجہ لکڑی کی طرف کرتا ہے تو ایک عمدہ مہ رو کی خدمت کی امید پر کرتا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

بر امید زندہ کن اجتہاد ۔۔۔ کو نگردد بعد روزے دو جماد

یعنی ایک زندہ کی امید پر کوشش کر کیونکہ وہ بعد دو روز کے جماد نہ ہو جاویگا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے لئے کوشش کرو کہ وہ زائل ہونے والا نہیں ہے۔

مونسے مگزیں خسے را از خسی ۔۔۔ عاریت باشد درو آں مونسی

یعنی کسی خس کو خسی کی وجہ سے مونس مت بناؤ اسلئے کہ وہ مونسی صرف عاریتی ہے۔

انس تو با مادر و بابا کجاست ۔۔۔ گر بجز حق مونسانت را وفاست

یعنی تیرا انس ماں باپ کے ساتھ کہاں ہے اگر سوائے حق کے تیرے کسی مونس کو وفا ہے مطلب کہ اگر سوائے خدا کے اور کوئی بھی وفادار مونس ہے تو یوں بتاؤ کہ تمہارے ماں باپ کی محبت کہاں گئی یعنی سب مر گئے اور سب کی محبت غائب ہو چکی۔

انس تو با دایہ و لالہ چہ شد ۔۔۔ گر کسے شاید بغیر حق عضد

یعنی تیری مونسی دایہ اور لالہ کے ساتھ کیا ہوئی اگر کوئی سوائے حق کے ساتھ مدد چاہے۔

انس تو با شیر و با پستان نماند　　　نفرت تو از دبیرستان نماند

یعنی تیری محبت دودھ اور پستان کی ساتھ نہ رہی اور تیری نفرت مکتب سے نہ رہی اور اسکی وجہ یہ تھی کہ۔

آں شعاعی بود بر دیوار شان　　　جانب خورشید وا رفت آں نشان

یعنی وہ دیوار پر شعاعیں تھیں تو خورشید کی جانب وہ نشان چلتے ہوئے مطلب یہ کہ یہ ساری محبتیں صرف ظلی اور عارضی تھیں اور صرف پرتو حق تھا کہ تھوڑی دیر میں سب زائل ہو جاتا ہے اور وہ نور جاتا رہتا ہے۔

بر ہر آں چیزے کہ افتد آں شعاع　　　تو بر آں ہم عاشق آئی اے شجاع

یعنی جس شئے پر کہ وہ شعاع پڑتی ہے تو اسی پہ عاشق ہو جاتا ہے اسے شجاع اور اس اصل کو نہیں دیکھتا کہ جسکا یہ ظل اور پرتو ہے۔

عشق تو بر ہر چہ آں موجود بود　　　آں ز وصف حق چو زر اندود بود

یعنی تیرا عشق ہر اس شئے پر جو موجود تھی وہ وصف حق کیوجہ سے زر اندود تھا یعنی تیرا عشق جو ان اشیاء ظاہرہ کے اوپر ہے یہ صرف اسلئے ہے کہ اوصاف حق ان میں متجلی ہیں ورنہ خود انمیں کچھ نہیں ہے اور صرف یہ [illegible] اصل نہیں ہے۔

چوں زرے با اصل رفت و مس بماند　　　وز زری خوش حسن مفلس بماند

یعنی جبکہ زری اصل کی ساتھ ملگئی تو تانبا رہگیا اور سونے پن سے مفلس رہگیا مطلب یہ کہ جب جمال و کمال جاتا رہا اور اصل کی طرف راجع ہو گیا تو اب جیسے تھے ویسے ہی رہگئے کچھ بھی نہ رہا۔

طبع سیر آمد طلاق او را براند　　　پشت سوئے کرد و دست از وے فشاند

یعنی اب اس سے طبیعت سیر ہو گئی اور اسکو طلاق دیدی اور اسے پشت کرکے اس سے ہاتھ جھاڑ دیا یعنی اب جبکہ اس سے وہ حسن عارضی زائل ہو گیا اسکو ترک کرکے بیٹھ رہے کوئی پوچھے کہ آج وہ محبت اور الفت کہاں گئی معلوم ہوا کہ وہ سب عارضی تھا۔

از زر اندود صفاتش پا بکش　　　از جہالت قلب را کم گوئے خوش

یعنی انکی ان ملمع کی صفات سے پاؤں کھینچ لو اور جہالت کی وجہ سے قلب کو بہت خوش مت کرو مطلب یہ کہ بہت زیادہ ان عارضی اشیاء پر جان مت دو بلکہ سبکو غیر مقصود سمجھو اسلیئے کہ۔

کان خوشی در قلبہا عاریتی است　　　زیر زینت مایۂ بے زینتی است

یعنی اسلیئے کہ وہ خوشی قلوب کے اندر عاریتی ہے اور زینت کے نیچے اسباب بے زینتی کے ہیں مطلب یہ کہ یہ اشیاء فانیہ جو ظاہر میں اچھی معلوم ہو رہی ہیں یہ بالکل عاریت ہیں کہ چند روزہ ہیں اور پھر کچھ نہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی خوب عمدہ اطلس کے خوان پوش کے نیچے نجاست بھری ہو کہ باہر سے تو اچھا معلوم دے رہا ہے مگر انکی حقیقت جو ہے وہ بعد کھلنے کے معلوم ہو گی لہذا ان چیزوں کو کسی کو مقصود نہ بناؤ بلکہ اصل مقصود حق تعالےٰ کو سمجھو کہ وہ باقی ہیں۔

زر ز روئے قلب در کان میرود　　　سوئے آں کاں رو تو ہم کاں میرود

یعنی سونا کھوٹے پر سے کان میں چلا جاتا ہے تو تو بھی اس معدن کی طرف جا جسطرف کہ وہ جا رہا ہے مطلب یہ کہ یہ تمام اشیاء دیکھو انجام کار وہیں جا رہی ہیں اور ان سبکا مرجع حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہے تو پھر تم ان میں کیوں دل لگا رہے ہو تمکو لازم ہے کہ تم بھی اسی طرف توجہ کرو جو کہ ان سبکی اصل ہے یعنی حق تعالیٰ سے تعلق اور نسبت اور محبت پیدا کرو۔

نور از دیوار تا خور میرود　　　تو بداں خور رو کہ در خور میرود

یعنی نور دیوار سے خورشید کی طرف چلا جاتا ہے تو تم اس خورشید کی طرف متوجہ ہو جو کہ اس خورشید میں اثر کر رہا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو سورج کی شعاعیں دیوار پر پڑکر اسکو منور کر دیتی ہیں پھر ساری شعاعیں سمٹکر خورشید ہی کی طرف چلی جاتی ہیں تو تمکو چاہیئے کہ اس نور کیطرف متوجہ نہ ہو اور اسکو اپنا مقصود مت بناؤ بلکہ تم اس اصل مقصود کی طرف متوجہ ہو جس سے کہ نور خود اس خورشید میں آرہا ہے کہ جب تمنے اسکو لے لیا تو یہ سارے انوار ظلیہ تمھارے سامنے ہونگے۔

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں　　　چوں ندیدی تو وفا از ناوداں

یعنی اسکے بعد تم پانی آسمان سے حاصل کرو جبکہ تمنے پرنالوں سے وفا نہ دیکھی مطلب یہ کہ جب تمکو معلوم ہو گیا کہ جسقدر یہ اشیاء دنیا دی ہیں ان میں وفاداری نہیں ہے بلکہ سب زائل ہونے والے اور ناپائیدار ہیں تو اب تمکو چاہیئے کہ اصل سے یعنی عالم غیب سے انوار حاصل کرو اور اس طرف متوجہ ہو اور ان تمام اشیاء کو ترک کرو اور کسی شئے کو

سوائے حق تعالیٰ کے مقصود نہ بناؤ آگے اسکی ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ۔

معدن دنبہ نباشد دام گرگ کے شناسد معدن آں گرگ سترگ

یعنی دام گرگ معدن دنبہ نہیں ہوا کرتا اور وہ گرگ عظیم معدن (دنبہ) کو کب پہچانتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جب بھیڑیئے کو جال میں پھنساتے ہیں تو اسکے اندر ایک دنبہ باندھ دیتے ہیں تاکہ وہ آجاوے مگر وہ دنبوں کا ریوڑ تو نہیں ہے کہ جہاں بہت سے دنبے ہوں بلکہ ظاہر ہے کہ صرف یہی ایک ہی جو دکھائی دے رہا ہے اور اگر اس گرگ کو ریوڑ کی خبر ہو تو ظاہر ہے کہ اس ایک دنبہ کو چھوڑ کر ریوڑ کی طرف جاوے کہ جہاں دام بھی نہیں ہے اور ایک کی جگہ دس موجود ہیں اسی طرح اہل دنیا صرف ظاہری اشیا پر نظر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس جو ہے وہ یہی ہے حالانکہ انکو خبر نہیں کہ عالم غیب میں کیا کچھ بھرا پڑا ہے وہ اس ایک کی طرف متوجہ ہو کر جال میں پھنستے ہیں اور اس خزانہ غیر متناہی کو چھوڑے ہوئے ہیں افسوس صد افسوس آگے فرماتے ہیں کہ جسطرح ان اہل دنیا کو غلطی ہو رہی ہے اور غیر اصل کو اصل سمجھے ہوئے ہیں اسی طرح اس خواجہ کو بھی غلطی ہو رہی تھی کہ اس روستائی کی محبت کو اصل اور دلی محبت خیال کئے ہوئے تھا آگے اسکو فرماتے ہیں کہ۔

زرگمان بردند بستہ درگرہ می شتابیدند مغروران بدہ

یعنی وہ (خواجہ اور اسکے اہل و عیال) گرہ میں سونا بندھا ہوا سمجھے اسلئے مغرور ہو کر گانوں کی طرف دوڑ رہے تھے مطلب یہ کہ یہ لوگ اس گنوار کی باتوں میں صدق سمجھے اسلئے جلدی جلدی ادہر کو جارہے تھے اور ان کی فرط شوق میں یہ حالت تھی کہ۔

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند سوئے آں دولاب چرخے میزدند

یعنی ایسے خنداں اور رقصاں جارہے تھے اور اس دولاب کی طرف چرخ لگا رہے تھے مطلب یہ کہ اس گانوں کی طرف خوب خوش و خرم چلے جارہے تھے اور یہ حالت تھی کہ۔

چوں ہمی دیدند مرغے مے پرید جانب دہ صبر جامہ مے درید

یعنی جب دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گانوں کی جانب اڑ رہا ہے تو ان کا صبر کپڑے پھاڑتا تھا مطلب یہ کہ اگر دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گانوں کی طرف جارہا ہے تو ان کا بہت برا حال ہوتا تھا اسلئے کہ سوچتے تھے کہ اللہ اکبر یہ ہمسے پہلے پہونچ جاویگا اور اس منزل مقصود کی ہمسے پہلے زیارت کریگا سچ یہ ہے کہ شوق عجیب چیز ہے اور یہ حالت تھی کہ۔

ہر نسیمے کز سوئے دہ مے وزید گوئیا روح رواں مے پرورید

یعنی جو ہوا گانوں کی طرف سے آتی تھی گویا کہ ان کی روح رواں کو پرورش کرتی تھی۔

ہر کہ می آمد زدہ او سوئے او بوسہ می دادند خوش بر روئے او

یعنی جو کوئی گانوں کی طرف سے ان کی طرف آتا تو یہ لوگ خوب خوش ہو کر اس کے منہ کو بوسہ دیتے تھے اور بزبان حال کہتے تھے کہ۔

کہ تو روئے یار ما را دیدۂ پس تو جان جان ما را دیدۂ

یعنی تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے اور تو نے ہماری جان جان کو دیکھا ہے اسلئے اسکی قدر کرتے تھے اور اس کے منہ کو چومتے تھے آگے مولانا مجنون کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جیسے کہ فرط شوق میں یہ لوگ ان راہگیروں کے منہ کو چومتے تھے صرف اسلئے کہ ان لوگوں نے اس دیہاتی کو دیکھا تھا اور اسکے گانوں کے باشندے تھے اسی طرح مجنون سگ کوئے لیلے کو پیار کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اسے کتے تو ہی وہ کتا ہے جسنے میری لیلی کو دیکھا ہے اور اسکے کوچہ میں رہا ہے اب قصہ سنو۔

(۳۰)

شرح حبیبی

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت	بوسہ اش می داد و پیشش می گداخت
گرد او می گشت خاضع در طواف	ہمچو حاجی گرد کعبہ گرد طاف
ہم سر پایش ہمی بوسید و ناف	ہم جلاب شکرش می داد صاف
بو الفضولے گفت کای مجنون خام	اینچہ شید ست اینکہ می آری مدام
پوز سگ دائم پلیدی می خورد	مقعد خود را بلب مے استرد

عیبہائے سگ بسی او برشمرد — عیب داں از غیب داں بوئے نبرد

گفت مجنوں تو ہمہ نقشی و تن — اندرآ بنگر تو از چشمان من

کایں طلسم بستہ مولیٰ است ایں — پاسبان کوچہ لیلیٰ است ایں

ہمتش بیں و دل و جان و شناخت — کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت

او سگ فرخ رخ کہف من است — بلکہ او ہم درد و ہم لہف من است

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم — خاک پایش بہ ز شیران عظیم

آں سگے کہ باشد اندر کوئے او — من بشیران کے دہم یک موئے او

(۱۳۱)

آنکہ شیران مر سگانش را غلام — گفتن امکان نیست خامش والسلام

گر ز صورت بگذرید اے دوستاں — جنت است و گلستاں در گلستاں

صورت خود چوں شکستی سوختی — صورت کل را شکست آموختی

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی — ہمچو حیدر باب خیبر بر کنی

سغبہ صورت شد آں خواجہ سلیم — کو بدہ می شد بگفتار سقیم

سوئے آں دامے تملق شادماں — ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحاں

از کرم دانست آن مرغ حریص | دانه را با دام لیکن شد محیص

از کرم دانست مرغ آن دانه را | غایت حرص است نے جود و عطا

مرغکان در طمع دانه شادمان | سوئے آن تزویر پرّان و دوان

گر ز شادی خواجه آگاهت کنم | ترسم اے رهرو که بے گاهت کنم

مختصر کردم چو آمد ده پدید | خود نبود آن ده ره دیگر گزید

قرب ماہے ده بده می تاختند | زانکه راه ده نکو نشناختند

هر که گیرد پیشه بے اوستا | ریشخندے شد بشهر و روستا

هر که در ره بے قلاوزے رود | هر دو روزه راه صد ساله شود

هر که تازد سوئے کعبه بے دلیل | همچو این سرگشتگان گردد ذلیل

جز که نادر باشد اندر خافقین | آدمی سر بر زند بے والدین

مال او یابد که کسبے میکند | نادرے باشد که بر گنجے زند

مصطفائے کو که جسمش جان بود | تا که رحمن علّم القرآن بود

اهل تن را جمله علّم بالقلم | واسطه افراشت در بذل کرم

ہر حریصے ہست محروم اے پسر	چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر
اندریں رہ رنجہا دیدند و تاب	چوں عذاب مرغ خاکی در آب
سیر گشتہ از دہ و از روستا	وز شکر ریزی چناں نا اوستا
بعد ماہے چوں رسیدند آں طرف	بے نوا ایشاں ستوراں بے علف

اس بارہ میں اسکی حالت مجنوں کی طرح تھی کہ وہ سگ لیلیٰ کی وقعت کرتا تھا اور اسکو چومتا تھا اور اسکے سامنے گھلا جاتا تھا اور بہت عاجزی کے ساتھ اسکے گرد پھیر پھیر کر اسپر قربان ہوتا تھا یا بالغہ اسکی ایسی حالت تھی جیسے کوئی حاجی خانہ کعبہ کے گرد پھرتا ہو وہ کبھی اسکا سر چومتا تھا کبھی پاؤں کبھی ناف اور کبھی اسکو شکر کا شربت پلاتا تھا اسکی یہ حالت دیکھکر ایک بیہودہ نے کہا کہ اے مجنون یہ کیا مکر ہے جو تو ہمیشہ کر رہا ہے کتے کا منہ ہمیشہ ناپاکی کھاتا۔ اور ہونٹوں سے اپنے پائخانہ کا مقام صاف کرتا ہے بھلا ایسا منہ چومنے کے قابل ہے یہ شخص کتے کے بہت سے عیوب بیان کر رہا تھا لیکن اس عیب سے واقف شخص کو مجنونی کی ہوا بھی نہ لگی تھی جو اسکے ان کمالات سے واقف ہوتا جو اسکی نظر سے مخفی تھی اسکا اعتراض سنکر مجنون نے جواب دیا کہ تو تو سرا سر ظاہر پرست ہے ذرا میری آنکھوں سے اسکی باطن کو دیکھ کہ حق سبحانہ نے اسکو ایک عجیب طلسم بنایا ہے یعنی کہ یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے ذرا اسکی ہمت اسکی روح اور اسکی تمیز تو دیکھو کہ اس نے کیسی جگہ انتخاب کی ہے اور کہاں مسکن بنایا ہے یہ اوصاف کسی معمولی کتے میں ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ایسے یہ مبارک رد کتا تو میری لیلیٰ کا کتا ہے جو کہ میری جان کو بنا ہے بلکہ وہ تو میرا ہمدرد اور میرے رنج میں شریک ہے کہ وہ بھی لیلیٰ کا دلسوز ہے اور میں بھی۔ جو کتا کہ کوچہ لیلیٰ میں رہتا ہے میرے نزدیک تو اسکے پاؤں کی خاک بڑے بڑے شیروں سے بڑھکر ہے اور جو کتا اسکی گلی کا رہنے والا ہے میں اسکا ایک بال شیروں کے بدلے میں نہیں دے سکتا۔ اور لیلیٰ جیسے کتوں کے شیر غلام ہیں اسکے اوصاف بیان کرنا تو میرے امکان سے باہر ہے لہذا خاموش رہنا چاہیے فقط ر شعر آں سگے الخ اور اس سے اگلا اور اس سے تیسرا اسیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مقولہ مجنون ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا کا مقولہ ہو اور سگ سے مراد وہ اہل اللہ ہوں جو لوگوں کی نظروں میں حقیر ہیں اور دنیوی وجاہت اصلا نہیں رکھتے اور شیروں سے مراد دنیا کے امراء و سلاطین ہوں اسوقت بھی ترجمہ وہی ہوگا جو لکھا گیا فقط لیلیٰ کی بجائے حق سبحانہ رکھا جائیگا آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جسطرح صورت سگ نے اسکی اس حقیقت کو محجوب کر رکھا تھا

جو مجنون کی نظر میں تھی یوں ہی صورت ظاہری نے حقیقت واقعیہ کو محجوب کر رکھا ہے پس اگر تم صورت کو
چھوڑ دو اور حقیقت کو دیکھو تو بس جنت اور گلزار ہی گلزار ہے اب ہم ایک قاعدہ بتاتے ہیں جس سے تمکو معلوم ہوگا
کہ صورت سے گذرنے کی کیا صورت ہے جب تو اپنی صورت کو توڑ پھوڑ دیگا اور جلا پھونک دیگا تو تجھکو سب
صورتوں کا توڑنا آجاویگا اسکے بعد تو ہر صورت کو توڑ سکیگا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ کی طرح اس در خیبر کو اکھیڑ
سکیگا۔ (اپنی صورت کو توڑنا اور جلانا ترک لذات و شہوات و فنا فی اللہ ہے) جسطرح اس معترض مجنون نے
صورت سے دھوکا کھایا اور عام طور پر لوگ صورت پر فریفتہ ہیں یوں ہی یہ بیوقوف امیر بھی جو غیر صحیح گفتگو کی
بنا پر گانوں جا رہا تھا صورت گفتگو پر فریفتہ ہوا اور حقیقت تک نہ پہونچا وہ خوشامد کے جال میں پھنسنے کیلئے
خوش خوش جا رہا تھا جسطرح پرندہ اس دانہ کی طرف جاتا ہے جو اسکو مصیبت میں پھنسانیوالا ہے یہ حریص پرند جال
کے دانوں کو ناشی از کرم و سخاوت سمجھتا ہے مگر ان سے اسکی رہائی اور آزادی رخصت ہوجاتی ہے وہ انکو
سخاوت سے ناشی سمجھتا ہے لیکن واقع میں ان کا منشا غایت حرص صیاد ہوتی ہے نہ کہ سخاوت و بخشش لیکن پرندے
چونکہ اس راز سے واقف نہیں ہوتے اسلئے دانہ کے لالچ میں خوش خوش اس دام فریب کی طرف اڑتے ہوئے چلے
جاتے ہیں یہی حالت بالکل اس امیر کی تھی اور وہ بھی خوش خوش مصیبت میں پھنسنے کیلئے جا رہا تھا اور اتنا خوش
تھا کہ اگر میں تمسے اسکی خوشی کی تفصیل بیان کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہیں ناوقت نہو جاوے اور ضروری باتیں
بیان سے رہجائیں اسلئے میں اسکو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جب کوئی گانوں نظر پڑتا اور وہ وہاں پہونچتے اور (۲)
پہونچنے پر معلوم ہوتا کہ وہ گانوں نہیں بلکہ ہم کسی اور گانوں میں چلے آئے چونکہ گانوں کو جانتے نہ تھے اسلئے تقریباً
ایکماہ تک یوں ہی پریشان پھرتے رہے اور پھرنا ہی چاہیئے تھا کیونکہ جو شخص بدون استاد کے کوئی کام کرتا ہے
تو گویا شہر کیا دیہات ہر جگہ مسخرہ بنایا جاتا ہے اور جو شخص بلا رہبر کے کسی رستہ پر چلتا ہے عام ہے کہ راہ حق ہو یا راہ
متعارف تو دو دن کا رستہ سو برس میں طے ہوتا ہے یعنی اسکے طے کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اور جو شخص
کہ بلا رہبر کے کعبہ کا سفر کرتا ہے وہ انہیں حیران و پریشان لوگوں کی طرح ذلیل ہوتا ہے اور راز اسمیں یہ ہے کہ
عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ وہ اسباب پر نتائج مرتب کرتے ہیں گو اسباب فی حد ذاتھا موثر نہیں نہ حق سبحانہ ان کے
محتاج لیکن انہوں نے باختیار خود اپنی غالب عادت یوں ہی قرار دے رکھی ہے کہ بلا وسائط وہ نتیجہ مرتب نہیں
فرماتے چنانچہ ایسا دنیا میں بہت کم ہوتا ہے کہ بلا ماں باپ کے بچہ ہوجاوے اسلئے علی العموم مال اسی کو ملتا ہے جو کماتا
ہے اور ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے کہ کسی کو خزانہ ملجاوے۔ ہر شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ جسم نبوی بوجہ غایت
لطافت و صلاحیت و فقدان مقتضیات انسانیہ کے روح کے مماثل۔ تو ہے نہیں کہ حق سبحانہ اسکو بلا واسطہ
تعلیم فرماویں جسطرح جناب رسول اللہ کو تعلیم فرمائی تھی چنانچہ فرمایا ہے الرحمن علم القرآن بلکہ عام طور پر لوگوں پر جیسا کہ
غالب ہے جو کہ افاضہ بلا توسط سے عادۃً مانع ہے اسلئے ایسے لوگوں کیلئے علم بالقلم فرمایا اور صرف کرم کیلئے تعلیم کو
واسطہ مقرر فرمایا جب یہ معلوم ہوا کہ کسی راہ پر چلنے کیلئے راہبر کی ضرورت ہے اور بدون راہبر کے چلنے والا پریشان

ہوتا ہے اس بنا پر انکا پریشان ہونا ضروری تھا اور ان تمام پریشانیوں کا اصل منشا حرص تھا لہذا حرص کے متعلق ہم ایک مفید اور نہایت کارآمد بات تمکو بتلاتے ہیں سنو ہر حریص محروم ہوتا ہے کیونکہ حرص عاقبت اندیشی سے مانع ہوتی ہے اور نا عاقبت اندیشی کا لازمی نتیجہ محرومی و ناکامی ہے لہذا تمکو حریصوں کی طرح دوڑ کر نہ چلنا چاہیے بلکہ آہستہ اور سوچ سمجھ کر اور مآل پر نظر کرکے کام کرنا چاہیے خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب اصل مقصد سنو اس راستہ میں ہمراہ اور اسکے ساتھ ہونا تو بہت کچھ تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور بہت پیچ و تاب کھانے پڑے اور ایسی تکلیف ہوتی چاہیے تھی کہ جاڑے کو بارش میں ہوتی ہے حتی کہ گانوں سے بھی ان کا جی بھر گیا اور اس دہقانی سے بھی اور اس کی خندہ زیبائش کی ستائش سے بھی اور آؤ بھگت سے بھی دل گیر ہو گئے کیا کرتے مجبور تھے اسلیے گانوں ہی کو آرائش کیا اور انشاءاللہ کہہ کر ایک مہینہ کے بعد گانوں میں پہونچے جب وہاں پہونچے ہیں تو نہ ان کے پاس سامان رہا تھا اور نہ ان کے کھانے پینے کے لیے چارہ تھا کیونکہ سامان لیکر چلے تھے وہ چار دن کا لگ گیا ایک مہینہ۔

شرح شبیری

مجنوں کا اس کتے کو نوازنا جو کوچہ لیلے میں رہا کرتا تھا (۴۳)

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت بوسہ اش میداد و پیشش میگداخت

یعنی مجنوں کی مانند کہ وہ کتے کو نوازا کرتا تھا اور اسکو چوما کرتا تھا اور اسکے سامنے گھلا جاتا تھا۔

گرد او می گشت خاضع در طواف ہمچو حاجی گرد کعبہ بے گزاف

یعنی وہ مجنوں اس کتے کے گرد طواف میں بہت ہی خشوع میں پھرتا تھا جیسے کہ حاجی کعبہ کے گرد بے مسخرگی کے پھرتا ہے مطلب یہ کہ اسکو اس سے مسخرگی مقصود نہ تھی بلکہ اس کتے کی وقعت واقع میں اس کے قلب میں ایسی ہی تھی جیسی کہ وہ ظاہر کرتا تھا۔

ہم سر و پایش ہمی بوسید و ناف ہم جلابش شکر میداد و صاف

یعنی اس کا سر اور پاؤں اور ناف چوما کرتا تھا اور اسکو شربت قند و شکر صاف دیا کرتا تھا۔

بوالفضولے گفت کاے مجنون خام این چہ شید است اینکہ می آری مدام

یعنی ایک بوالفضول نے کہا کہ اے مجنون خام یہ کیا مکاری ہے جو کہ تو ہمیشہ کیا کرتا ہے چونکہ اسکے قلب میں تو اُسکی الفت نہ تھی اسلئے اُسکو مکر اور فریب معلوم ہوا اور اُس نے کہا کہ ۔

چون سگ دایم پلیدی می خورد　　مقعد خود را بلب مے استرد

یعنی کتے کا تو ہمیشہ پلیدی کھاتا ہے اور وہ اپنے مقعد کو لب سے صاف کرتا ہے باوجود اسکے پھر تو اسکو چومنا چاہتا ہے آخ تھو ۔

عیبہائے سگ بسے او می شمرد　　عیبدان از غیبدان بوئے نبرد

یعنی اُس شخص نے کتے کے بہت عیوب گنے مگر عیبداں رازداں سے کوئی بو نہ لے گیا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اُس شخص نے کتے کی بہت ہی برائیاں کیں اور یہ سب اسلئے تھا کہ یہ شخص تو عیبداں تھا اور مجنون غیبداں یعنی رازداں تھا جو راز اور بھید اس کتے کے اندر تھا اسکو تو مجنون ہی جانتا تھا اُس بیچارے کو کیا خبر کہ اسمیں کیا بات ہے کہ جس سے یہ اسقدر محبوب ہے غرضکہ جب اُس نے کتوں کی بہت برائی کرلی تو مجنون بولا کہ ۔

گفت مجنون تو ہمہ نقشی و تن　　اندر آ و بنگرش از چشم من

یعنی مجنوں نے کہا کہ تو تو بالکل صورت اور تن (پرست) ہے تو اندر آکر اسکو میری آنکھ سے دیکھ ۔

کین طلسم بستہ مولیٰ است این　　پاسبان کوچہ لیلےٰ است این

یعنی یہ طلسم حق تعالیٰ کا لگایا ہوا ہے اور یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تو تو صرف صورت کو دیکھ رہا ہے کہ اسکی صورت کتے کی ہے اور تجھے یہ خبر نہیں کہ اسکے اندر ایک طلسم ہے جسپر کہ حق تعالیٰ نے اس صورت کی مہر لگا رکھی ہے اور وہ طلسم اسکی وہی صفت دربانی لیلےٰ ہے لیں اس صفت پر ہم تو عاشق ہیں نہ کہ اُس کی صورت پر ۔

ہمتش بین و دل و جان و شناخت　　کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت

یعنی اُس کتے کی ہمت اور دل اور جان کو دیکھو کہ اُسنے (کیسا) پہچانا اور اس بات کو دیکھو کہ اُس نے کہاں (جگہ) اختیار کی ہے اور مسکن گاہ بنائی ہے بات دیکھنے کی تو یہ ہے کہ اسنے لیلیٰ کے کوچہ میں جو اُسنے جگہ بنائی ہے تو اسکو کہاں سے عقل آئی کہ اُس نے ایسی جگہ اختیار کی ۔

او سگ فرخ رخ کہف من است　　بلکہ او ہمدرد و ہم لہف من است

یعنی یہ کتا مبارک رو میرا پناہ ہے بلکہ وہ میرا ہمدرد اور ہم لقب ہے ۔ لیف لقب ہمتیں ہم بنی درد مطلب یہ کہ یہ تو اس صفت کی بدولت میرا ہمدرد اور جائے پناہ بنگیا ہے تو جسطرح کہ یہ مجنون صرف اس مناسبت سے کہ اسکی لیلیٰ کے کوچہ کا کتا ہے اسکی اسقدر منزلت کرتا تھا اسی طرح وہ لوگ بھی جو اُدھر سے آتا تھا اسکی قدر و منزلت کرتے تھے اسلئے کہ اس نے اُس دیہاتی کو جوان کا دوست تھا دیکھا تھا خوب کہا ہے کہ ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است ۔ افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

آگے مولانا فرماتے ہیں کہ ۔

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم ۔ خاک پایش بہ ز شیران عظیم

یعنی جو کتا کہ اسکے (یعنی حق تعالیٰ کے) کوچہ میں مقیم ہو جاوے اسکی خاک پا بڑے بڑے شیروں سے بہتر ہے یہاں سگ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ ظاہر حالت میں ذلیل رہتے ہیں اور جنکی شان حدیث کم من اشعث اغبر الخ کے مطابق ہے مطلب یہ کہ جب اس کتے کی جو کہ مقیم کوچہ لیلیٰ تھا یہ قدر ہے تو بھلا وہ لوگ جو کہ ظاہر حالت میں اگرچہ خراب و خستہ ہیں مگر مقیم کوئے حق ہیں کیوں قدر کے قابل نہ ہونگے ان کی تو خاک پا بھی ان ظاہری شکلی اور باعزت دنیاداروں کے جسم سے بھی کہیں زیادہ ہے ۔

آں سگے کہ باشد اندر کوئے او ۔ من بشیران کے دہم یک موئے او

یعنی جو کتا کہ اسکے کوچہ میں مقیم ہو تو میں اس کا ایک بال بھی شیروں کو کب دوں مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ بظاہر ذلیل و خوار ہے مگر مقیم کوئے حق ہے اسکی تو میں ان دنیاداروں کو ہوا بھی نہ لگنے دوں اور ان ظاہری عزت والوں کو اسکے ہاتھ بھی نہ لگانے دوں ۔ اسلئے کہ اگرچہ اسکی ظاہری حالت ذلیل ہے مگر اسکا ایک ایک بال اسقدر معزز ہے کہ انکا سارا جسم بھی اسقدر معزز نہیں ہے اسلئے کہ اس کے اس بال کو بھی عزت حقیقی حاصل ہے اور ان کے اس سارے جثہ کو بھی عزت حقیقی حاصل نہیں ہے تو پھر مجازی اور عارضی کے سامنے خواہ وہ کتنی ہی باعزت کیوں نہ ہو حقیقی شئے ہمیشہ بڑھی ہوئی ہوگی اگرچہ ظاہر میں تھوڑی اور کم ہی ہو ۔

ایکہ شیران مر سگانش را غلام ۔ گفتن امکان نیست خامش والسلام

یعنی اے وہ شخص کہ شیر اس کے کتوں کے غلام ہیں کہنا ممکن نہیں ہے لہذا چپ رہو والسلام مطلب یہ کہ یہ تو وہ حضرات ہیں کہ ان کے ادنیٰ خدام کے تابع یہ شیران دنیاوی ہیں انکی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں لیکن کیا کریں ہمارے اندر اسقدر استعداد ہی نہیں ہے کہ انکی عزت کو پوری طرح بیان کر سکیں لہذا بہتر یہی ہے کہ چپ رہیں اور جتنا بیان کر دیا ہے اسی پر اکتفا کریں والسلام آگے فرماتے ہیں کہ ہمارے بیان کرنے کی حاجت

ہی نہیں بلکہ

گر ز صورت بگذرید ای دوستاں — جنت است و گلستاں در گلستاں

یعنی ای دوستو اگر تم صورت سے گذر جاؤ تو پھر جنت ہی جنت ہے اور گلستان ہی گلستان ہے مطلب یہ کہ یہ صورت ہی حاجب ہو رہی ہے اور حقیقت بینی سے مانع ہے ورنہ اگر تم اس [illegible] پر نظر کرو تو پھر تو نور ہی نور اور جنت ہی جنت ہے اسلئے کہ ان کے قلب میں تو باغ و بہار ہے اور انوار و معارف [illegible] کوئی کہہ سکتا تھا کہ بھلا کس کسکی صورت سے قطع نظر کرتے پھریں اور کہاں کہاں صورت کو توڑیں اسکی ایک بہت سہل تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

صورت خود چوں شکستی سوختی — صورت کل را شکست آموختی

یعنی جب تو نے اپنی صورت کو توڑ دیا اور جلا دیا تو بس ساری صورتوں کو شکست سکھا دیا مطلب یہ کہ بس جب اپنی ہستی پر نظر نہ رہیگی اور اسکو فنا کر دوگے پھر ساری ہستیاں فانی معلوم ہوں گی اسکی ہر صورت ہی تھوڑی کہ سب کو الگ الگ سا توڑتے اور ان سے قطع نظر کرتے پھرو بس جب تم اپنی ہستی کو مٹا چکوگے تو یہ ہوگا۔

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی — ہمچو حیدر باب خیبر بر کنی

یعنی اسکے بعد تو ہر صورت کو توڑ دیگا اور حیدر رضی اللہ عنہ کی طرح باب خیبر کو اکھاڑ دیگا صورت کے توڑنے سے مراد ان سے قطع نظر کرنا ہے مطلب یہ کہ اگر تمنے اپنی صورت سے قطع نظر کرلی اور اپنی حقیقت پر نظر کی تو پھر یوں سمجھو کہ تمنے باب خیبر کو فتح کرلیا اور بہت بڑا کام کرلیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جسطرح کہ صورت پر نظر ہونے سے حقیقت پوشیدہ ہوجاتی ہے اسی طرح وہ خواجہ صاحب ان الفاظ کی صورت کو دیکھکر فریفتہ ہوگئے اور یہ خبر نہوئی کہ اسکے اندر آیا صدق ہے یا کذب ہے آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

(۹۱)

سغبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم — کو بدہ می شد بگفتار سقیم

یعنی وہ بھولا بھالا خواجہ اسی صورت الفاظ پر فریفتہ ہوگیا کہ وہ اس گفتار سقیم کی وجہ سے گاؤں میں جا رہا تھا مطلب یہ کہ چونکہ وہ ان فضول باتوں پر فریفتہ ہوگیا تھا اور کذب کو صدق سمجھے ہوئے تھا اسلئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گاؤں کو روانہ ہوگیا۔ آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

سوئے آں دام تملق شادماں — ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحاں

یعنی اس تعلق کی جال کی طرف وہ خوش خوش اس جانور کی طرح کہ جو دانہ آزمائش کی طرف جاتا ہو (جا رہا تھا) مطلب یہ کہ جسطرح کہ جال میں دانہ رکھا ہوا ہوتا ہے تو جانور اسکی طرف جاتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح یہ خواجہ بھی ان باتوں کو صادق خیال کرکے جا رہا تھا آخرکار پھنس گیا۔

از کرم دانست آں مرغ حریص — دانہ را با دام لیکن شد محیص

یعنی وہ مرغ حریص اس دانہ کو کرم کی وجہ سے سمجھا لیکن وہ جال میں آ گیا مطلب یہ کہ وہ جانور یوں سمجھا کہ یہ دانہ صیاد نے کرم کی وجہ سے ڈالا ہے اور اسکا نہایت کرم ہے کہ ہمکو دانہ کھلاتا ہے۔ مگر وہی اسکے لئے دام تزویر بن گیا اور پھنس گیا۔

از کرم دانست مرغ آں دانہ را — غایت حرص است نے جود و عطا

یعنی جانور تو اسکو کرم کی وجہ سے سمجھتا ہے بلکہ وہ نہایت حرص کی وجہ سے ہے جود و عطا نہیں ہے اسلئے کہ جب صیاد کو حرص شکار ہوئی جبھی تو اس نے یہ جال پھیلایا ہے ورنہ کیوں جال پھیلاتا تو یہ کرم نہیں بلکہ صیاد کی حرص ہے۔

(۷)

مرغکان در طمع دانہ شادماں — سوئے آں تزویر پراں و دواں

یعنی جانور دانہ کی طمع میں خوش خوش اس جال کی طرف دوڑ رہے ہیں اور اڑ رہے ہیں اسی طرح یہ خواجہ اور اسکے اہل و عیال خوش خوش اس دام تزویر کی طرف اجابت کرتے تھے آگے فرماتے ہیں کہ

گر ز شادی خواجہ آگاہت کنم — ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کنم

یعنی اگر اس خواجہ کی خوشی سے تمکو آگاہ کروں تو اے خواجہ میں ڈرتا ہوں کہ میں تمکو بے وقت کر دوں گا مطلب یہ کہ اگر میں اسکی خوشی کی پوری کیفیت کو بیان کروں تو مجھے خوف ہے کہ قصہ طویل ہو جاوے اور اصل مقصود بھی ہاتھ سے جاتا رہے اسلئے آگے قصہ کو مختصر کرکے بیان فرماتے ہیں اور خود فرماتے ہیں کہ

مختصر کردم چو آمد دہ پدید — خود نبود آں دہ رہ دیگر گزید

یعنی میں مختصر کرتا ہوں کہ جب وہ گاؤں آیا تو خود وہ گاؤں نہ تھا بلکہ کوئی گاؤں دوسرا (اس خواجہ نے) اختیار کر لیا تھا غرضکہ بیچارے راستہ بھٹک گئے۔

قرب ماہی دہ بدہ می تاختند — زانکہ راہ دہ نکو نشناختند

یعنی قریب ایک ماہ کے وہ گانوں در گانوں دوڑتے رہے تھے اسلئے کہ گانوں کا راستہ پوری طرح پہچانتے نہ تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستا ریشخندے شد بہ شہر و روستا

یعنی جو شخص کہ بے اوستاد کے کسی پیشہ کو اختیار کرے تو اسکا مذاق ہر شہر اور گانوں میں ہوگا اسلئے کہ کام ہوگا نہیں تو مذاق ہی اڑیگا۔

ہر کہ در رہ بے قلاوزی رود رہ دو روزہ راہ صد سالہ شود

یعنی جو شخص کہ راہ میں بے رہبر کے چلے تو دو دن کی راہ اسکو راہ صد سالہ کی برابر ہو جاتی ہے۔ مولانا کے ظاہر الفاظ تو اس راہ وغیرہ پر دال ہیں مگر مقصود مولانا کا راہ حق مراد ہے۔

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل ہمچو ایں سرگشتگان گردد ذلیل

یعنی جو شخص کہ کعبہ کی طرف بلا دلیل دوڑے وہ ان بھٹکے ہوؤں کی طرح ذلیل ہی ہوگا۔

زانکہ نادر باشد اندر خافقین کادمی سر بر زند بے والدین

یعنی اسلئے کہ یہ بات اس زمانہ میں بہت نادر ہے کہ آدمی بے والدین کے پرورش پائے تو جب اسباب ہی سے سب کام ہوتے ہیں تو اس راہ پانے کا سبب وجود رہبر ہی ہے اس کے بغیر راہ یابی بہت مشکل ہے اور اگر کسی کو مل گئی ہے تو وہ نادر ہے آگے اسکی مثال ہے کہ۔

مال او یابد کہ کسبے میکند نادرے باشد کہ بر گنجے زند

یعنی مال اسی کو ملتا ہے جو کہ کمائی کرے اور یہ امر نادر ہے کہ کوئی خزانہ پر پہونچ جاوے۔

مصطفائی کو کہ جسمش جان بود تا کہ رحمن علم القرآں بود

یعنی وہ مصطفا کہاں ہیں کہ اُن کا جسم ہی جان ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ علم القرآں ہوں مطلب یہ کہ ایسے لوگ کہاں ہیں کہ جنکا جسم بھی مشغول حق ہیں جان کی طرح ہو اور ان کا مربی بلا واسطہ حق تعالیٰ ہوں اب تو یہی ہے کہ اسباب کو مہیا کرو اور کام ہو جاوے تو رہبر کو ساتھ لو تب کام چل سکتا ہے اسلئے کہ۔

اہل تن را جملہ علم بالقلم واسطہ افراشت در بذل کرم

یعنی اہل تن کو تو جملہ علم بالقلم بذل کرم میں واسطہ ڈالا ہے مطلب یہ کہ جنکو کہ بلا واسطہ خود ہی تعلیم قرآن فرمائی وہ تو بہت کم لوگ ہیں ورنہ اور سب کیلئے تو علم کیلئے قلم ہی کو واسطہ فرمایا جا رہا ہے تو جب واسطہ ہوتا ہے جب ہی کرم ہوتا ہے۔

ہر حریصے ہست محروم اے پسر ‌ ‌ ‌ چوں حریصان تگ مرو آہستہ تر

یعنی اے صاحبزادے ہر حریص محروم ہے تو تو حریصوں کی طرح دوڑ کر مت چل آہستہ چل تاکہ مطلب تک وصول ہو جاوے آگے پھر اُس خواجہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندراں رہ رنجہا دیدند و تاب ‌ ‌ ‌ چوں عذاب مرغ خاکی اندر آب

یعنی اس راہ میں انھوں نے بہت تکالیف اور تپش دیکھی جیسے کہ مرغ خاکی پانی میں مصیبت میں ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی مصیبت میں مبتلا ہو رہے تھے اور انکی یہ حالت ہو گئی تھی کہ۔

سیر گشتہ از دہ و از روستا ‌ ‌ ‌ وز شکر ریزی چناں ناوستا

یعنی وہ گانوں سے اور روستائی سے سیر ہو گئے تھے اور ایسے نالائق کی مہمانی سے بھی۔ چونکہ تکالیف بہت برداشت کی تھیں اسلئے سخت پریشان ہو کر لٹے تھے کہ۔ بس باز آئے اور طبیعت سیر ہو گئی تھی جیسا کہ قاعدہ

شرح حبیبی

روستائی بین کہ از بد نیتی ‌ ‌ ‌ میکند بعد اللتیا والتی

روئے پنہاں میکند زیشان بروز ‌ ‌ ‌ تا سوئے باغش نہ بکشانید پوز

آنچناں رو کہ ہمہ زرق و شرست ‌ ‌ ‌ از مسلمانان نہاں اولیٰ ترست

رویہا باشد کہ دیوان چوں مگس ‌ ‌ ‌ بر سرش بنشستہ باشند چوں حرس

چون ببینی روی او در تو فتند ‌ ‌ ‌ یا ببین آن یا چو دیدی خوش مخند

در چنان روی خبیث عاصیه ‌ ‌ ‌ گفت یزدان نسفعا بالناصیه

چون بپرسید و خانه اش یافتند ‌ ‌ ‌ همچو خویشان سوی در بشتافتند

در فروبستند اهل خانه اش ‌ ‌ ‌ خواجه شد زین کژروی دیوانه اش

لیک هنگام درشتی هم نبود ‌ ‌ ‌ چون درافتادی بچه تیزی چه سود

بر درش ماندند ایشان پنج روز ‌ ‌ ‌ شب بسرما روز خود خورشید سوز

نی ز غفلت بود ماند نی خری ‌ ‌ ‌ بلکه بود از اضطرار و بی زری

با لئیمان بسته نیکان ز اضطرار ‌ ‌ ‌ شیر مرداری خورد از جوع زار

او همی دیدش همی گفتش سلام ‌ ‌ ‌ که فلانم من مرا اینست نام

گفت باشد من چه دانم تو کئی ‌ ‌ ‌ یا پلیدی یا قرین پاکئی

والهم روز و شب اندر صنع هو ‌ ‌ ‌ هیچگونه نیستم پروای تو

از خودی خود ندارم هم خبر ‌ ‌ ‌ نیست از هستی سر موی اثر

هوش من از غیر حق آگاه نیست ‌ ‌ ‌ در دل و جانم بجز الله نیست

گفت اینم با قیامت شد شبیه	تا برادر شد یفر من اخیه
شرح میکردش که من آنم که تو	لوتها خوردی ز خوان من دو تو
نے فلاں روزت خریدم آں متاع	کل سر جاوز الاثنین شاع
نے تو بودی سالها مهمان من	نے رسیدت بیکراں احسان من
سر مهر ما شنیدستند خلق	شرم دار در رو چه نعمت خورد حلق
او همی گفتش چه گوئی ترهات	نے ترا دانم نه نام تو نه جات
پنجمین شب ابر و بارانے گرفت	کاسماں از بارشش شد در شگفت
چوں رسید آں کارد اندر استخواں	حلقه زد خواجه که مهتر را بخواں
چوں بصد الحاح آمد سوئے در	گفت آخر چیست ای جان پدر
گفت من آں حقها بگذاشتم	ترک کردم آنچه می پنداشتم
پنج ساله رنج دیدایں پنجروز	جان مسکینم دریں سرما و سوز
یک جفا از خویش و از یار و تبار	در گرانی هست چوں سه صد هزار
زانکه دل ننهاد بر جور و جفاش	جانش خوگر بود بر مهر و وفاش

(۱۱)

هرچه بر مردم بلا و شدت است / این یقین دان کز خلاف عادت است

گفت ای خورشید مهرت در زوال / گر تو خواهم یخنی کردم حلال

امشب ای باران بباده گوشه / تا بیابی در قیامت توشه

گفت یک گوشه ست آن باغبان / هست اینجا گرگ را او پاسبان

در کفش تیر و کمان از بهر گرگ / تا زند چون آید آن گرگ سترگ

گر تو آن خدمت کنی جای آن تست / ورنه جای دیگری فرمای جست

گفت صد خدمت کنم تو جای ده / وان کمان و تیر در کفم بنه

من نخسپم حارسی رز کنم / گر برآرد گرگ سر تیرش زنم

بهر حق مگذارم امشب ای دودل / آب باران بر سر و در زیر گل

گوشه خالی شد و او با عیال / رفت آنجا جای تنگ بی مجال

چون ملخ بر همدگر گشته سوار / از نهیب سیل اندر کنج غار

شب همه شب جمله گویان کای خدا / این سزا ما را سزا ما را سزا

این سزای ما که شد یار خسان / یا کسی کرد از برای ناکسان

این سزای آنکه اندر طمع خام / ترک گوید خدمت خاص کرام

خاک پاکان لیسی و دیوارشان / بهتر از عام و رز و گلزارشان

بندهٔ یک مرد روشن دل شوی / به که بر فرق سر شاهان روی

از ملوک خاک جز بانگ دهل / تو نخواهی یافت ای پیک سبل

شهریان خود رهزنان نسبت بروح / روستائی کیست گیج و بی فتوح

این سزای آنکه بی تدبیر عقل / بانگ غولی آمدش بگزید نقل

چون پشیمانی ز دل شد تا شغاف / زان سپس سودی ندارد اعتراف

چون پشیمان گشت از دل تا چه کرد / بعد ازان سودی ندارد آه سرد

آن کمان و تیر اندر دست او / گرگ را جویان همه شب سو بسو

گرگ خود بر وی مسلط چون شرر / گرگ جویان و ز گرگ او بی خبر

هر پشه هر کیک چون گرگی شده / اندران ویرانه شان زخمی زده

فرصت آن پشه راندن هم نبود / از نهیب حملهٔ گرگ عنود

تا بیاید گرگ آسیبی زند / روستائی ریش خواجه بر کند

همچنین دندان گران تا نیم شب	جان شان از ناف می آید بلب
ناگهان تمثال گرگ هشته	سر برآورد از فراز پشته
تیر را بگشاد آن خواجه ز شست	زد بر آن حیوان که تا افتاد پست
اندر افتادن ز حیوان باد جست	روستائی های کرد و کوفت دست
ناجوان مردا که خر کره من است	گفت نے این گرگ چون آهرمن است
اندرو اشکال گرگے ظاهر است	شکل او از گرگی او مخبر است
گفت نے بادے که جست از فرج وے	من شناسم همچنان کآب ز مے
کشته خر کره ام را در ریاض	که مبادا بسط هرگز ز انقباض
گفت نیکوتر تفحص کن شب است	شخصها در شب ز ناظر محجب است
شب غلط بنماید و مبدل بسے	دید صائب شب ندارد هر کسے
هم شب و هم ابر و هم باران ژرف	این سه تاریکی غلط آرد شگرف
گفت آن بر من چو روز روشن است	می شناسم باد خر کره من است
در میان بیست باد آن باد را	می شناسم چون مسافر زاد را

(۱۴)

خواجه بر جست و بیامد ناشگفت	روستائی را گریبانش گرفت
کابله طرار شید آورده	بنگ و افیون هر دو باهم خورده
در تاریکی شناسی باد خر	چون ندانی مر مرا ای خیره سر
آنکه داند نیم شب گوساله را	چون نداند همره ده ساله را
خویشتن را عارف و واله کنی	خاک در چشم مروت می زنی
که مرا از خویش هم آگاه نیست	در دلم گنجائی جز الله نیست
آنچه دی خوردم از آنم یاد نیست	این دل از غیر تحیر شاد نیست
عاقل و مجنون حقم یاد آر	در چنین بیخویشیم معذور دار
آنکه مرداری خورد یعنی نبید	شرع او را سوی معذوران کشید
مست و بنگی را طلاق و بیع نیست	همچو طفل است و معاف و معتقیست
مستیی کاید ز بوی شاه فرد	صد خم می در سر و مغز آن نکرد
پس برو تکلیف چون باشد روا	اسپ ساقط گشت و شد بی دست و پا
بار که نهد در جهان خر کره را	درس که دهد پارسی بو مره را

(۱۵۱)

بار بر گیرند چوں آمد عرج ۔ گفت حق لیس علی الاعمیٰ حرج

سوئے خود اعمیٰ شدم از حق بصیر ۔ پس بعافہم از قلیل و از کثیر

لاف درویشی زنی و بیخودی ۔ ہاؤ ہوئے عاشقاں ایزدی

کہ زمین را من ندانم ز آسماں ۔ امتحانت کرد غیرت امتحاں

باد خر کرد چنیں رسوات کرد ۔ ہستی نفی ترا اثبات کرد

امیر بیچارے کی مصیبت تو سن چکے اب دیکھو کہ ان کے ہوشیار بردہ دیہاتی کیا حیلہ بہانہ کرتا ہے وہ دن کو ان سے اپنا منہ بدیں خیال چھپاتا ہے کہ مبادا یہ لوگ میرے باغ کا رخ کریں اور پھل کھانے کے لئے منہ کھولیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ ایسے سراپا مکر اور سراسر شر منہ کا مسلمانوں سے چھپا رہنا ہی بہتر ہے خدا مسلمانوں کو ایسی صورت نہ دکھلائے اس کے بعد نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یاد رکھو کہ بہت سے منہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر چوکیداروں کی طرح بکثرت شیاطین مسلط ہوتے ہیں جب تم ان کی صورت دیکھو تو تمکو لپٹ جائیں بس ایسوں کے ساتھ تمکو دو طرح سے برتاؤ کرنا چاہیئے یا ان کو دیکھنا ہی نہ چاہیئے اور اگر ضرورت ہو تو ان سے خندہ پیشانی سے نہ ملنا چاہیئے ایسے ہی خبیث اور نافرمان چہروں کیلئے نسفعا بالناصیہ وارد ہوا ہے (اس عبارت کو یا تو بقرینہ ماسبق دنیوی بے مروتوں پر محمول کیا جاوے یا کہا جاوے کہ یہ انتقال ہے ان لوگوں کی طرف جو حق سبحانہ کی نعمتیں کھاتے ہیں اور پھر بے مروتی کرتے ہیں یہ توجیہ بلحاظ نسفعا بالناصیہ کے زیادہ مناسب و اقرب ہے یا مطلق بے مروتوں پر محمول کیا جاوے خواہ مخلوق سے بے مروتی کرنے والے ہوں یا خالق سے فتدبر) اب اس اجمال کی تفصیل سنو جب وہ گاؤں میں پہونچے اور وہاں پہونچکر دریافت کیا کہ فلاں چودھری صاحب کا مکان کہاں ہے اور لوگوں کے پتہ بتانے سے ان کو اسکا گھر مل گیا تو یہ لوگ اپنا ہی گھر سمجھکر دروازہ کی طرف بڑھے اس کے گھر کے لوگوں نے ان کو دیکھکر دروازہ بند کر لیا امیر اس بدسلوکی کو دیکھکر رنج و غصہ کے سبب دیوانوں کی مثل از خود رفتہ ہو گیا لیکن سختی کا موقع نہ تھا کیونکہ کنوئیں میں گرنے کے بعد تیزی فضول ہے اسلئے صبر کیا یہ لوگ پانچ دن تک اسکے دروازہ پر پڑے رہے رات کو سردی میں مرتے تھے دن کو دھوپ میں جلتے تھے اسکا سبب نہ غفلت تھی نہ حماقت بلکہ مجبوری اور روپیہ کا پاس نہونا تھا واقعی مجبوری بہت بری بلا ہے اسکے سبب اچھے لوگ پاجیوں کے ساتھ تعلق رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں اور

بھوک سے مضطر ہو کر شیر نرمردار کھاتا ہے - امیر جب کبھی اُسکو دیکھتا تو سلام کرتا اور کہتا کہ میں فلاں شخص
ہوں اور میرا نام فلاں ہے امیر وہ یہ جواب دیتا کہ ہاں ہونگے لیکن نہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور
نہ یہ کہ آپ کیسے ہیں اچھے ہیں یا بُرے ہیں رات دن حق سبحانہ کی صنعت کے مشاہدہ میں مصروف اور
از خود رفتہ ہوں مجھے آپکا اصلاً خیال نہیں مجھے اپنی بھی خبر نہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں اسلئے کہ میں اپنے کو
بالکل مٹا چکا ہوں اور ہستی کا مجھ میں بال برابر بھی نشان نہیں ہے میرے حواس کو غیر اللہ کی مطلق خبر نہیں بلکہ میرے
دل و جان میں تو صرف اللہ ہی اللہ سمایا ہوا ہے امیر نے یہ جواب سُنکر حیرت سے کہا کہ یہ وقت تو قیامت کے
مشابہ ہو گیا کہ اسوقت بھائی سے بھائی بھاگتا ہے وہ اُسکو تفصیلاً بھی بتاتا تھا کہ میں وہ ہوں جسکے یہاں تم
جھک جھک کر اور بہت رغبت سے طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے تمہیں بتلاؤ میں نے تمہیں فلاں سامان
خرید کر نہیں دیا تھا ضرور دیا تھا بہت سے لوگ اسکے شاہد ہیں اسلئے کہ یہ معاملہ کچھ خفیہ نہیں ہوا بلکہ اور لوگوں کے
سامنے ہوا ہے اور جو راز کہ دو آدمیوں سے تجاوز کر جاوے وہ تمام لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور تمھیں بتلاؤ کیا تم
میرے یہاں برسوں مہمان نہیں رہے اور میں نے تم پر بیحد احسان نہیں کیا میں نے تم پر اسقدر احسان کئے کہ میرے
اور تیرے تمام لوگ واقف ہو گئے لیکن تمکو کچھ بھی اُن کی شرم نہیں حالانکہ مثل مشہور ہے منہ کھائے آنکھ لجائے مگر
وہ یہی کہتا کہ کیا خرافات بکتے ہو میں نہ تمھیں جانتا ہوں اور نہ تمھارے نام سے واقف ہوں اور نہ یہی جانتا کہ
کہ تم کہاں رہتے ہو غرض اس پانچ روز کے عرصہ میں اُن کی اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی جب پانچویں رات
ہوئی تو ابر آیا اور اس روز سے بارش شروع ہوئی کہ آسمان بھی متحیر تھا اس سے امیر کو اور بھی تکلیف ہوئی وہ
اپنی مقدور بھر تو برداشت کرتا رہا مگر جب تکلیف انتہا کو بھی پہونچگئی اور برداشت کی طاقت نہ رہی تو مجبور ہو کر
امیر نے اُس چوہدری کے بلانے کو زنجیر کھٹکھٹائی اول تو اُس نے آنے میں تاخیر کی لیکن جب اُس نے
بہت ہی منت خوشامد کی تو گھر سے باہر آیا اور کہا کہ کیا بات ہے امیر اُس نے کہا کہ میں نے اپنے تمام حقوق چھوڑ دیئے
اور جو توقعات مجھے تم سے تھیں وہ بھی چھوڑ دیں میری اس بیچاری جان کو اس سردی اور پیش آفتاب میں رہنے کی
سبب پانچ دن میں پانچ سال کے برابر تکلیف ہوئی اسکی وجہ یہ ہے کہ میں تمکو اپنا خاص آدمی سمجھتا تھا اور جو تکلیف
اپنے کسی عزیز قریب یار دوست یا کسی کنبہ والے سے پہونچتی ہے وہ گرانی میں تین لاکھ تکلیفوں کی برابر ہوتی ہے کیونکہ
وہ اسکی مہر و وفا کا خوگر ہوتا ہے اسلئے اسکی زیادتی اور ظلم سہنے کیلئے تیار نہیں ہوتا چونکہ وہ تکلیف اُسکو خلاف
توقع اور خلاف امید پہونچتی ہے اسلئے زیادہ ناگوار ہوتی ہے اس سے تمکو نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ دنیا میں جو کچھ کسی کو
تکلیف پہونچتی ہے وہ سب مخالف عادت کے سبب لہذا آدمی کو چاہیئے کہ کسی فانی کا عادی نہو جسکے نہونے کے
سبب تکلیف ہو خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مطلب سُنو امیر نے کہا کہ اے وہ شخص جسکی محبت کا آفتاب زوال
میں ہے اگر تو نے اب تک مجھے بے انتہا پریشان کیا ہے اور گویا کہ مجھے مار ڈالا ہے تو میں نے سب معاف کیا لیکن
اتنا کر کہ آج کی رات ہمکو ایک گوشہ میں جگہ دیدے تاکہ ہم بارش سے بچ جائیں خدا تجھے قیامت میں اسکا اجر دیگا

اس نے کہا کہ ہاں ایک گوشہ تو ہے مگر وہ باغبان سے متعلق ہے اور وہ وہاں بیٹھکر بھیڑیئے کی دیکھ بھال کرتا ہے
وہ اس بھیڑیئے کے لئے تیر کمان ہاتھ میں لئے ہوتا ہے تاکہ جب وہ آئے تو اسکو تیر سے مار ڈالے اگر تو وہ خدمت انجام
دے تو میں وہ جگہ تجھے دے سکتا ہوں اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو نہیں اور جگہ کا نا ڈھونڈھلے امیر نے کہا کہ آپ تو ایک
خدمت کہتے ہیں میں سو خدمتیں کرونگا مگر آپ مجھے جگہ دیدیجئے اور تیر و کمان دیدیجئے میں رات بھر نہ سونگا اور انگوروں کی
حفاظت کرونگا اور اگر بھیڑیا سر بھی نکالیگا تو میں فوراً تیر مارونگا خدا کیلئے آپ مجھے اس جگہ چھوڑ دیجئے میں بڑی مصیبت
میں ہوں کہ اوپر پانی ہے اور نیچے گارا الغرض وہ گوشہ خالی کر دیا گیا اور وہ مع بال بچوں کے اس تنگ راہ سے گنجایش
جگہ میں چلا گیا بارش کے خوف سے اس غار کی طرح تنگ و تاریک مقام میں سب کے سب چھپ گئے۔ اور تنگی کے سبب اوپر
تلے یوں پڑے تھے جیسے ٹڈیاں۔ تمام رات یہ کہتے رہے کہ اے خدا ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری
یہی سزا ہے کہ ہمنے اس نالائق کی بات پر کیوں بھروسہ کیا اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی ایسے شخص کی یہی سزا ہے
کہ وہ مصائب میں مبتلا ہو جو کمینوں سے دوستی کرے یا نا اہلوں سے اہلیت کا برتاؤ کرے اور اسکی یہی سزا ہے جو اہل اللہ
کی خدمت ایک طمع خام کیلئے اور دنیاوی غرض سے چھوڑ دے پس تمہارا فرض ہے کہ اہل اللہ کی خاک اور اُن کی دیوار
جانو یہ سمجھنا کہ عوام اور اُن کے انگوروں اور باغ سے ہزار درجہ بہتر ہے اور ایک روشندل شخص کا غلام ہو جانا بہتر ہے
اس سے کہ تم بادشاہوں کے سر پر پاؤں رکھو دنیاوی بادشاہوں سے بجز ڈھول کی آواز کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا یعنی
اُن سے جو کچھ مال و دولت عزت و وقعت تمکو ملیگی وہ ڈھول کی آواز کی طرح دور ہی سے دلکو بھانے والی ہوگی روح
اہل اللہ کے لحاظ سے شہری بھی رہزن ہیں پھر احمق اور بے مایہ دیہاتی کیا بلا ہوتا ہے اس بنا پر اسکو چاہیئے تھا کہ
دیہاتی تو درکنار شہریوں سے بھی دوستی نہ کرتا بلکہ اہل اللہ سے تعلق پیدا کرتا لیکن اس نے عقل سے کام نہیں لیا اسلئے یہ
مصیبت بھگتنی پڑی علی ہذا جو شخص بلا سوچے سمجھے شیطان کی آواز کے پیچھے چلدے اسکی یہی سزا ہے جو اس شہری کو
اسکے تدبر نکرنے اور دیہاتی کے فریب میں آجانے پر ملی جبکہ پشیمانی دل کی تہ میں اتر گئی اور تلافی کا وقت نہ رہا تو ہو فقط
اپنی غلطی کا اقرار کچھ نفع نہیں بخشتا۔ اور جبکہ وہ تہ دل سے اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور تلافی نہ ہو سکے تو اسوقت آہ سرد کچھ بھی
نافع نہیں ہوتی پس اگر وہ شہری اب پشیمان بھی ہوا تو کیا نتیجہ غرض وہ ہاتھ میں تیر و کمان لئے ہوئے بھیڑیئے کی تلاش
میں تھا اور ہر طرف دیکھ رہا تھا بھیڑیئے تو اسکو خود لپٹے ہوئے تھے مگر وہ ان بھیڑیوں سے غافل ہو کر دوسرے بھیڑیئے
کی تلاش میں تھا یعنی ہر ہر مچھر اور ہر ہر پسو ان کیلئے ایک بھیڑیا ہو گیا تھا اور اس ویرانہ میں اُن کے ڈنک لگا رہا تھا مگر
اس خوف میں کہ کہیں بھیڑیا باغ میں نہ گھس آئے اور اگر درختوں وغیرہ کو کچھ نقصان نہ پہونچائے اور وہ دیہاتی اسکی ڈاڑھی
اکھاڑے اسکو اتنی بھی فرصت نہ تھی کہ مچھروں کو دفع کرے غرض آدھی رات تک یوں ہی پریشان رہا حتی کہ مارے
تکلیف کے اسکا لبوں پر دم آگیا تھا دفعتہً ایک جانور نے جو کہ بھیڑیئے کی صورت تھا ایک ٹیلے سے سر نکالا امیر نے نشانہ
تیر چھوڑا حتی کہ وہ نیچے گر گیا اس جانور کے گرنے سے ایک گوز نکلا اسکو سنکر اس دیہاتی کے منہ سے آہ نکل گئی اور
اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ ارے پاجی یہ تو میرا گدھی کا بچہ تھا تو نے اسے مار ڈالا امیر نے کہا ہرگز نہیں یہ دیو

صورت یقیناً بھیڑیا ہے گدھی کا بچہ نہیں ہو سکتا اسکے اندر بھیڑیے کے علامات ظاہر ہیں اور اسکی شکل کہہ رہی ہے کہ یہ
بھیڑیا ہے اس نے کہا تو غلط کہتا ہے جو گوز اس سے نکلا ہے اسکو میں یوں پہچانتا ہوں جیسے شراب اور پانی کو تو نے
میری گدھی کے بچہ کو مار ڈالا خدا کرے تجھے اس رنج سے کبھی رہائی نہو اور تو کبھی خوش نہو اس نے کہا آپ خوب
تحقیق کر لیجیے رات کا وقت ہے اجسام دیکھنے والے کو اسوقت اچھی طرح دکھائی نہیں دیتے۔ رات کو اکثر اشیاء خلاف
واقع اور دوسری حقیقت دکھلائی دیتی ہیں ہر شخص رات کو صحیح نہیں دیکھ سکتا۔ اسوقت رات بھی ہے ابر بھی ہے
اور موسلا دھار پانی پڑ رہا ہے یہ تین تاریکیاں تو نہایت عجیب غلطی پیدا کر سکتی ہیں اس نے کہا کہ اس معاملہ میں یہ
رات میرے نزدیک مثل روز روشن کے ہے مجھے غلطی نہیں ہو سکتی میں بیس گوزوں کے درمیان اپنے گدھے کے بچہ
کے گوز کو یوں پہچان سکتا ہوں جیسے مسافر توشہ کو یہ سنکر امیر سے صبر نہو سکا وہ کودا اور کود کر اسکا گریبان پکڑ لیا اور کہا
کہ او احمق بدمعاش تو نے یہ فریب گانٹھا ہے اور بھنگ و افیوں ملا کر کھائی ہے تین تاریکیوں کے اندر تو گدھے کے
بچے کے گوز کو پہچان سکتا ہے مگر مجھے دن میں بھی نہیں پہچانتا۔ اے احمق بتا تو سہی جب کوئی شخص بچھڑے وغیرہ
کو آدھی رات کو پہچانتا ہے تو وہ اپنے دس سال کے رفیق کو نہ پہچانیگا تو اپنے کو عارف اور خود رفتہ بناتا ہے اور چشم
مروت میں خاک جھونکتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں اور میرے دل میں خدا کے سوا کوئی نہیں سماتا مجھے
رات کا کھایا بھی یاد نہیں رہتا اور تحیر کے سوا کسی چیز سے میرا جی خوش نہیں ہوتا یاد رکھو کہ میں عاشق حق بنا ہوا
اسکا دیوانہ ہوں ایسی حالت خود رفتگی میں مجھے معذور رکھنا چاہیئے کیونکہ اگر کوئی شخص حرام شے یعنی نبیذ وغیرہ پی لے
تو شریعت اسکو فی الجملہ معذوروں میں شامل کر لیتی ہے چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک اسکی بیع اور طلاق صحیح
نہیں بلکہ وہ مثل بے ہوش کے اور مرفوع القلم اور غیر مکلف ہے پس جو مستی حق سبحانہ کے کمالات کی بنا پر ہوا تو تو
تو سو جنم سے بھی دماغ میں پیدا نہیں کر سکتے ہاں پس جو شخص ایسی مستی میں مبتلا ہو وہ کیسے مکلف ہو سکتا ہے [illegible]
عقل کا گھوڑا اگر کر کے دست دیا اور عاجز ہو گیا ہے اور عقل ہی مدار تکلیف ہے پس جب عقل نہ رہی تو تکلیف [illegible]
رہ سکتی غور تو کرو کوئی گدھے کے چھوٹے بچے پر بوجھ لادتا ہے اور [illegible] کو بھی کوئی فارسی پڑھاتا [illegible]
اہل ہی نہیں علیٰ ہذا یہ بھی اہل تکلیف نہیں دیکھو لنگڑے سے بعض احکام کی تکلیف [illegible]
ہیں لیس علی الاعرج حرج کیوں محض اسلئے کہ وہ اسکی طاقت نہیں رکھتا اور اندھا اہل [illegible]
نہیں پس چونکہ میں اپنی طرف سے اندھا اور حق سے بینا ہو گیا ہوں اسلئے میں ہر تکلیف سے آزاد ہوں۔ [illegible]
قسم کی خرافات بکتا تھا اور فقیری اور بیخودی کے دعوے کرتا تھا عاشقان الٰہی کی جھوٹی [illegible]
تھا کہ مجھے زمین و آسمان کی بھی خبر نہیں لیکن غیرت امتحان کو تیرے یہ دعوے اچھے نہ معلوم ہوئے [illegible]
تیرا امتحان کیا اور گدھی کے بچے کے گوز نے تیری حقیقت کھولکر تجھے رسوا کر دیا اور ایک معمولی ہستی [illegible]

گوز نے تیری ادعائی نفی کو اثبات
بنادیا۔

شرح شبیری

خواجہ اور اُسکی قوم کا گاؤں میں پہونچنا اور روستائی کا انکو شرارت کیوجہ سے نہ پہچاننا

بعد ماہی چوں رسید آں طرف   بینوا ایشاں ستوران بے علف

یعنی بعد ایک مہینے کے جب وہ لوگ اس طرف پہونچے تو وہ خود تو بے توشہ تھے اور اُن کے بیل بے گھاس دانہ

روستائی بین کہ از بدنیتی   میکند بعد اللتیا والتی

یعنی اس گنوار کو دیکھو کہ (کمبخت) بدنیتی کی وجہ سے ایسی ویسی باتوں کے بعد یہ کرتا ہے کہ۔

روے پنہاں میکند زایشاں بروز   تا سوے باغش نہ بگشایند پوز

یعنی ان لوگوں سے دن دہاڑے روپوشی اختیار کرتا ہے تاکہ اُسکے باغ کی طرف منہ نہ کھولیں مطلب یہ کہ وہ لوگ تو بیچارے ایکماہ کے بعد مارے تھکے اس گاؤں میں پہونچے اور وہ کمبخت روستائی دن دہاڑے روپوشی کرتا ہے اور چھپتا پھرتا ہے اگر رات ہو تو خیر ایک دوسرے کو دیکھتے ہی نہیں آنکہ تو چھپا رہوں یہاں تو نہایت نالایق اسقدر بے مروتی کرتا ہے کہ دن دہاڑے دیدوں پاس دیدے ڈالکر بے مروتی کرتا ہے بس حد ہو گئی اور وجہ فقط اسلیئے کہ اگر انکی ساتھ مروت کرتا ہوں تو میرے باغ کے میوے سب کھا جائیں ایسے شخص کیلیئے تو یہی کہا جاویگا کہ خدا ایسے کو غارت ہی کرے مولانا کو بھی غصہ آگیا ہے فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں رو کہ ہمہ رزق و شر است   از مسلماناں نہاں اولیٰ تر است

یعنی ایسا منہ جو کہ بالکل مکر اور شر ہو وہ مسلمانوں سے پوشیدہ ہی (رہے تو) بہتر ہے (اور ایسے کمبخت منحوس کی صورت نہ دیکھنا ہی بہتر ہے) اور فرماتے ہیں کہ

روہا باشد کہ دیواں چوں مگس   بر سرش بنشستہ باشد چوں حرس

یعنی بہت منہ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے سر پر شیاطین مکھی کی طرح بیٹھے ہوتے ہیں جیسے کہ نگہبان ہوں

مطلب یہ کہ بعض ایسے نالائق ہوتے ہیں کہ اُن کے سر پر ہر وقت شیطان سوار رہتے ہیں۔

چوں نہ بینی روئے شاں در تو فتند یا ببینی شاں جو پیدی خوش مخند

یعنی جب تم اُن کا منہ دیکھو تو وہ تمھارے اندر پڑیں (یعنی ضرر پہونچاویں) تو یا تو اُن کا منہ ہی مت دیکھو (اور یہی بہتر ہے) اور اگر دیکھ لیا تو پھر خوش مت ہو۔ اسلئے کہ مثل مشہور ہے کہ ہنسنے اور پھنسنے۔ بس ان سے تعلق ہی مت رکھو کہ سخت مضر ہے۔

در چہاں روئے خبیث عاصیہ گفت یزداں نسفعاً بالناصیہ

یعنی ایسی ہی روئے عاصی کے بارہ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نسفعاً بالناصیہ (یعنی اُسکی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچے جاویں گے) مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قول ایسے ہی نالائقوں کے حق میں ہے خیر آگے پھر اُن مصیبت زدگان کی حالت مفصّل بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں بپرسیدند و خانش یافتند ہمچو خویشاں سوئے او در شتافتند

یعنی اونھوں نے پوچھ پاچھ کر اُسکا گھر پا لیا تو عزیزوں کی طرح اُسکے دروازہ کی طرف دوڑے تاکہ دروازہ کھلواویں مگر گھر والے بھی تو اُسی نالائق کے تھے وہ اس سے کم تھوڑے ہی تھے انھوں نے یہ کیا کہ۔

در فرو بستند اہل خانہ اش خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ وش

یعنی اُسکے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا تو یہ خواجہ اُن کی اس کجروی سے دیوانہ سا رہ گیا۔

لیک ہنگام درشتی ہم نبود چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود

یعنی لیکن وقت سختی کا بھی نہ تھا (کیونکہ مثل مشہور ہے کہ) جب تم کنوئیں میں گر پڑے تو اب تیزی سے کیا فائدہ تو اب تو آپ پھنسے اگر اسوقت تیزی کرتے ہیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسقدر امید ہوگی وہ بھی جاتی رہے گی لہذا آخر بیچاروں نے یہ کیا کہ۔

بر درش ماندند ایشاں پنج روز شب بسر با روز خود خورشید سوز

یعنی یہ لوگ اُس کے دروازہ پر پانچ روز تک پڑے رہے رات کو جاڑے میں اور دن کو خود آفتاب جلا دیوالا

نے ز غفلت بود ماندن نے خری بلکہ بود از اضطرار و بے زری

یعنی اُن کا یہ (دروازہ پر پڑا) رہنا کسی غفلت یا گدے پن کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اضطرار اور بے زری کی بدولت تھا کہ بیچاروں کے پاس خرچ بھی ختم ہو گیا تھا اُن کی یہ حالت تھی کہ۔

با لئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار — شیر مرداری خورد از جوع زار

یعنی نیک لئیموں کی ساتھ بندھ گئے تھے جیسے کہ شیر بھوک سے زار و نزار ہو کر مردار کھا لیا کرتا ہے۔ اسی طرح مصیبت کے مارے یہ پڑے ہوئے تھے۔

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام — کہ فلانم من مرا اینست نام

یعنی وہ خواجہ اُس نالایق کو دیکھتا تھا تو اسکو سلام کرتا تھا اور کہتا تھا) کہ ارے میں فلاں ہوں اور میرا نام یہ ہے

گفت باشد من چہ دانم تو کئی — یا پلیدی یا قرین پاکئی

یعنی وہ روستائی خبیث کہتا کہ ہو گا میں کیا جانوں تو کون ہے کوئی پلید ہے یا کسی پاکی کا ساتھی ہے مطلب یہ کہ وہ خبیث کہتا کہ بھائی تم کوئی ہو گے مگر مجھے کیا خبر ہے کہ کون ہو بھلے ہو یا برے ہو اور کہتا کہ مجھے کیا خبر سنو کہ میری تو یہ

و اہم روز و شب اندر صنع ہو — ہیچگونہ نیستم پروائے تو

یعنی میں تو صنع حق میں رات دن مستغرق ہوں اور مجھے تو کسی قسم کی خبر ہی نہیں۔

از خودی خود ندارم ہم خبر — نیست از ہستی سر مویم اثر

یعنی میں تو اپنی ہستی کی بھی خبر نہیں رکھتا اور مجھے تو ہستی سے سر مو بھی اثر نہیں ہے مطلب یہ کہ خبیث صوفی بنتا تھا اور کہتا تھا کہ دنیا سے میں تو حق تعالی کی مصنوعات کے مشاہدے میں مستغرق ہوں مجھے اپنی بھی خبر نہیں میں تو اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہوں مٹا چکا ہوں تو بھلا جب مجھے اپنی خبر نہیں ہے تمھاری تو کیا خبر ہو گی اور کہتا کہ میری یہ حالت ہے کہ۔

ہوش من از غیر حق آگاہ نیست — در دل و جانم بجز اللہ نیست

یعنی میرے ہوش تو غیر حق سے آگاہ نہیں ہیں اور میرے دل و جان میں بجز اللہ کے کوئی نہیں ہے جب اس خواجہ نے اسقدر بے مہری دیکھی تو اسکو سخت افسوس ہوا اور بولا کہ۔

گفت اینہم با قیامت شد شبیہ — تا برادر شد یفر من اخیہ

یعنی وہ خواجہ بولا کہ یہ وقت تو مشابہ قیامت کے ہو گیا ہے کہ بھائی بھائی سے بھاگنے لگا ہے سچ یہ ہے کہ اس خواجہ کو اسوقت سخت حیرت اور پریشانی ہوگی خدا ایسے خبیث کو غارت ہی کرے الحمد للّٰہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا۔ اسکی حالت کو دیکھکر تو یہ دعا یاد آتی ہے اللہ ایسے شخص سے بچا دے۔

شرح میکردش کہ من آنم کہ تو ‍ ‍ ‍ ‍ لوتہا خوردی وخوان من دو تو

یعنی وہ خواجہ بیان کرتا تھا کہ (ارے کمبخت) میں وہ ہوں جسکے دسترخوان سے تو نے دونوں وقت کھانے کھائے ہیں اور کہتا تھا کہ۔

آں فلاں روزت خریدم آں متاع ‍ ‍ ‍ ‍ کل سر جاوز الاثنین شاع

یعنی کہ میں نے تجھے فلاں دن وہ اسباب خرید کر دیا تھا اور ہر بھید جو کہ دو سے گذر گیا وہ شائع ہو گیا مطلب یہ کہ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ مجھے اور تجھے ہی خبر ہو بلکہ یہ تو مشہور و معروف بات ہے اور سب جانتے ہیں کہ تو آیا کرتا تھا اور میں تیری ساتھ احسان کیا کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ۔

نے تو بودی سالہا مہمان من ‍ ‍ ‍ ‍ نے رسیدت بیکران احسان من

یعنی کہ کیا تو سالہا سال تک میرا مہمان نہیں رہا ہے اور کیا تجھے میرے بیحد احسان نہیں پہونچے ہیں استفہام انکاری ہے یعنی پہونچے ہیں۔

سر ہمہ با شنیدستند خلق ‍ ‍ ‍ ‍ شرم دارد رو چو نعمت خورد حلق

یعنی ہماری محبت کی باتیں لوگ سنا کرتے تھے اور اگر حلق کوئی نعمت کھا لیتا ہے تو منہ کو شرم آیا کرتی ہے اور وہ اس صاحب نعمت کا شکر گذار ہوتا ہے مگر تو وہ نالائق ہے کہ تو نے ساری باتیں بالائے طاق اٹھا رکھی ہیں۔

او ہمی گفتش چہ گوئی ترہات ‍ ‍ ‍ ‍ نے ترا دانم نہ نامِ تو نہ جات

یعنی وہ (خبیث) اس خواجہ سے کہتا کہ کیا فضول باتیں کہہ رہے ہو میں نہ تجھے جانوں نہ تیرے نام کو اور نہ تیری جائے قیام کو غرضکہ وہ بیچارے اسی طرح باہر پڑے رہے اور اس نالائق نے انکو پوچھنا تھا نہ پوچھا۔ آخر کار [illegible]

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت ‍ ‍ ‍ ‍ کاسماں از بیمِ آں [illegible] شگفت

یعنی پانچویں رات کو بارش اور ابر ہو گیا (اور اسقدر بارش ہوئی) کہ آسمان اُس ابر کی بارش سے تعجب میں
ہو گیا کہ اُس نے یہ کہا کہ اللہ اکبر ایسی بارش کبھی نہ ہوئی تھی یعنی بڑے زور شور کی بارش ہونا شروع ہوئی۔

چون رسیدش کارد اندر استخوان   حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخوان

یعنی جبکہ چھری اسکی ہڈی تک پہونچ گئی (یعنی بہت سخت تکلیف ہوئی اور تکلیف حد کو پہونچ گئی تو) خواجہ نے
کنڈی کھٹکھٹائی کہ ذرا چودھری جی کو تو بلاؤ سچ یہ ہے کہ چلبیٹ اُردو زبان کا مہتر (یعنی بھنگی) تھا۔

چون بصد الحاح آمد سوئے در   گفت آخر چیست ای جان پدر

یعنی جبکہ وہ خواجہ سیکڑوں الحاح اور عاجزی سے دروازہ پر آیا تو وہ نالائق بولا کہ میاں آخر کیا ہے۔

گفت من آن حقہا بگذاشتم   ترک کردم آنچہ می پنداشتم

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں نے اُن حقوق (دوستی) کو ترک کیا اور جو کچھ کہ میں نے سمجھا تھا اُسکو ترک کیا
مطلب یہ کہ میرا جو خیال تھا کہ تو میرے ساتھ سلوک کریگا اُن سبکو میں نے ترک کیا اور سارے خیالات کو چھوڑا
اور سارے حقوق کو بھی ایک طرف رکھتا ہوں بس اب بطور انسان ہونے کے کہ تو بھی انسان ہے اور میں بھی
تجھسے یہ کہتا ہوں کہ۔

پنجسالہ رنج دید این پنج روز   جان مسکینم درین سرما و سوز

یعنی میری جان مسکین نے اس پانچ دن میں پانچ برس کی تکلیف دیکھی ہے یعنی اسقدر سخت کلفت ہوئی ہے
جیسے کہ پانچ برس تک کلفت ہی کلفت گذری ہے

یک جفا از خویش و از یار و تبار   در گرانی ہست چون سی صد ہزار

یعنی اپنے عزیز اور یار و تبار سے ایک جفا بھی گرانی میں تیس لاکھ برابر ہوتی ہے۔

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش   جانش خو گر بود با مہر و وفاش

یعنی اسلئے کہ اس شخص نے اُن لوگوں کی جفا پر تو دل نہ رکھا تھا تو اُسکی جان تو اُن کی مہر و وفا کی خوگر تھی مطلب
یہ کہ اگر عزیز و اقارب سے کوئی ذرا سی بھی بات ہو وہ بھی گراں ہوتی ہے اسلئے کہ اُسکو ان لوگوں سے امید وفا ہی کی
ہوتی ہے جفا کی ہوتی نہیں تو خلاف امید ہونے سے کلفت ہوتی ہے عجب بات ہے تو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہر چہ بر مرد ہم بلا و شدت است این یقین دان کز خلاف عادت است

یعنی آدمی پر جو بلا اور شدت ہے یہ یقین جانو کہ یہ خلاف عادت کی وجہ سے ہے پس اگر کسی سے امید ہی نہ ہو تو اس کے خلاف بھی نہ ہوگا اور پھر کلفت بھی نہ ہوگی تو یہ ساری کوفت اس کی ہے کہ غیر حق سے امید رکھی لہذا بس ساری امید حق تعالیٰ سے رکھنا چاہئے کسی اور سے تعلق اور امید ہی نہ رکھو غرض جب اس نے بہت ہی الحاح و زاری کی تو وہ نالائق بولا کہ۔

گفت یک گوشہ است آن باغبان ہست اینجا گرگ را او پاسبان

یعنی اس نے کہا کہ ایک گوشہ ہے وہ باغبان کا ہے اور وہ باغبان اس جگہ بھیڑیے کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ بولا کہ اور کوئی جگہ تو خالی نہیں ہے صرف ایک کونہ باغبان کا ہے جس میں وہ رہتا ہے اور رات کو وہ پاسبانی کرتا ہے تاکہ بھیڑیا نہ گھس آوے۔

در کفش تیر و کمان از بہر گرگ تا زند چون آید آن گرگ سترگ

یعنی اسکے ہاتھ میں بھیڑیے کے لئے تیر و کمان ہے تاکہ جب وہ گرگ قوی ہیکل آوے تو اسکے مار دے۔

گر تو آن خدمت کنی جا آن تست ور نہ جائے دیگرے فرمائے جست

یعنی اگر تم یہ خدمت کرو تو جگہ تمہاری ہے ورنہ دوسری تلاش کرو مطلب یہ کہ اگر تم پاسبانی کرو تو خیر وہ جگہ تم کو مل سکتی ہے۔ خیر اس بیچارے کو تو ضرورت تھی مثل ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اس نے اسی کو غنیمت سمجھا اور کہا کہ۔

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ وان کمان و تیر در کفم بنہ

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں تو تیری سو خدمتیں کردوں گا تو مجھے جگہ دیدے اور وہ کمان اور تیر میرے ہاتھ میں دے۔

من نخسپم حارسی رز کنم گر برآرد گرگ سر تیرش زنم

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں سوؤنگا نہیں بلکہ انگوروں کی حفاظت کرونگا اور اگر بھیڑیا سر نکالیگا تو میں اسکے تیر مارونگا۔

بہر حق مگذارم امشب اے دو دل آب باران بر سر و در زیر گل

یعنی اے دوستو خدا کے واسطے آج کی رات مجھے (اپنا) راستہ چھوڑ دو اسلئے کہ بارش کا پانی سر پر ہے اور نیچے مٹی ہے۔ لہٰذا خدا کے واسطے جگہ دیدو۔ غرض اُس نے وہ جگہ اور وہ عمدہ خواجہ صاحب کو عنایت کر دیا۔

گوشۂ خالی بُد و او با عیال
رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال

یعنی وہ گوشہ خالی تھا اور وہ معہ اہل و عیال کے اُس جگہ چلا گیا جگہ تنگ تھی اور بے جولانگاہ کے یعنی نہ چلنے پھرنے کی جگہ نہ کچھ بہت ہی چھوٹا اور مختصر کونا تھا تو سب کی یہ حالت تھی کہ۔

چوں ملخ بر ہم دگر گشتہ سوار
از نہیب سیل اندر کنج غار

یعنی ٹڈی کی طرح وہ سب ایک دوسرے پر اُس غار کے کونے میں خوف سیل سے سوار تھے یعنی بس ایک پر ایک پڑا ہوا تھا۔

شب ہمہ شب جملہ گویان کاے خدا
این سزا ما را سزا ما را سزا

یعنی رات کو تمام رات وہ سارے یوں کہہ رہے تھے کہ اے خدا یہ ہماری سزا ہے اور ہماری سزا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این سزائے آنکہ شد یار خساں
یا کسے کرد از برائے ناکساں

یعنی یہ اُس شخص کی سزا ہے جو کہ کمینوں کا دوست بنا یا اُس نے نالائقوں کی ساتھ لائقوں جیسا معاملہ کیا۔

این سزائے آنکہ اندر طمع خام
ترک گوید خدمت خاک کرام

یعنی یہ سزا اُس شخص کی ہے کہ جو طمع خام میں حضرات اولیاء کرام کی خدمت کو ترک کر دے مولانا انکی حالت سے انتقال فرماتے ہیں اُن لوگوں کی حالت کی طرف جو کہ اولیاء اللہ کی مخالفت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضرات اولیاء اللہ کی خدمت کو طمع کی وجہ سے ترک کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح مصیبت میں پھنسا کرتے ہیں جیسے کہ انکو طمع نے خراب کیا ہے کہ کدھر ہی کا نہ رکھا۔

خاک پاکان لیسی و دیوار شاں
بہتر از عام و رز و گلزار شاں

یعنی پاک لوگوں کی خاک کو اور انکی دیوار کو چاٹو یہ عام لوگوں سے اور اُن کے انگوروں اور اُن کے گلزار سے بہتر ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی خدمت عوام الناس کے اکرام سے بھی بہتر ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

بندۂ یک مرد روشن دل شوی — بہ کہ بر فرق سر شاہان روی

یعنی کسی مرد روشندل کے غلام ہو اس سے بہتر ہے کہ بادشاہوں کے سر پر چلو۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے پاؤں اپنے سر پر رکھنا اس سے بہتر ہے کہ اپنے پاؤں اور دل کے سر پر رکھو۔ اسلئے کہ

از ملوک خاک جز بانگ دہل — تو نخواہی یافت ای پیک سبل

یعنی اے سالک تم ان شاہان دنیا سے سوائے بانگ دہل کے اور کچھ نہ پاؤ گے یعنی بجز اسکے کہ ان کی شہرت ہے باقی ان کے اندر کوئی خوبی نہیں ہے باطن خالی ہے صرف ظاہر ہی ظاہر ہے۔

شہریان خود رہزنان نسبت بروح — روستائی کیست گیج و بے فتوح

یعنی شہری لوگ خود روح کی نسبت کر رہزن ہیں تو روستائی بھلا کیا ہے ایک احمق بے فتوح مطلب یہ کہ جو لوگ کہ شہری اور عاقل ہیں وہ بھی بہ نسبت روح کے رہزن ہیں تو بھلا یہ گنوار جسکو کہ عقل ہی نہیں ہے یہ تو کیوں نہ دشمن روح اور دشمن اولیاء کرام ہوں گے۔

این سزای آنکہ بے تدبیر عقل — بانگ غولے آمدش بگزید نقل

یعنی یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جسکو ایک آواز غول آئی تو اس نے بے تدبیر عقل کے نقل اختیار کر لیا۔ مطلب یہ کہ یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جو کہ شیاطین کی آواز پر عمل کرتا ہے اور عقل سے مشورہ نہیں لیتا اور اسکی تدابیر پر عمل نہیں کرتا۔

چون پشیمانی ز دل شد تا شغاف — زان پس سودے ندارد اعتراف

یعنی جبکہ پشیمانی دل سے سویدائے قلب تک پہنچ گئی تو اسکے بعد اعتراف قصور کوئی فائدہ نہیں رکھتا مطلب یہ کہ جب کوئی کام کیا اور اسکی وجہ سے پشیمانی حاصل ہوئی اور وہ کام ختم ہو چکا تو اگر اب یہ کہیں کہ بے شک یہ ہماری غلطی تھی اور اعتراف غلطی کریں تو اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

چون پشیمان گشت از دل آنچہ کرد — بعد ازان سودش ندارد آہ سرد

یعنی جبکہ اپنے کیے پر دل سے پشیمان ہو لیا تو اسکو آہ سرد کرنا مفید نہیں ہے مطلب یہ کہ جب کوئی شخص اپنے کیے پر دل سے پشیمان ہو لیا اور پشیمانی ہوا کرتی ہے بعد اس کام کے ختم کے تو گویا کہ جب وہ کام ختم ہو گیا اب

افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے مثل مشہور ہے کہ اب کیا ہو پچھتائے سے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت تو اسی طرح جب اس خواجہ نے اول ہی اسکے مکر اور کذب کو نہ سمجھا تو اب افسوس کرنے اور پشیمان ہونے سے کیا ہوتا ہے آخر کار یہ ہوا کہ۔

آں کمان و تیر اندر دست او — گرگ را جویاں ہمہ شب سو بسو

یعنی وہ کمان اور تیر اسکے ہاتھ میں تھا اور ادہر اودہر بھیڑیے کو تلاش کرتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گرگ بر وے خود مسلط چوں شرر — گرگ جویاں و ز گرگ او بے خبر

یعنی بھیڑیا تو اسپر خود شرر کی طرح مسلط تھا اور وہ گرگ کو ڈھونڈھ رہا تھا اور اس گرگ سے بیخبر تھا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ روستائی تو گرگ کی طرح اس خواجہ پر مسلط تھا اور یہ حضرت گرگ کو تلاش کر رہے تھے اور یہ خبر نہ تھی کہ وہ اسپر مسلط ہے تو ایک گرگ کو تلاش کر رہا تھا اور اس گرگ سے بیخبر تھا آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہر پشہ و ہر کیک چوں گرگے شدہ — اندراں ویرانہ شاں زخمے شدہ

یعنی ہر مچھر اور ہر پسو گرگ کی طرح ہو رہا تھا اور اس ویرانہ میں زخم مار رہا تھا مطلب یہ کہ بھلا وہ روستائی تو کیا مسلط تھا ان بیچاروں کے اوپر ہر پشہ اور ہر پسو مسلط ہو رہا تھا اور کاٹ رہا تھا غرض کہ سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور یہ حالت تھی کہ۔

فرصت آں پشہ راندن ہم نبود — از نہیب حملۂ گرگ عنود

یعنی اس مچھر کے ہٹانے کی بھی اس گرگ عنود کی خوف کی وجہ سے فرصت نہ تھی۔

تا نیاید گرگ آسیبے زند — روستائی ریش خواجہ بر کند

یعنی تاکہ کہیں بھیڑیا نہ آجاوے اور گزند پہونچاوے اور پھر روستائی خواجہ صاحب کی ڈاڑھی اوکھاڑے

ایں چنیں دنداں زناں تا نیم شب — جان شاں از ناف می آید بلب

یعنی وہ خواجہ اسی طرح آدھی رات تک دانت بجاتا پھرا اور اونکی جان ناف سے لب پر آتی تھی غرضکہ وہ بیچارے اسی مصیبت میں مبتلا تھے کہ ایک اور مزا ہوا وہ یہ کہ۔

ناگہاں تمثال گرگے ہشتۂ | سر بر آورد از فراز پشتۂ

یعنی ناگہاں ایک بھیڑیئے کی جیسی شکل نے ایک پشتہ پر سے سر نکالا (اسکو دیکھتے ہی)

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست | زد بر آں حیواں کہ تا افتاد پست

یعنی خواجہ نے شست سے تیر کو کھینچا اور اُس جانور پر ایسا مارا کہ وہ پیچھے کو گر گیا۔

اندر افتادن ز حیوان بادجست | روستائی ہای کرد و کوفت دست

یعنی گرنے میں اُس جانور کا گوز نکل گیا تو روستائی نے ہائے کی اور ہاتھ پیٹ لیا اور بولا کہ۔

ناجوانمردا کہ خرکرہ من است | گفت نے ایں گرگ چوں آہرمن است

یعنی اے ناجوانمرد یہ تو میرا گدھی کا بچہ ہے تو خواجہ نے کہا کہ نہیں یہ تو بھیڑیا مثل شیطان کے ہے۔

اندرو اشکال گرگے ظاہر است | شکل او از گرگی او مخبر است

یعنی اسکے اندر گرگ کی شکلیں ظاہر ہیں اور اُسکی شکل اُسکی گرگی سے مخبر ہے مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ یہ یقیناً بھیڑیا ہے اور اسکے اندر تو صاف طور پر بھیڑیئے کی شکل ظاہر ہے تو اُس روستائی نے کہا کہ۔

گفت نے بادے کہ جست از فرج وے | می شناسم ہمچناں کآب از نے

یعنی اُس روستائی نے کہا کہ نہیں اُسکی فرج سے جو ہوا نکلی ہے میں اُسکو اس طرح پہچانتا ہوں جیسے کہ پانی کو شراب سے یعنی جس طرح کہ وہ دونوں چیزیں ممتاز ہوتی ہیں اور اُنکو ایک دوسرے سے ہر شخص ممتاز کر سکتا ہے اسی طرح میں اسکے گوز کو پہچانتا ہوں اور کہا کہ۔

کشتۂ خرکرہ ام را در ریاض | کہ مبادت بسط ہرگز ز انقباض

یعنی تو نے میرے گدھی کے بچہ کو باغوں میں مار ڈالا ہے تو خدا کرے تجھے حالت انقباض سے بسط کبھی نہو مطلب یہ کہ اُسکو بد دعا دیتا ہے کہ خدا کرے تجھے کبھی آرام نصیب نہو اور ہمیشہ مصیبت ہی میں مبتلا رہے۔

گفت نیکوتر تفحص کن شب است | شخصہا در شب ز ناظر محجب است

یعنی خواجہ نے کہا کہ اچھی طرح تلاش کرو اسلئے کہ رات ہے اور جتنے رات میں بھٹکنے والے سے پوشیدہ ہوتے ہیں
یعنی اُس نے کہا کہ ذرا تلاش کرو اور غور کرو اسلئے کہ اکثر دھوکہ ہو جایا کرتا ہے رات کا وقت ہے تم بھیڑیئے کو گدہی
کا بچہ سمجھ رہے ہو۔

شب غلط بنماید و مبدل بسے ۔۔۔ دید شب صائب ندارد ہر کسے

یعنی رات بسا اوقات غلط اور مبدل دکھا دیتی ہے اور رات کا دیکھنا ہر شخص صائب نہیں رکھتا مطلب یہ کہ
رات کو ہر شخص کو دیکھنے میں غلطی ہو جایا کرتی ہے تو شاید تمہیں بھی غلطی ہو رہی ہے۔

ہم شب و ہم ابر و ہم باراں ژرف ۔۔۔ ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف

یعنی رات بھی ہے اور ابر بھی اور بارش سخت بھی تو یہ تین تاریکیاں بہت زیادہ غلطی پیدا کرتی ہیں مطلب یہ کہ
خواجہ نے کہا کہ بھائی دیکھ تو اندھیری بھی تو بہت سخت ہے رات ہے پھر ابر ہے لہذا یقیناً غلطی ہو سکتی ہے مگر
جناب وہ کب ماننے والا تھا وہ گدھے کا بچہ تو اپنے گدہی کے بچہ کی گوز کو خوب پہچانتا تھا اُس نے کہا کہ۔

گفت ایں بر من چو روز روشن است ۔۔۔ می شناسم باد خر کرہ من است

یعنی اُس نے کہا کہ یہ مجھ پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے اور میں پہچانتا ہوں کہ میرے گدھے کے بچہ ہی کا گوز ہے

در میان بیست باد آں باد را ۔۔۔ می شناسم چوں مسافر زاد را

یعنی بیس گوزوں میں بھی میں اُس گوز کو پہچانتا ہوں جیسے کہ مسافر زاد کو پہچان لیتا ہے سبحان اللہ مولانا نے تشبیہ
بھی غضب کی دی ہے گوز کی شناخت کو شناخت زاد سے خدا کی قسم اگر پہچان ہو تو ایسی تو ہو واہ واہ واہ سبحان اللہ
قربان جایئے جب اس خبیث نے یہ کہا تو آخر اُس بیچارے خواجہ کو بھی غصہ آ گیا۔

خواجہ برجست و بیامد ناشگفت ۔۔۔ روستائی را گریبانش گرفت

یعنی خواجہ اوچھلا اور بے صبر ہو گیا اور اُس دیہاتی (خبیث) کا گریباں پکڑ لیا اور بولا کہ۔

کابلہ طرار شید آوردہ ۔۔۔ بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردہ

یعنی کہ اے بے وقوف چالاک تو مکر لایا ہے اور بنگ اور افیون تو نے ملا کر کھائی ہیں اسلئے نشہ زیادہ ہو گیا جو
ایسی باتیں کر رہا ہے۔

در سہ تاریکی شناسی باز خر چون ندانی مر مرا اے خیرہ سر

یعنی تین تاریکیوں میں گوز خر کو تو پہچانتا ہے تو ارے بیوقوف مجھے کس طرح نہیں پہچانتا۔

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را چون نداند ہمرہ دہ سالہ را

یعنی جو شخص کہ آدھی رات کو گوسالہ کو پہچان لے وہ (سالا) دس برس کے ساتھی کو کیوں نہیں پہچانتا مطلب یہ کہ جب شناخت اسقدر بڑھی ہوئی ہے تو اسکو کیوں شناخت نہیں کرتا۔ اور اگر اسکو نہیں پہچانتا تو اسکو کسطرح پہچانا اس سے معلوم ہوا کہ شرارت ہے اور کچھ نہیں۔

خویشتن را عارف و والہ کنی خاک در چشم مروت می زنی

یعنی اپنے کو عارف اور مستغرق بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک ڈالتا ہے یعنی بے مروتی تو اسقدر کرتا ہے اور پھر عارف حق بھی بنتا ہے شرم نہیں آتی ہے اور کہتا ہے کہ۔

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست در دلم گنجا بجز اللہ نیست

یعنی کہ مجھے اپنے سے بھی آگاہی نہیں ہے اور میرے دل کے اندر سوائے خدا کے کوئی سمایا ہوا نہیں ہے اور کہتا ہے کہ۔

آنچہ دی خوردم از آنم یاد نیست این دل از غیر تحیر شاد نیست

یعنی جو کچھ کہ میں نے کل کھایا ہے وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے اور یہ دل غیر حیرت سے شاد نہیں ہے یعنی اس میں بجز حق کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔

غافل و مجنون حقم یاد آر در چنین بیخویشیم معذور دار

یعنی مجھے غافل اور مجنون حق سمجھو تو ایسی بے خودی میں مجھے معذور سمجھو مطلب یہ کہ اگر میں تمکو بھول گیا ہوں اور مجھے تمہاری خبر نہیں رہی تو اسمیں مجھے معذور سمجھو اسلئے کہ میں تو مست و بے خود ہوں۔

آنکہ مردارے خورد یعنی نبید شرع او را سوی معذوران کشید

یعنی جو شخص مردار کھاتا ہے یعنی شراب تو شرع نے اسکو بھی معذوروں کی طرف کھینچا ہے۔

مست و بنگی را طلاق و بیع نیست ہمچو طفل است او معاف و مطلق است

یعنی مست اور بھنگ والے کی طلاق اور بیع نہیں ہے وہ بچہ کی طرح ہے اور وہ معاف کیا گیا اور مطلق چھوڑا
گیا ہے ہمارے امام صاحب کے یہاں نشہ باز کی طلاق تو واقع ہو جاتی ہے مگر بیع واقع نہیں ہوتی ہے۔ اور امام شافعی
کے یہاں دونوں واقع نہیں ہوتیں تو وہ کہتا ہے کہ دیکھو جو شخص کہ حرام شے کھا کر بیخود ہوا ہے اسکو بھی معذور کہا
جاتا ہے اگرچہ بعض امام یہی کہیں مگر کہتے تو ہیں۔

مستی کاید ز بوئے شاہ فرد　　صد خم مے در سر و مغز آں نکرد

یعنی جو مستی کہ اس شاہ یکتا کی بو سے آئے ایسی تو سو شراب کے مٹکوں نے بھی سر اور مغز میں نہیں کی
یہ کہ جو مستی کہ مستِ حق ہے ویسی تو سیکڑوں خم میں بھی نہیں ہے۔

پس برو تکلیف چوں باشد روا　　اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا

یعنی پھر اسپر تکلیف (احکام) کس طرح جائز ہو سکتی ہے گھوڑا گر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا مطلب
کہ مستِ حق ہو اسپر کس طرح احکام جاری ہونگے یقینی بات ہے کہ وہ بطریق اولیٰ معذور ہوگا
کہ جیسے گھوڑا گر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا تو اسکو کوئی نہیں چلاتا اسی طرح جو کہ مستِ حق ہو گیا وہ بھی

بار کہ نہد در جہاں خر کرہ را　　درس کہ دہد پارسی بو مرہ را

یعنی گدھے کے بچہ پر کون بوجھ رکھتا ہے اور بومرہ کو کون فارسی پڑھاتا ہے بومرہ کنیت شیطان کی ہے مطلب
یہ کہ یہ باتیں بے جوڑ ہیں اور بے فائدہ ہیں اسلئے کہ گدھے کا بچہ ابھی بوجھ کو سنبھالنے کے لائق نہیں ہے اور شیطان
چونکہ اوروں کو پڑھنے سے روکتا ہے خود تو کیا ہی پڑھیگا تو اسی طرح مستِ حق کو تکلیف احکام دینا سخت غیر موزوں ہے
اور قاعدہ ہے کہ

بار بر گیرند چوں آمد عرج　　گفت حق لیس علی الاعمیٰ حرج

یعنی جب لنگڑا پن آتا ہے تو بوجھ اتار لیتے ہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اندھے پر کوئی تکلیف نہیں ہے

ہمچنیں لیس علی الاعرج حرج　　نیست رنجے چوں عمیٰ و چوں حرج

یعنی اسی طرح لنگڑے پر حرج نہیں ہے اسلئے کہ اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی تکلیف نہیں ہے مطلب یہ کہ
دیکھو اندھے لنگڑے جو معذور ہوں انکو حق تعالیٰ نے بھی معذور رکھا ہے تو بس پھر میری تو یہ حالت ہے کہ۔

سوئے خود اعمیٰ شدم از حق بصیر　　پس معافم از قلیل و از کثیر

یعنے میں اپنی طرف سے تو اندھا ہوں اور حق تعالیٰ کی طرف سے بصیر ہوں پس میں قلیل و کثیر (سب احکام) سے معاف کیا گیا ہوں۔ اور مجھپر احکام کی تکلیف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ خواجہ نے اُس روستائی سے کہا کہ کمبخت تو یہ کہتا ہے اور تیری یہ حالت ہے کہ

لاف درویشی زنی و بے خودی　　　ہائے و ہوئے عاشقان ایزدی

یعنے درویشی اور بے خودی کی شیخی مارتا ہے اور عاشقان حق جیسی ہائے ہوئے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ زمین را من ندانم ز آسمان　　　امتحانت کرد غیرت امتحان

یعنے کہ میں زمین کو آسمان سے پہچان نہیں سکتا تو غیرت حق نے تیرا امتحان کیا ہے امتحان مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ نالائق تو مست حق بنتا تھا اور اپنے کو عاشق خدا بناتا تھا اور تھا کاذب تو حق تعالیٰ نے تیرا امتحان کیا ہے کہ اُس کرہ خر کو میرے ہاتھ قتل کرایا اور اُسوقت آپکے استغراق کی حقیقت کھلگئی کہ پہچانا بھی کیا کہ اُس کا گوزتف ہے۔

باد خر کرہ چنین رسوات کرد　　　ہستی نفی ترا اثبات کرد

یعنے گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کردیا اور تیری ہستی کی نفی کو ثابت کردیا مطلب یہ کہ تو جو اپنی ہستی کی فنا کا دعویٰ کرتا تھا اس گوز خرہ کرہ کے پہچان سے حق تعالیٰ نے ظاہر کردیا کہ تو نہ فانی ہے نہ کچھ بلکہ مکار محض ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اینچنین رسوا کند حق شید را　　　اینچنین گیرد رمیدہ صید را

صد ہزاران امتحان است اے پدر　　　ہر کہ گوید من شدم سرہنگ در

گر ندانند عامہ او راز امتحاں　　　پختگان راہ جویندش نشان

چون کند دعوی خیاطی کسے　　　افگند در پیش او شہ اطلسے

کہ بر ایں را البغلطاق فراخ — زامتحاں پیدا شود او را دو شاخ

گر نبودے امتحاں ہر بدے — ہر مخنث در وغا رستم بدے

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر — چوں بہ بیند زخم می گردد اسیر

اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو حق سبحانہ مکر کو یوں ذلیل کرتے ہیں جسطرح اس دیہاتی کے مکر کو ذلیل کیا لہذا تم کو دعاوی باطلہ سے نہایت احتیاط چاہئے کیونکہ جب کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مقرب بارگاہ خداوندی ہو گیا ہوں تو اسکو لاکھوں طرح سے جانچا جاتا ہے جب امتحانات میں پاس ہو جاتا ہے تب یہ دعویٰ صحیح مانا جاتا ہے اگر عام لوگ اسکا امتحان نہیں کر سکتے تو اس رستہ کے ماہرین تو اسکا کھوج لگا لیتے ہیں کہ اس رستہ پر چلا بھی ہے یا نہیں اور چلا ہے تو کہاں تک پہونچا ہے دیکھو جب کوئی شخص درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو امتحان کے لئے بادشاہ اسکے سامنے اطلس ڈالدیتا ہے کہ ذرا البغلطاق (ایک قسم کی قبا کا نام ہے) فراخ تو قطع کرو اس امتحان سے اسکے دعویٰ کی دونوں شقیں صحت و بطلان نفیاً و اثباتاً ظاہر ہو جاتی ہیں جب ادنیٰ سے دعوے بلا امتحان کے تسلیم نہیں کئے جاتے تو اتنا بڑا دعویٰ بدون امتحان کے کیونکر قابل قبول ہوگا پس معلوم ہوا کہ امتحان کی ضرورت ہے نیز اگر امتحان نہوتا تو ہر شخص جنگ میں رستم بن سکتا تھا پس وہ امتحان ہی ہے جو حق و باطل و دعاوی صادقہ کاذبہ میں امتیاز کرتا ہے اگر یہ نہوتا تو بڑا خلط مبحث ہو جاتا اور فساد عظیم لازم آجاتا لیکن جب قانون امتحان مقرر ہو گیا تو اب کسی کی تلبیس نہیں چل سکتی فرض کرو کسی مخنث نے بدعویٰ رستمی زرہ بھی پہن لی اور کسی مدعی کا ذب نے اہل اللہ کی صورت بھی بنالی لیکن اس سے کیا ہوتا ہے جب وہ مخنث زخم کھائیگا تو بجائے اسکے کہ ثابت قدم رہے فوراً بول اٹھے گا کہ مجھے قتل نکرو گرفتار کرلو یونہی جب مدعی تقرب زیر امتحان آئیگا اسکی بھی حقیقت کھلجاوے گی۔

شرح شبیری

انچنیں رسوا کند حق شیدرا — انچنیں گیرد رمیدہ صیدرا

یعنے حق تعالیٰ اسیطرح مکر کو رسوا کر دیتے ہیں اور اسیطرح بھاگے ہوئے شکار کو پکڑ لیتے ہیں۔

صد ہزاراں امتحانست اے پدر — ہر کہ گوید من شدم سرہنگ در

یعنی بادا لاکھوں امتحانات ہیں جو کوئی کہتا ہے کہ میں سپاہی ہوں سپاہی سے مُراد مرد حق مطلب یہ کہ جو شخص کہ اس راہ حق میں مرد بنتا ہے اُسکے لئے لاکھوں امتحانات ہیں۔

گر نداند عامہ او را ز امتحاں　　پختگان راہ جویندش نشاں

یعنے اگر عوام اُسکو امتحان سے نہ پہچان سکیں تو جو اس راہ کے پختہ ہیں وہ اُسکے نشانات کو تلاش کرتے ہیں مطلب یہ کہ اگر عوام الناس کو خبر نہوئی اور وہ نہ پہچان سکے کہ یہ مرد حق ہے یا نہیں تو اہل اللہ اُسکو پہچان لیتے ہیں اور اُسکے امتحانات کرتے ہیں آگے اُسکی مثال فرماتے ہیں کہ

چوں کند دعوی خیاطی خسے　　افگند در پیش او شہ اطلسے

یعنے جب کوئی درزی ہونیکا دعوی کرے تو بادشاہ اُسکے آگے ایک اطلس ڈالدیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ ببر ایں را بغلطاق فراخ　　ز امتحاں پیدا شود او را دو شاخ

یعنی کہ اسکا ایک قبا فراخ تراش دے تو امتحان سے اُسکی حالت ظاہر ہو جاوے اور معلوم ہو جاوے کہ صرف دعوی تھا اور کچھ نہیں ہے جانتے بوجھتے کچھ نہیں ہیں۔

گر نبودے امتحان ہر بدے　　ہر مخنث در وغا رستم بُدے

یعنے اگر ہر بد آدمی کا امتحان نہوا کرتا تو ہر مخنث لڑائی میں رستم بنجایا کرتا اسلئے زبان سے کہ لینا کیا مشکل ہے سب کہہ لیا کرتے ہیں کہ ہم رستم ہیں

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر　　چوں ببیند زخم او گردد اسیر

یعنی مخنث کو زرہ پہنے ہوئے بھی فرض کرلو مگر جب وہ زخم دیکھے گا تو وہ اسیر ہو جاویگا مطلب یہ کہ اگر مخنث نامرد سارے سامان حفاظت کے بھی کرے مگر اُس فطری ضعف طبع کو کہاں لیجاویگا تو جب خون نکلیگا اور اُنکی پھونک نکلے گی ساری حقیقت معلوم ہو جاویگی تو اسیطرح جو شخص دعوے قرب حق کا کرے اور وہ غلط ہو تو وہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے جیسے کہ اس روستائی نالائق کا ہو گیا آگے پھر اُسی خواجہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ اسکو برا بھلا کہہ رہا ہے اُس خواجہ نے کہا کہ

شرح حبیبی

مست می هشیار گردد از دبور / مست حق ناید بخود از نفخ صور

بادهٔ حق راست باشد نی دروغ / دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ

ساختی خود را جنید و بایزید / رو که نشناسم تبر را از کلید

بدرگی و دنبلی و حرص و آز / چون کنی پنهان بشید ای مکرساز

خویش را منصور حلاجی کنی / آتشی در پنبهٔ یاران زنی

که نه بشناسم عمر از بولهب / باد خر کره شناسم نیم شب

ای خری کاین از تو خر باور کند / خویش را بهر تو کور و کر کند

خویش را از رهروان کمتر شمر / تو حریف رهزنانی گه مخور

باز پر از شید و سوی عقل تاز / کی پرد بر آسمان پر مجاز

خویشتن را عاشق حق ساختی / عشق با دیو سیاهی باختی

عاشق و معشوق را در رستخیز / دو بدو بندند و پیش آرند تیز

تو چو خود را گیج و بیخود کرده‌ای / خون رز کو خون ما را خورده‌ای

رو که نشناسم ترا از من بجه / عاشق بی خویشم و بهلول ده

ان اشعار کے اندر دو احتمال ہیں یہ بھی کہ مولنا کا مقولہ ہوں اور مخاطب ہر مدعی کاذب ہو اور یہ بھی کہ امیر کا مقولہ ہوں اور مخاطب وہ دہقانی ہو۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب حل سُنو اے مدعی کاذب یا اے دہقانی یاد رکھ کہ جو لوگ شراب سے مست ہوں تو وہ چھپوا ہوا سے ہوش میں آسکتے ہیں اور مدعی کاذب ذرا سے محرک سے اپنی اصلی حالت کو ظاہر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ شراب محبت حق سے مست ہوں وہ نفخ صور اور قوی سے قوی محرک سے بھی ہوش میں نہیں آسکتے اسلئے کہ شراب حق اصلی اور صادق نشہ رکھتی ہے اسکا نشہ کاذب نہیں ہوتا نشہ کاذب تصنع کا ہوتا ہے جو ذرا سی دیر میں اتر جاتا ہے پس تو یاد رکھ کہ تو نے شراب محبت حق نہیں پی ہے بلکہ تصنع کیا ہے جو اپنے اثر میں ضد ہے اثر شراب محبت حق کی اسلئے اُسکو شراب محبت حق سے وہی نسبت ہے جو دہی کو شراب متعارف سے تو نے اپنے کو جنید اور بایزید تو بنا رکھا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ مجھے تو کلہاڑی اور کنجی میں بھی تمیز نہیں میں تو مشاہدۂ کمالات حق سبحانہ میں ہمہ تن مشغول ہوں لیکن یہ تو بتا کہ تو اپنی بدذاتی اور طاعت حق سبحانہ میں کاہلی اور حرص وطمع کو مکر سے کیونکر چھپا سکے گا جو تیرے دعوے کے بطلان کو ظاہر کر رہی ہیں تو اپنے کو منصور حلاج بناتا ہے اور یار دوستوں کو بھی جھوٹے میں ڈالتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ مجھے حضرت عمر اور ابولہب میں امتیاز نہیں میں اتنا بیخود ہوں اور ان باتوں کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میں آدھی رات کو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچانتا ہوں یا اُسکے مماثل اور ایسے دعوے کرتا ہے جو پہلے دعوؤں کے منافی ہیں تو ایسی صورت میں کوئی گدھا ہی تیرے دعوؤں کی تصدیق کر سکتا ہے اور تیری خاطر اپنے کو اندھا اور بہرا کر سکتا ہے کہ تیرے دوسرے دعوؤں کو سنے ہی نہیں جو پہلے دعوؤں کے منافی ہیں یا سنے تو سہی لیکن ان کے منافی ہونیکو سمجھے ہی نہیں ارے احمق تو اہل اللہ کی برابری کا دعویٰ مت کر بلکہ اُن سے اپنے کو حقیر سمجھ تو رہرو راہ حق نہیں بلکہ تو تو رہزن تو نکا ہم پیشہ ہے پس جھوٹے دعوے کر کے گوہ مت کھا مکر کو چھوڑ اور ہوش میں آ۔ یاد رکھ تو مصنوعی پروں سے آسمان پر نہیں اُڑ سکتا اور اہل اللہ کی صورت بنانے سے مقرب نہیں بن سکتا اے وقوف تو اپنے کو عاشق حق سبحانہ ظاہر کرتا ہے حالانکہ شیطان پر عاشق ہے کہ اُسکی طاعت میں سرگرم ہے دیکھنا قیامت میں تجھکو اور تیرے معشوق ابلیس کو ساتھ باندھیں گے اور سرعت کے ساتھ تجھے حق سبحانہ کے سامنے لیجائینگے اُسوقت دیکھنا کیسی گت بنے گی تو نے جو اپنے کو پاگل اور بیخود بنا رکھا ہے یہ مستی شراب حق تو کجا شراب انگوری کی بھی نہیں بلکہ بھارا خون پیا ہے اور بندگان حق کو ستایا ہے اُسکی ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو ہلکا ستانیکی شامت ہے کہ تو بلائے تصنع میں گرفتار ہوا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ میں تمکو نہیں پہچانتا میرے پاس سے چلے جاؤ میں عاشق بیخود ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں۔

شرح شبیری

مست می ہشیار چون شد از دبور مست حق ناید بخود از نفخ صور

یعنے مست شراب تو دبور سے ہشیار ہوجاتا ہے اور مست حق نفخ صور سے بھی خودی میں نہیں آتا مطلب یہ کہ جو کہ مست شراب ہیں وہ تو پچھوا ہوا سے ہشیار ہوجاتے ہیں (شاید ایسا ہو کہ چونکہ وہ ٹھنڈی ہوتی ہے لہذا اُسکی خنکی سے ہوش آجاتا ہو تحقیق نہیں ہے غرضکہ اُس نے کہا کہ وہ تو اس سے بھی ہشیار ہوجاتا ہے مگر) مست حق تو نفخ صور سے بھی خودی میں نہیں آتا۔ بلکہ اُسی طرح مسرور اور خوش و خرم رہتا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں موجود ہے کا یحزنہم الفزع الاکبر تو اُسوقت اُن پر جو حالت ہوگی اُس حالت میں وہ کیفیت حب حق کی تو اُن سے زائل نہ ہوگی وہ رہیگی اسلئے فرماتے ہیں کہ جو کہ مست حق ہیں وہ تو اسقدر عظیم واقعہ سے بھی اُس استغراق سے نہ جاگیں گے اور جناب والا کا استغراق گوز خر سے جاتا رہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ تف ہے نالائق خبیث اور اُس نے کہا کہ

بادہ حق راست باشد نے دروغ دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ

یعنے بادہ حق تو راست ہوا کرتا ہے نہ کہ دروغ ارے تو نے تو دوغ کھایا ہے دوغ دوغ مطلب یہ کہ تجھکو اصل شئے حاصل نہیں ہے بلکہ جھوٹی اور کاذب اشیا پر مغرور ہورہا ہے۔

ساختی خود را جنید و بایزید رو کہ نشناسم تبر را از کلید

یعنے تو نے اپنے کو جنید اور بایزید بنایا ہے اور کہتا ہے کہ میں کنجی کو کلہاڑی سے ممتاز نہیں کرسکتا یعنی میں بوجہ استغراق کے یہ بھی نہیں پہچان سکتا کہ کونسا کلہاڑا ہے اور کونسی کنجی ہے اسقدر استغراق بڑھا ہوا ہے یہ تو کہہ رہا ہے مگر یہ نہ بتا کہ

بد رگی و منبلی و حرص و آز چون کنی پنہان بشید اے مکرساز

یعنے ای مکرساز بدرگی کو اور کاہلی کو اور حرص و آز کو تو کسطرح چھپا سکتا ہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ مخنث نے زرہ پہن لی اور تمام سامان حفاظت کر لئے مگر اپنی اصلی اور جبلی عادت ضعف طبیعت سے تو معذور ہے اُسکو کہاں ہٹاوے گا تو اسیطرح اگرچہ تو نے بہت سے عبا و قبا لادلئے اور صورت درویشوں کی بنالی مگر اپنی اصلی خصلتوں کو کہاں چھپائیگا اُنسے تو آپکی ساری حقیقت معلوم ہوجاویگی۔

خویش را منصور حلاجی کنی آتشے در پنبہ یاران زنی

یعنی اپنے کو تو منصور حلاجی بناتا ہے اور آگ دوستوں کی روئی میں لگاتا ہے حضرت منصور کو کہا جاتا ہے کہ آپ نداف تھے اس سے آپ کو حلاج کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی کرامت سے ایک مرتبہ روئی دھنی گئی تھی تو آپکو حلاج کہتے ہیں اور انکا نام حسین ہے ان کے والد کا نام منصور ہے اور یہ منصور انا الحق والے حسین ابن منصور ہیں مگر یہ اپنے والد ہی کے نام سے مشہور رہیں تو اس خواجہ نے کہا کہ اے منصور رح کی کرامت سے تو روئی درست ہوگئی تھی اور تو انکی مشابہت کرتا ہے اور دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے یعنی انکو نقصان پہونچاتا ہے ان کو دہوکے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ نہ بشناسم عمر از بولہب	باد خر کرہ شناسم نیم شب

یعنے عمر کو ابولہب سے (ممتاز کر کے) تو پہچان نہیں سکتا (مگر) گوز خرکرہ کو آدھی رات کو بھی شناخت کر لیتا ہوں۔

اے خرے کایں از تو خر باور کند	خویش را بہر تو کور و کر کند

یعنے اے گدھے تجھسے اس بات کو وہ گدھا یقین کرلیگا جو کہ اپنے آپ کو تیرے لئے کور و کر کر لیگا مطلب یہ کہ حق سنانہ یا بنجاوے تو وہ تیری اس بات کو مان لے گا ورنہ اور کوئی تو مان نہیں سکتا آگے وہی خواجہ کہتا ہے کہ

خویش را از رہروان کمتر شمر	تو حریف رہزنانی گہ مخور

یعنے اپنے کو سالکین سے کم سمجھو اسلئے کہ تو تو رہزنوں کا ہم پیشہ ہے (تو دعوی کر کے) گہ مت کھا یعنی فضول ہرزہ اڑا مت کر کہ کچھ بھی مفید نہیں ہے۔

باز پر از شید سوئے عقل تاز	کے پرد بر آسمان پر مجاز

یعنی مکر سے واپس ہو اور عقل کی طرف دوڑ اسلئے کہ پر مجازی آسمان پر کب اڑ سکتا ہے لہذا جب تیرے پاس حقیقی کمالات نہیں ہیں تو ان کمالات مجازی سے عروج نہیں ہو سکتا لہذا اس مکر کو چھوڑ دو اور ان اپنے تراشیدہ ظاہری کمالات پر غرہ مت کرو کہ فضول ہیں۔

خویشتن را عاشق حق ساختی	عشق با دیو سیاہے باختی

یعنی تو اپنے کو عاشق حق بناتا ہے حالانکہ عشق بازی ایک دیو سیاہ کی ساتھ کر رہا ہے یعنی ساختی شیطان کا بنا ہوا ہے اور بنتا ہے کہ عاشق حق ہوں۔

عاشق و معشوق را در رستخیز	دو بدو بندند پیش آن عزیز

یعنے عاشق و معشوق کو قیامت میں ایک دوسرے سے باندھیں گے اور تیزی کیساتھ حق تعالیٰ کے سامنے لاوینگے اسلئے کہ المرء مع من احب تو جب اس شخص کو تعلق اصل میں شیطان کیساتھ ہے تو اسکو اور شیطان کو ساتھ لاوینگے پھر دیکھلو کہ شیطان کہاں جاویگا وہیں یہ حضرت بھی چلیں گے۔

تو چو خود را گیج و بیخود کردهٔ — خون رز کو خون ما را خوردهٔ

یعنے تو نے اپنے آپ کو جو دیوانہ اور بیخود بنا رکھا ہے تو خون انگور کیا تو نے ہمارا خون کھایا ہے مطلب یہ کہ یہ جو تو دیوانہ اور بیخود بنا ہوا ہے یہ شراب کیوجہ سے نہیں ہے ارے کمبخت تو نے تو ہمکو ستایا ہے اور ہمارا خون کھایا ہے اسکی وجہ سے دیوانہ اور پاگل ہو رہا ہے اور کہتا ہے کہ

رو کہ نشناسم ترا از من بجہ — عاشق بیخویشم و بہلول دہ

یعنے کہ جا کہ میں تجھے نہیں پہچانتا مجھ سے الگ ہو میں عاشق بیخود ہوں اور گانوں کا بہلول ہوں یعنی کہتا ہے کہ بھائی میں تو بیخود ہو گیا ہوں میں کسیکو نہیں پہچانتا اور جسطرح کہ حضرت بہلول مست حق تھے اسیطرح میں بھی ہوں (کمبخت بہلول بنتا ہے بغلول ہے) آگے کہتے ہیں کہ

شرح حبیبی

تو تو ہم مسکنی از قرب حق — کہ طبق گر دور نبود از طبق

آن نمی بینی کہ قرب اولیاء — صد کرامت دارد و کار و کیا

آہن از داؤد موم می شود — موم در دستت چو آہن می بود

قرب خلق و رزق بر جملہ است عام — قرب وحی عشق دارند این کرام

قرب بر انواع باشد اے پدر — می زند خورشید بر کہسار و زر

لیک قربی هست با زرشید را | که از آن آگه نباشد بید را

شاخ خشک و تر قریب آفتاب | آفتاب از هر دو کی دارد حجاب

لیک کو آن قربت شاخ طری | که ثمار پخته از وی می بری

شاخ خشک از قربت آن آفتاب | غیر زوتر خشک گشتن و بیاب

بنگر این کان شاخ خشک از قرب خور | غیر خشکی کی برد چیزی دگر

آنچنان مستی مباش ای بیخرد | که به عقل آید پشیمانی خورد

بلکه زان مستان که چون می میخورند | عقلهای پخته حسرت میبرند

ای گرفته همچو گربه موش پیر | گر از آن می شیرگیری شیر گیر

ای نخورده از خیال جام هیچ | همچو مستان حقایق بر مپیچ

می فتی این سو و آن سو مست وار | ای تو این سو نیست آن سو گذار

گر بدان سو راه یابی بعد از آن | گه بدین سو گه بدان سو سر فشان

جمله زین سو وز آن سو گپ مران | چون نداری مرگ هرزه جان مکن

آن خضر جان کز اجل نهراسد او | شاید از مخلوق را نشناسد او

کام از ذوق تو ہم خوش کنی	در دمے در خیک خود پرخش کنی
پس بپیکے زن تہی گردد زباد	اینچنیں فربہ تن لاغر زباد
کوزہا سازی زبرف اندر شتا	کے کند چوں آب بیند او وفا

یہ ابیات بھی دو احتمال رکھتے ہیں یا مولانا کا مقولہ ہوں کما ہو الاظہر یا امیر کا اب حل سنو ای مدعی کاذب یا اے دیہاتی تو قرب حق کی حقیقت صرف تعلق خالقیت و مخلوقیت و صانعیت و مصنوعیت سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جو قرب خاص اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اسمیں سیکڑوں عظمتیں اور ہزاروں شان و شوکت ہوتی ہیں اُن سے وہ افعال ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں سے نہیں ہوتے چنانچہ جو اہل اللہ داؤد علیہ السلام کیطرح مقرب بارگاہ ہیں وہ لوہے کو نرم کر سکتے ہیں اور نفس کی رعونت کو دور کر سکتے ہیں تو تو کر تیری تو یہ حالت ہے کہ تو نے تو موم کو لوہا کر لیا اور نفس جو ابتداءً کمزور تھا اب اُسکو زبردست بنا دیا پس معلوم ہوا کہ انکو صرف قرب خالقیت و مخلوقیت اور رازقیت و مرزوقیت ہی حاصل نہیں کیونکہ وہ تو سب کو حاصل ہے حتی کہ کفار کو بھی بلکہ انکو ایک اور قرب بھی حاصل ہے جسکے ذریعہ سے یہ دوسروں سے ممتاز ہیں یعنے قرب وحی عشق یعنے وہ قرب جسکی بناء پر اسپر علوم و معارف فائض ہوتے ہیں جسکا منشاء ان کا عشق یا حضرت حق سبحانہ ہے اری بابا کچھ حقیقت قرب ایک ہی فرد میں منحصر نہیں کہ تو اُسکے علاوہ دوسرے افراد کی نفی کرتا ہے بلکہ اسکی تو مختلف قسمیں ہیں دیکھ تو سہی آفتاب پہاڑوں وغیرہ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی لیکن سونے کیساتھ جو قرب خاص ہے وہ پہاڑ اور ریت وغیرہ کے ساتھ نہیں اور اُسکی انکو ہوا بھی نہیں لگی نیز آفتاب کو شاخ تر اور شاخ خشک ہر دو سے قرب ہے کیونکہ آفتاب دونو پر نور افشانی کر رہا ہے اور محجوب نہیں ہے لیکن شاخ خشک کو وہ تقرب کہاں حاصل ہے جو شاخ تر کو حاصل ہے کہ اس سے تمکو پختہ میوے ملتے ہیں جو کہ شاخ خشک سے نہیں ملتے بلکہ شاخ خشک کو تو اس قرب آفتاب سے صرف یہ حاصل ہوتا ہے کہ جلد خشک ہو کر آگ میں جلنے کے کام آئے پس اسی قسم کا تفاوت اہل اللہ اور غیر اہل اللہ کے قرب میں ہے کہ اہل اللہ کو اس سے ثمرات باطنی حاصل ہوتے ہیں اور غیر اہل اللہ کیلئے بجز زیادتی نقص کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا دیکھو شاخ خشک کو قرب آفتاب سے صرف خشکی ہی حاصل ہوتی ہے اور کچھ بھی نہیں پس تو ایسا مست نہو کہ ہوش آنیکے بعد ندامت ہو بلکہ اُن مستوں میں سے ہو کہ جب وہ شراب پیتے ہیں تو دیگر عقلاء کو حسرت ہوتی ہے کہ کاش ہمکو بھی اسکا کوئی جرعہ مل جاتا۔ ارے تو تو بلی کیطرح چوہے کو پکڑ رہا ہے اور دنیا سمیٹ رہا ہے اگر تو شراب حق سے مست ہو تو شیر کو پکڑ لیتے یعنی تعالی حوصلہ بن اور دولت اخروی حاصل کر اور اسکے بعد تجھے تو اُس جام شراب

حقیقی کے خیال سے بھی کوئی حصہ نہیں ملا پس تو اہل اللہ کی طرح مضطرب مت ہو تو مستوں کی طرح کبھی ادھر گرتا ہے کبھی اُدھر ارے ہو توقف تو تو ابھی ادھر ہی ہے اُدھر کی تو تجھے ہوا بھی نہیں لگی۔ ہاں جب تو اس کوچہ سے واقف ہوگا پھر شوق سے کبھی ادھر سر پٹکنے گا کبھی اُدھر اور شوق سے وجد کرنا کون منع کرتا ہے لیکن ابھی تو تو سراسر ادھر ہی ہے لہذا ابھی تو اُدھر کی ڈینگیں نہ مار اور جب تو مر نہیں رہا ہے تو بے فائدہ جان کنی ظاہر مت کر حاصل یہ کہ اگر کوئی آدمی واقع میں شراب محبت سے مخمور ہو اور تاب ضبط نہ رکھتا ہو پھر اس سے حرکات مستانہ و مجنونانہ غیر منضبط صادر ہوں تو مضائقہ نہیں لیکن بننانہ چاہئے کہ یہ جھوٹا دعوٰی اور تلبیس ہے جو کہ حب جاہ و مال سے ناشی ہے لہذا جو ایسا ہوگا تو دنیادار ہو کر خواہ مخواہ مخلوق سے بے خبر بنتا ہے ہاں جو لوگ خضر کی سی روح اپنے اندر رکھتے ہیں اور دنیا سے اتنے بے تعلق ہیں کہ موت سے بھی نہیں ڈرتے وہ اگر مخلوق کو نہ پہچاننے کا دعوٰی کریں تو انکو زیبا ہے تیری تو یہ حالت ہے جیسے کوئی مزیدار اشیاء کا وہم کر کے چٹخارے لیتا ہو۔ تو تو اپنی مشک کو پھونک مار کر بھر رہا ہے ایسی مشک ایک سوئی چبھو دینے سے ہوا سے خالی ہو جاتی ہے یعنی تیرا ذوق شوق محض وہم کی بناء پر ہے نہ کہ بناء بر حقیقت اور تیرا تقدس محض ظاہری ہے نہ کہ حقیقی لہذا وہ ذرا سے امتحان سے زائل ہو جاتا ہے اور اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کرے کہ ایسے دھوکے باز جو بظاہر پارسا اور بباطن شیطان ہیں اور جنکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دیکھنے میں موٹا تازہ ہو اور باطن میں دبلا پتلا یعنی کمزور ہو غارت ہو جائیں کہ لوگ ان کی تلبیس سے رہائی پائیں اے دھوکہ باز صوفی تو یاد رکھ کہ تیرا فریب یقیناً ظاہر ہو جاوے گا اور تو رسوا ہوگا اگر چہ بڑے بیل تو نے برف کے گلاس بنا بھی لئے تو کیا ہوا جب انمیں پانی ڈالا جاویگا تو وہ ٹھہر تھوڑا ہی سکتے ہیں فوراً گھل جائینگے یعنے اگر تو نااہلوں کے سامنے بزرگ بن بھی گیا تو جب اہل اللہ تجھے جانچیں گے تو تیری تلبیس قائم نہ رہ سکے گی۔

شرح شبیری

تو توہم میکنی از قرب حق	کہ طبق گر دور نبود از طبق

یعنے تو قرب حق سے وہم کرتا ہے کہ طبق گر طبق سے دور نہیں ہوتا۔

این نمی بینی کہ قرب اولیا	صد کرامت دارد و کار و کیا

یعنے اسکو نہیں دیکھتا کہ اولیاء اللہ کا قرب اور سو کرامتیں اور جاہ و شان رکھتا ہے مطلب یہ کہ تو یہ خیال کر رہا ہے کہ جس طرح کہ صانع اپنی مصنوعات کے قریب ہوتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ سے قریب ہے وہ بھی میرے قریب ہیں تو مجھے قرب حق حاصل ہے تو ارے جاہل یہ تو قرب ہے یہ قرب تو سب کو حاصل ہے [illegible]

کو بھی حاصل ہے دیکھنا تو اُس قرب کا ہے جو کہ حضرات اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اگر وہ قرب تجھکو حاصل ہے تو بیشک تجھکو قرب حق حاصل ہے اور اگر وہ حاصل نہیں ہے تو قرب حق حاصل نہیں ہے اسلئے کہ یہ قرب اولیاء جو ہوتا ہی اسکے اندر کمالات ہوتے ہیں ورنہ یوں تو سب قریب ہیں جیسا کہ ارشاد ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ تو اس قرب پر غرہ نہونا چاہئے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے زمانہ میں اس طرح قرب حق کا کسی نے دعوی کیا ہو مولٰنا اسکا رد فرماتے ہیں اس خواجہ کی زبانی آگے فرماتے ہیں کہ تجھے وہ قرب تو کیا حاصل ہوتا بلکہ تو تو اُنکی ضد ہے تیری اور اُن کی تو یہ حالت ہے کہ

آہن از داؤد مومے می شود　　موم در دستت چو آہن می بود

یعنے داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں تو آہن موم ہو جاتا ہے اور تیرے ہاتھ میں موم بھی لوہے کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ تمہارے ہاتھ میں سہل چیزیں بھی مشکل ہو جاتی ہیں اور حضرت اہل اللہ کے سامنے مشکل بھی سہل ہو جاتے ہیں تو پھر تم اور یہ حضرات ایک درجہ میں کب ہو سکتے ہیں۔

قرب حق و رزق بر جملہ است عام　　قرب وحی عشق دارند این کرام

یعنے قرب حق اور رزق تو سب پر عام ہے اور وحی عشق کا قرب یہ کرام ہی رکھتے ہیں مطلب یہ کہ قرب دو قسم کا ہے قرب خاص اور قرب عام قرب عام تو وہی قرب من حیث الصانعیۃ ہے وہ سب کے لئے عام ہے جیسے کہ رزق عام ہے اور قرب خاص وہ ہے جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے کہ جسمیں حق تعالی کی محبت اور اُسکے کلام اور اسکے انعامات سے مشرف ہوتے ہیں تو مولٰنا فرماتے ہیں کہ یہ قرب عام تو قابل فخر نہیں ہے اسلئے کہ یہ تو عوام الناس حتے کہ کفار اور حیوانات اور جمادات کو بھی حاصل ہے ہاں وہ قرب خاص قابل حصول ہے آگے خود ہی اُس کے مختلف قسم ہونا بیان فرماتے ہیں کہ

قرب بر انواع باشد اے پدر　　می زند خورشید بر کہسار و زر

یعنے اے باوا قرب کئی قسم پر ہوتا ہے (جیسے کہ) خورشید کہسار پر اور زر پر دونوں پر پڑتا ہے۔

لیک قربے ہست با زر شید را　　کہ ازاں نبود خبر مر بید را

یعنے لیکن ایک قرب خاص خورشید کو زر کیساتھ ہے کہ اُسکی خبر بید کو نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو آفتاب کی شعاعیں معدن زر پر بھی پڑتی ہیں اور اور چیزوں مثل لکڑی وغیرہ کے اُوپر بھی پڑتی ہیں مگر معدن پر جو پڑتی ہیں وہاں تو سونا بنتا ہو اور دیگر اشیاء پر ویسی نہیں پڑتی ورنہ کہسار کی چیزیں بھی سونا بنا کرتیں تو دیکھو جسطرح کہ قرب سب کی ساتھ ہے

مگر پھر فرق ہے اسیطرح حق تعالیٰ کو قرب بمعنی عام سب کیساتھ ہے مگر پھر بھی فرق ہے بعض وہ ہیں کہ جنکی ساتھ خصوصیت ہے اور اس قرب سے انکے اندر کمالات پیدا ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ جنکے اندر صفات پیدا نہیں ہوتے آگے اس فرق مراتب قرب کی ایک اور نفیس مثال فرماتے ہیں کہ

شاخ خشک و تر قریب آفتاب — آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب

یعنے شاخ خشک اور شاخ تر دونوں آفتاب کے قریب ہیں آفتاب دونوں سے کب حجاب رکھتا ہے یعنی وہ کسی سے منہ تو نہیں چھپاتا سب کے سامنے اور سب پر چمک ڈال رہا ہے۔

لیک کو آں قربت شاخ طری — کہ ثمار پختہ از وے می خوری

یعنے لیکن وہ شاخ تر کی سی قربت کہاں ہے کہ اس سے ثمار پختہ تو کھاویگا مطلب یہ کہ دونوں شاخونکو قرب آفتاب برابر حاصل ہے مگر شاخ تر کے قرب سے تو میوے کھانیکو ملتے ہیں اور شاخ خشک سے کچھ بھی نہیں۔ بلکہ اس کی یہ حالت ہوتی ہے۔

شاخ خشک از قربت آں آفتاب — غیر زوتر خشک گشتن گو میاب

یعنے شاخ خشک کو قرب آفتاب سے سوائے جلدی خشک ہو جانے کے کچھ مت پا مطلب یہ کہ شاخ تر کو جو قرب حاصل ہے اس سے میوے ملیں گے اور شاخ خشک کے قرب سے سوائے اسکے کہ وہ اور جلدی خشک ہو جاوے کیا نتیجہ ہوگا تو اسیطرح جنکو کہ قرب خاص حاصل ہے انکے اندر تو کمالات پیدا ہوتے ہیں اور جنکو کہ قرب عام حاصل ہے انکے اندر کمالات کا نام بھی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ

بنگر ایں کاں شاخ خشک از قرب خور — غیر خشکی می برد چیزے دگر

یعنی اسکو دیکھو کہ وہ شاخ خشک قرب خورشید سے سوائے خشکی کے اور کچھ بھی لیجاتی ہے یعنی بس اسکو یہی حاصل ہوتا ہے کہ اور بھی خشک ہو جاتی ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ

آں چناں مستی مباش اے بے خرد — کہ بعقل آید پشیمانی برد

یعنے اے بے عقل ایسا مست مت ہو کہ جب عقل میں آوے تو پشیمانی لیجاوے مطلب یہ کہ ایسی مستی مت اختیار کرو کہ جب ہوش میں آؤ تو افسوس کرو کہ ہمنے یہ کیا کیا۔

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے می خورند — عقلہائے پختہ حسرت می برند

یعنی بلکہ اُن مستوں میں سے ہو کہ وہ جب شراب پیتے ہیں تو عقول پختہ بھی حسرت لیجاتے ہیں مطلب یہ کہ اُن مستوں میں سے ہو کہ جب وہ اپنی مستی میں آتے ہیں تو جو عقول کہ پہلے سے پختہ ہیں وہ بھی حسرت لیجاتے ہیں کہ افسوس ہم ایسے نہ ہوئے اور وہ مستی حب حق کی ہے لہذا ہمیشہ مست حق ہو اور سچے بنو کذب سے کام نہیں چلتا آگے فرماتے ہیں کہ

اے گرفتہ چو گربہ موش پیر ۔۔۔ گر تو زاں می شیر گیری شیر گیر

یعنے اے شخص کہ تو بلی کیطرح بڈھے چوہے کو پکڑے ہوئے ہے اگر تو اُس شراب سے مست ہے تو شیر کو پکڑ موش پیر سے مراد جسم اور شیر سے مراد روح ہے مطلب یہ کہ اے شخص تو جو جسم پروری میں لگا ہے اسکو ترک کر اسلئے کہ جب تو اُس حب حق کی شراب سے مست نہیں تو پھر روح کی پرورش کر اور اُسکو سنبھال کیا اس جسم کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

اے نخوردہ از خیال جام ہیچ ۔۔۔ ہمچو مستان حقائق بر مپیچ

یعنے اے شخص کہ وہ جام (اصلی) کے خیال سے کچھ بھی پیے ہوئے نہیں ہے تو مستان حق کی طرح مست ا بیٹھ مطلب یہ کہ ای شخص کہ تو صرف دعاوی ہی کرتا ہے اور اس جام محبت حق سے تو نے کچھ بھی نہیں پیا ہے پھر تو اُن حضرت کی طرح مستی کیوں کرتا ہے اسلئے کہ تو نے تو کچھ پیا ہی نہیں ہے۔

می فتی ایں سو و آں سو مست وار ۔۔۔ اے تو ایں جانب نہ آں سو گذار

یعنے ای شخص کہ تو مست کی طرح ادہر ادہر گر رہا ہے تو تو اسیطرف ہی تیرا گذر اُس طرف نہیں ہے مطلب یہ کہ تو تو اس دنیا کے اندر کھپا ہوا ہے تجھے اُس طرف کی یعنی مستی حق کی کیا خبر لہذا فضول مکر اور فریب مت کر۔

گر بداں سو راہ یابی بعد ازاں ۔۔۔ گہ بدیں سو گہ بداں سو سر فشاں

یعنے اگر تو اُس طرف راہ پاوے تو اُسکے بعد کبھی اُدہر اور کبھی اُدہر سر جھاڑ یعنے اگر مستی حق حاصل ہو جاوے تب تو اگر تو ادہر ادہر گر سے پڑے تو ایک بات بھی ہے مگر اس سے پہلے تو فضول ہے کہ صرف دعویٰ اور دروغ ہے۔

جملہ ایں سوئی ازاں سو گپ مزن ۔۔۔ چوں نداری موت ہرزہ جاں مکن

یعنے تو تو بالکل اس طرف کا ہے اُس جانب کی گپ مت مار اور جب تو موت نہیں رکھتا تو فضول جاں کنی مت کر موت سے مراد مرتبہ فنا کا حاصل ہونا ہے مطلب یہ کہ تیرے مقتضیات اور تیری خواہشات سب اس طرف ہی کی ہیں اور پھر تجھے ابھی مرتبہ فنا بھی حاصل نہیں ہے تو فضول تو بن رہا ہے اس سے کیا فائدہ ہوگا بلکہ ایک روز ساری قلعی کھل جاوے گی۔

آں خضر جاں کز اجل نہراسداد شاید از مخلوق را نشناسداد

یعنے وہ خضر جیسے جان والا جو کہ اجل سے ڈرتا ہی نہیں اُسکو لائق ہے کہ اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے خضر جان سے مراد عارف مطلب یہ کہ جو شخص کہ عارف ہو اور اُسکو اسقدر شوق لقاء حق ہے کہ وہ موت سے ڈرتا ہی نہیں بلکہ اور تمنا کرتا ہے جیسا کہ اکثر بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ معرفت کی تمنا کرتے تھے اور اُنکو دنیا میں ہی مرتبہ فناء حاصل تھا تو اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانیں تو کچھ عجب نہیں اسلیئے کہ اُنکو اسکا حق ہے مگر اس سے پہلے تو بالکل کذب اور بیہودہ مکر ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ؎ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم ٭ راحت جاں طلبم وزپئے جاناں بردم نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے ٭ تا در میکدہ شاداں وغزلخواں بردم ۔ اور بہت سے بزرگوں کی حکایتیں کہ اُنکو موت کے آنیکا اشتیاق تھا مشہور و معروف ہیں۔

کام از ذوق توہم خوش کنی در دمے در خیک خود پرش کنی

یعنے تالو کو ذوق توہم سے خوش کر رہا ہے اور اپنی مشک میں پھونک مار کر بھر رہا ہے۔

پس بیک سوزن تہی گردی زباد ایں چنیں فربہ تن لاغر مباد

یعنے بس تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جاویگا ایسا فربہ تن (ظاہر میں) اور لاغر تن (حقیقت میں) خدا کرے نہ ہے مطلب یہ کہ تو توہم قرب حق سے خوش ہو رہا ہے اور بھول رہا ہے کہ تجھکو قرب حق حاصل ہے مگر یاد رہے کہ یہ ساری شیخی اور ساری باتیں ایک ذرا سے امتحان سے نکلجاویگی اگر ادھر سے امتحان ہوگیا تو بس ساری مستی رہجاویگی اور سارا قرب دھرا رہجاویگا آگے اُسکی حالت کی سیر بع الزوال ہو نیکو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

کوزہا سازی زبرف اندر شتا کے کند چوں تاب بیند آں وفا

یعنے اگر تم جاڑے میں برتن بنالو تو وہ جب گرمی دیکھیں گے کب وفا کرینگے مطلب یہ کہ اگر تم کسی طرح سے برف کے برتن بنالو تو اُن کو دیکھکر اگرچہ کوئی اسوقت دھوکہ کھاجاوے گا مگر جب گرمی اُنکو پہونچے گی تو یقینا سب پگھل جاوینگے اور تمھاری قلعی کھلجاوے گی اسیطرح اگر تم قرب حق اور حب حق کا دعوی کرتے ہو تو ایک دن وہ ہوگا کہ تمھاری ساری قلعی کھلجاویگی اور سب کو معلوم ہو جاویگا کہ جناب کو کیسی محبت تھی آگے ایک گیدڑ کی حکایت کہ وہ رنگین ہوگیا تھا تو طاؤس صفت بننے کا دعوی کیا جب اُس سے کہا گیا کہ اچھا مور کیطرح ناچو یا آواز کرو تو وہ ان دونوں باتونکو نہ کرسکا تو آخر اُسکی قلعی کھلگئی اور ذلیل ہوا بیان فرماتے ہیں

تمام شد نصف تقریبی ربع اول از دفتر ثالث کلید مثنوی

عہ اور بقیہ نصف اس ربع اول کا مع مجموعہ دفتر ثالث رسالہ الہادی دہلی میں شائع ہو رہا ہے

مژدۂ تازہ

یعنے

حکیم الامۃ مجدد الملۃ قبلہ وکعبہ ام حضرت مولٰنا مولوی مفتی محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی

کے دس سال کے فتاویٰ کا مجموعہ

مُسمّٰی بہ تتمۂ خامسہ

امداد الفتاویٰ

مع الملحقات

عرصہ ہوا کہ امداد الفتاویٰ کی چار جلدیں اور انکے چار تتمے جنکے مجموعہ میں ابتدائے زمانہ تحصیل علوم مقام دیوبند یعنی سنہ ۱۳۰۰ھ کے قبل سے سنہ ۱۳۳۲ھ تک کل تقریباً (۳۶) سال کے فتاویٰ درج ہیں شائع ہوئے تھے اس کے بعد چونکہ تھانہ بھون سے ماہواری رسائل الامداد و النور یکے بعد دیگرے شائع ہونے لگے تو انکے مدیروں کی درخواست پر امداد الفتاویٰ بھی اُن ہی رسائل میں شائع ہوتا رہا اور النور میں اب بھی شائع ہو رہا ہے۔ لیکن خود ان رسائل کا جمع کرنا ہر شخص کیلئے آسان نہ تھا بلکہ بوجہ بعض رسائل کے ختم ہوجانے کے انکا جمع کرنا ناممکن ہوگیا تھا اسلئے شائقین کی رغبت دیکھکر مناسب معلوم ہوا کہ سنہ ۱۳۳۳ھ سے سنہ ۱۳۴۴ھ کے ختم تک کل دس سال کے فتاویٰ کو یکجا جمع کرکے مثل دیگر حصوں کے شائع کردیا جاوے تاکہ انکا نفع عام و تام ہو جاوے اور اسی کیساتھ **حوادث الفتاویٰ و ترجیح الراجح** کے مجموعوں کو بھی شامل کردیا جاوے۔ حوادث الفتاویٰ وہ فتاویٰ ہیں جو اس زمانہ کی جدید تحقیقات و مصنوعات وغیرہ کے متعلق سوالات آتے ہیں اُنکے جوابات ہیں یہ احکام اس مجموعہ کے سوا پہلے بڑے بڑے فتاویٰ میں بھی نہ ملیں گے۔

اور ترجیح الراجح جن گذشتہ لکھے ہوئے فتاویٰ میں حضرت صاحب فتاویٰ دام ظلہم نے کچھ ترمیم فرمائی یا کوئی قیود وغیرہ بڑھائی ہے اُنکا مجموعہ ہے۔ غرض یہ ایک معتبر و مستند فتاویٰ کا مجموعہ ہے جسکی شان صاحب فتاویٰ دام ظلہم کی طرف نسبت سے ہی ظاہر ہے لہٰذا اگر اس مجموعہ کے پانسو خریدار اسطرح ہو جاویں کہ اس وقت صرف اپنا نام درج کرادیں کہ بعد طبع ہم خرید لیں گے تو اس مجموعہ کو طبع کردیا جاوے۔ ضخامت کا اندازہ چھ سو یا سات سو صفحات ہے کاغذ سفید لکھائی چھپائی انشاء اللہ نہایت عمدہ ہوگی۔ قیمت مبلغ چار روپیہ آٹھ آنہ (للعہ) مقرر ہے۔ اور جو حضرات پیشگی نام لکھا دیں گے اُن کیلئے تین روپیہ آٹھ آنہ (سہ) مقرر ہے امید کہ شائقین بہت جلد نام لکھا کر اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں گے محصولڈاک (جسکا اندازہ بارہ آنہ (۱۲) فی جلد ہے) بہر حال بذمہ خریدار ہوگا۔

مجموعہ ہذا کے مفت ملنے کی ترکیب

جو صاحب کوشش فرماکر اس مجموعہ کے دس خریدار مہیا فرمادینگے اور اُن سب سے قیمت وصول ہوجاویگی یا خود دس جلدیں ایکدم خریدینگے تو اُن ساعی یا خریدار صاحب کو ایک جلد تتمۂ خامسہ امداد الفتاویٰ کی مفت پیش کیجاویگی صرف محصول کی بقدر وی پی کیا جاویگا۔

المشتہر

احقر شبیر علی عفی عنہ مدیر رسالہ النور و مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفرنگر